الحمد لله

رسالہ مسمّٰی بنام تاریخی

مُنیر العین فی حکمِ تقبیلِ الابہامین ١٣٠١ھ

بتضمین مضامین

رسالہ مسمّٰی بنام تاریخی

الہاد الکاف فی حکم الضعاف ١٣٠١ھ

ہر دو از تصانیف زبدۃ العلماء المحققین عمدۃ الفضلاء المدققین فاضل اجل
عالمِ ذی شان جناب مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب قدس سرہ

جس کو علامۃ العصر مولٰنا الحاج سید ابو البرکات سید احمد شاہ صاحب
ناظم و مفتی دار العلوم مرکزی انجمن حزب الاحناف پاکستان لاہور نے شائع کیا

الحمد للہ تعالیٰ

رسالہ مسمّی بنام تاریخی **منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین** جس میں بظاہر صرف مسئلہ تقبیل ابہامین یعنی اذان میں نام پاک سُنکر انگوٹھے چومنے کے جواز و استحباب کا روشن بیان ہے۔ اور حقیقت میں **اصول حدیث** کا ایک نفیس وجلیل رسالہ جلیل القدر عظیم الشان ہے بہت مباحث اصول حدیث ایسی تحقیق انیق سے مذکور ہوئے کہ موافق و مخالف ہر طالبِ فنِ حدیث اُن سے فوائد عالیہ و فرائدِ غالیہ کا استفادہ کر سکتا ہے۔ ضمن میں اور بھی خیالاتِ نجدیہ قدیم و خیالاتِ وہابیہ جدیدہ دہلی و گنگوہ وغیرہم کا روشن ابطال و ازہاق۔ اور مذہب مہذب اہلسنت والجماعت نصرہم اللہ و حفظہم کا مبرہن اثبات و احقاق ہے۔

بتضمین مضامین

رسالہ مسمّی بنام تاریخی **الہاد الکاف فی حکم الضعاف** جس میں قبول حدیث ضعیف فی الفضائل کا مسئلہ اُس عظیم تحقیق و جلیل تدقیق سے روشن بیان میں آیا۔ کہ اس کے غیر میں کہیں نہیں ملیگا۔ ہر دو از تصانیف زبدۃ العلماء المحققین عمدۃ الفضلاء المدققین فاضل اجل ذی شان جناب مولانا مولوی احمد رضا خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

یہ ہر دو رسالے آپ ہی اپنی نظیر ہیں۔ ہر ذی علم کو ان سے مستفید ہونا چاہیئے،

ملنے کا پتہ

دفتر مرکزی انجمن حزب الاحناف پاکستان لاہور اندرون دہلی گیٹ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

فہرست مضامین رسالہ منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین

تمت

لا تسمع فیہا لاغیۃ فیہا عین جاریۃ

الحمد للہ والمنہ کہ بعین عنایت خالق کونین این رسالہ نور عین قرۃ عین ربیبن اہل زیغ و مین از مسئلہ تقبیل ابہامین وقت سماع نام رسول الثقلین در شہادتین مسمّٰی بنام تاریخی

منیر العین
فی حکم تقبیل الابہامین
۱۳۰۱ھ

از تصنیفات [illegible] جامع معقول و منقول [illegible] احمد رضا خاں صاحب [illegible]

جس کو حضرت علامہ مولٰنا الحاج سید شاہ ابو البرکات سید احمد صاحب ناظم و مفتی دار العلوم مرکزی انجمن حزب الاحناف پاکستان لاہور نے شائع کیا ۔

جمیع گیلانی پریس لاہور باہتمام سید احمد صاحب پرنٹر پبلشر طبع ہوا۔

یا فتّاح

بسم اللہ الرحمن الرحیم

استفتا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اذان میں کلمۂ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ سُنکر انگوٹھے چومنا آنکھوں سے لگانا کیسا ہے،

بَیِّنُوْا تُوْجَرُوْا

فتویٰ ۱

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی نور عیون المسلمین بنور عین اعیان المرسلین والصلوٰۃ والسلام علی نور العیون سرور القلب المحزون محمد الرفیع ذکرہ فی الصلوٰۃ و الاذن والحبیب اسمہ عند اهل الایمان وعلیٰ اٰلہ وصحبہ المنشرحۃ صدورهم لجلال اسرارہ والمفتوحۃ عیونهم بجمال انوارہ واشهد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ

لا شریک لہ وان محمداً عبدہ ورسولہ بالھدیٰ ودین الحق ارسلہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ اجمعین وعلینا معھم وبھم ولھم یا ارحم الراحمین امین ۔ قال العبد الذلیل للمولی الجلیل عبد المصطفیٰ احمد رضا المحمدی السنی الحنفی القادری البرکاتی البریلوی نور اللہ عیونہ واصلح شیونہ مستعیذ ابرب الفلق من شر ما خلق وحامد اللہ علیٰ ما الھم ووفق

الجواب

حضور پر نور شفیع یوم النشور صاحب لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا نام پاک اذان میں سنتے وقت انگوٹھے یا انگشتانِ شہادت چوم کر آنکھوں سے لگانا قطعاً جائز جس کے جواز پر مقام تبرع میں دلائل کثیرہ قائم۔ اور خود اگر کوئی دلیل خاص نہ ہوتی۔ تو منع پر شرع سے دلیل نہ ہونا ہی جواز کے لئے دلیل کافی تھا جو ناجائز بتائے ثبوت دینا اوس کے ذمہ ہے۔ کہ قائل جواز متمسک باصل ہے۔ اور متمسک باصل محتاج دلیل نہیں۔ پھر یہاں تو حدیث وفقہ وارشادِ علما وعملِ قدیم سلف صلحا سب کچھ موجود علمائے محدثین نے اسباب میں حضرت خلیفۂ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سیدنا صدیق اکبر وحضرت ریحانۂ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سیدنا امام حسن وحضرت نقیب اولیائے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سیدنا ابو العباس خضر علی الحبیب الکریم وعلیہم جمیعاً الصلوٰۃ والتسلیم وغیرہم اکابر دین سے حدیثیں روایت فرمائیں جس کی قدرے تفصیل امام علامہ شمس الدین سخاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کتاب مستطاب مقاصدِ حسنہ میں ذکر فرمائی۔ اور جامع الرموز شرح نقایہ مختصر الوقایہ وفتاوے صوفیہ وکنز العباد ورد المحتار حاشیۂ درمختار وغیرہا کتبِ فقہ میں اس فعل کے استحباب واستحسان کی صاف تصریح آئی۔ ان میں اکثر کتابیں خود مانعین۔ اور ان کے اکابر دعماید مثل متکلم قنوجی وغیرہ کے مستندات سے ہیں۔ اور ان حدیثوں کے بارے میں ان محدثین کرام محققین اعلام نے جو تصحیح وتضعیف وتجریح وتوثیق میں دائرہ اعتدال سے نہیں نکلتے۔ اور راہِ تساہل وتشدد نہیں چلتے۔ حکمِ اخیر وخلاصۂ بحث وتنقیح یہ قرار دیا کہ خود حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے جو حدیثیں یہاں روایت کی گئیں۔ باصطلاح محدثین درجۂ صحت کو فائز نہ ہوئیں۔ مقاصد میں فرمایا۔ لا یصح فی المرفوع من کل ھذا شئ ۔ مولنا علی قاری علیہ رحمۃ الباری موضوعات کبیر

میں فرماتے ہیں کلّ ما یروی فی ھذا فلا یصح رفعہ البتہ علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہ الشامی رد المحتار میں علامہ اسمٰعیل جراحی رحمہ اللہ تعالےٰ سے نقل فرماتے ہیں۔ لم یصح فی المرفوع من ھذا الشئ پھر خادم حدیث پر روشن کہ اصطلاح محدثین میں نفی صحت نفی حسن کو بھی مستلزم نہیں۔ نہ کہ نفی صلاح و تماسک وصلوح تمسک نہ کہ دعوی وضع وکذب تو عند التحقیق ان احادیث پر جیسے بصطلاح محدثین حکم صحت صحیح نہیں۔ یُوں ہی حکم وضع وکذب بھی ہرگز مقبول نہیں۔ بلکہ بتصریح ائمۂ فن کثرت طرق سے جبر نقصان متصور۔ اور عملِ علما وقبول قدما حدیث کے لئے مقوی دیگر اور نہ سہی تو فضائل اعمال میں حدیثِ ضعیف بالاجماع مقبول۔ اور اس سے بھی گذرے تو بلا شُبہ یہ فعل اکابردین سے مروی و منقول۔ اور سلف صالح میں حفظِ صحتِ بصر و روشنائی چشم کے لئے مجرب اور معمول۔ ایسے محل پر بالفرض اگرچہ کچھ نہ ہو۔ تو اسی قدر سند کافی۔ بلکہ اصلاً نقل بھی نہ ہو۔ تو صرف تجربہ وافی۔ کہ آخر اوس میں کسی حکمِ شرعی کا ازالہ۔ نہ کسی سنّتِ ثابتہ کا خلاف۔ اور نفع حاصل نہیں۔ تو منع باطل بلکہ انصاف کیجے تو محدثین کا نفی صحت کو احادیث مرفوعہ سے خاص کرنا صاف کہہ رہا ہے۔ کہ وہ احادیث موقوفہ کو غیر صحیح نہیں کہتے۔ پھر یہاں حدیث موقوف کیا کم ہے۔ ولہٰذا مولانا علی قاری نے عبارت مذکورہ کے بعد فرمایا۔ قلت واذ ثبت رفعہ الی الصدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ فیکفی للعمل بہ لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسّلام علیکم بسنتی وسُنّۃ الخلفاء الرّاشدین یعنی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ تعالےٰ عنہ سے ہے۔ اس فعل کا ثبوت عمل کو بس ہے۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلّم فرماتے ہیں۔ میں تم پر لازم کرتا ہوں اپنی سُنّت۔ اور اپنے خلفائے راشدین کی سُنّت رضی اللہ تعالےٰ عنہم اجمعین تو صدیق سے کسی شئے کا ثبوت بعینہٖ حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلّم سے ثبوت ہے اگرچہ بالخصوص حدیث مرفوع درجۂ صحت تک مرفوع نہ ہو۔ امام سخی المقاصد الحسنۃ فی الاحادیث الدائرۃ علی الالسنہ میں فرماتے ہیں۔ حدیث مسح العینین بباطن انملتی السبابتین بعد تقبیلھما عند سماع قول المؤذن اشھد ان محمدا رسول اللہ مع قولہ اشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ رضیت باللہ ربًّا وبالاسلام دینًا وبمحمد صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلّم نبیًّا ذکرہ الدیلمی فی الفردوس من حدیث ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ لما سمع قول المؤذن اشھد ان محمدا رسول اللہ قال ھذا وقبل باطن الانملتین السبابتین ومسح عینیہ فقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

من فعل مثل ما فعل خلیلی فقد حلت علیہ شفاعتی ولا یقضیہ یعنی مؤذن سے اشہد ان محمداً رسول اللہ سنکر انگشتان شہادت کی پورے جانب باطن سے چوم کر آنکھوں پر ملنا اور یہ دُعاء پڑھنا اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ رَضِیْتُ بِاللّٰہِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَبِیًّا ط اس حدیث کو مسند الفردوس میں حدیث سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کیا۔ کہ جب اوس جناب نے مؤذن کو اشہد ان محمدا رسول اللہ کہتے سُنا۔ یہ دُعاء پڑھی۔ اور دونوں کلمے کی اونگلیوں کے پورے جانب زیریں سے چوم کر آنکھوں سے لگائے۔ اس پر حضور اقدس صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو ایسا کرے جیسا میرے پیارے نے کیا۔ اوس پر میری شفاعت حلال ہوگئی۔ اور یہ حدیث اوس درجہ کو نہ پہنچی جسے محدثین اپنی اصطلاح میں درجۂ صحت نام رکھتے ہیں)۔ پھر فرمایا۔ وکذا ما اوردہ ابو العباس احمد بن ابی بکر الرداد الیمانی المتصوف فی کتابہ موجبات الرحمۃ وعزائم المغفرۃ بسند فیہ مجاہیل مع انقطاعہ عن الخضر علیہ السلام انہ قال من قال حین یسمع المؤذن یقول اشہد ان محمدا رسول اللہ مرحبا بحبیبی وقرۃ عینی محمد بن عبد اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ثم یقبل ابہامیہ ویجعلہما علی عینیہ لم یرمد ابدا یعنی ایسے ہی وہ حدیث کہ حضرت ابو العباس احمد بن ابی بکر رداد یمنی صوفی نے اپنی کتاب موجبات الرحمۃ وعزائم المغفرت میں ایسی سند سے جس میں مجاہیل ہیں۔ اور منقطع بھی ہے۔ حضرت سیدنا خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کی۔ کہ وہ ارشاد فرماتے ہیں۔ جو شخص مؤذن سے اشہد ان محمدا رسول اللہ سنکر مرحبا بحبیبی وقرۃ عینی محمد بن عبد اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کہے۔ پھر دونوں انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر رکھے۔ اوس کی آنکھیں کبھی نہ دُکھیں۔ پھر فرمایا۔ ثم روی بسند فیہ من لم اعرفہ عن اخی الفقیہ محمد بن البابا فیما حکی عن نفسہ انہ ہبت ریح فوقعت منہ حصاۃ فی عینیہ واعیاہ خروجہا والمتہ اشد الالم وانہ لما سمع المؤذن یقول اشہد ان محمدا رسول اللہ قال ذلک فخرجت الحصاۃ من فورہ قال الرداد رحمہ اللہ تعالےٰ وہذا یسیر فی جنب فضائل الرسول صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم۔ یعنی پھر ایسی سند کے ساتھ جس کے بعض رُواۃ کو میں نہیں پہچانتا فقیہ محمد بن البابا کے بھائی سے روایت کی۔ کہ

وہ اپنا حال بیان کرتے تھے۔ ایک بار ہوا چلی۔ ایک کنکری اُن کی آنکھ میں پڑ گئی۔ نکالتے نکالتے تھک گئے ہرگز نہ نکلی۔ اور نہایت سخت درد پہنچایا۔ انہوں نے مؤذن کو اشھد ان محمدا رسول اللہ کہتے ہوئے یہی کہا۔ فوراً نکل گئی۔ رواہ رحمہ اللہ تعالٰی فرماتے ہیں مُصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم کے فضائل کے حضور اتنی بات کیا چیز ہے۔ پھر فرمایا۔ وحکی الشمس محمد بن صالح المدنی امامها وخطیبها فی تاریخه عن المجد احد القدماء من المصریین انه سمعه یقول من صلی علی النبی صلی اللہ تعالی علیه وآله وسلم اذا سمع ذکره فی الاذان وجمع اصبعیه المسبحة والابهام وقبلهما ومسح بهما عینیه لم یرمد ابدًا یعنی شمس الدین محمد بن صالح مدنی مسجد مدینہ طیبہ کے امام و خطیب نے اپنی تاریخ میں مجد مصری سے کہ سلف صالح میں تھے۔ نقل کیا۔ کہ میں نے اونہیں فرماتے سُنا۔ جو شخص نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ذکر پاک اذان میں سُنکر کلمہ کی اونگلی اور انگوٹھا ملائے۔ اور اونہیں بوسہ دے کر آنکھوں سے لگائے۔ اوس کی آنکھیں کبھی نہ دُکھیں ۔ پھر فرمایا قال ابن صالح وسمعت ذٰلك ایضًا من الفقیه محمد بن الزرندی عن بعض شیوخ العراق والعجم وانه یقول عند ما یمسح عینیه صلی اللہ علیك یا سیدی یا رسول اللہ یا حبیب قلبی ویا نور بصری ویا قرۃ عینی و وقال لی کل منهما منذ فعلته لم ترمد عینی۔ یعنی ابن صالح فرماتے ہیں میں نے یہ امر فقیہ محمد بن زرندی سے بھی سُنا۔ کہ بعض مشائخ عراق یا عجم سے راوی تھے۔ اور اون کی روائت میں یُوں ہے۔ کہ آنکھوں پر مس کرنے وقت یہ درود عرض کرے۔ صلی اللہ علیك یا سیدی یا رسول اللہ یا حبیب قلبی ویا نور بصری ویا قرۃ عینی۔ اور دونوں صاحبوں یعنی شیخ مجد و فقیہ محمد نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ جب سے ہم یہ عمل کرتے ہیں۔ ہماری آنکھیں نہ دُکھیں ۔ پھر فرمایا۔ قال ابن صالح وانا وللہ الحمد والشکر منذ سمعته منهما استعملته فلم ترمد عینی وارجوان عافیتهما تدوم وانی اسلم من العمی انشاء اللہ تعالی یعنی امام ابن صالح ممدوح نے فرمایا۔ اللہ ہی کے لئے حمد و شکر ہے۔ جب سے میں نے یہ عمل اون دونوں صاحبوں سے سُنا۔ اپنے عمل میں رکھا۔ آج تک میری آنکھیں نہ دُکھیں۔ اور امید کرتا ہوں۔ کہ ہمیشہ اچھی رہینگی۔ اور میں کبھی اندھا نہ ہونگا۔ انشاء اللہ تعالٰی پھر فرمایا۔ قال وروی عن الفقیه محمد بن سعید الخولانی قال اخبرنی الفقیه العالم

ابوالحسن علی بن محمد بن حدید الحسینی اخبرنی الفقیہ الزاھد البلالی عن الحسن علیہ السلام انہ قال من قال حین یسمع المؤذن یقول اشھد ان محمدا رسول اللہ مرحبا بحبیبی و قرۃ عینی محمد بن عبد اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ویقبل ابھامیہ ویجعلھما علیٰ عینیہ لم یعم ولم یرمد۔ یعنی یہی امام مدنی فرماتے ہیں۔ فقیہ محمد بن سعید خولانی سے مروی ہوا۔ کہ اونہوں نے فرمایا مجھے فقیہ عالم ابوالحسن علی بن محمد بن حدید حسینی نے خبردی۔ کہ مجھے فقیہ زاہد بلالی نے حضرت امام حسن علی جدہ الکریم و علیہ الصلوٰۃ والسلام سے خبردی۔ کہ حضرت امام نے فرمایا۔ کہ جو شخص مؤذن کو اشھد ان محمدا رسول اللہ کہتے سنکر یہ دُعا پڑھے۔ مَرْحَبًا بِحَبِیْبِیْ وَقُرَّۃِ عَیْنِیْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ط اور اپنے انگوٹھے چُوم کر آنکھوں پر رکھے۔ نہ کبھی اندھا ہو۔ اور نہ آنکھیں دُکھیں)۔ پھر فرمایا۔ وقال الطاؤسی انہ سمع من الشمس محمد بن ابی نصر البخاری خواجہ حدیث من قبل عند سماعہ من المؤذن کلمۃ الشھادۃ ظفری ابھامیہ ومسھما علیٰ عینیہ وقال عند المس اَللّٰھُمَّ اَحفظ حدقتی ونورھما ببرکۃ حدقتی محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ونورھما لم یعمر۔ یعنی طاؤسی فرماتے ہیں۔ انہوں نے خواجہ شمس الدین محمد بن ابی نصر بخاری سے یہ حدیث سُنی کہ جو شخص مؤذن سے کلمہ شہادت سُنکر انگوٹھوں کے ناخن چومے۔ اور آنکھوں سے ملے۔ اور یہ دعا پڑھے۔ اَللّٰھُمَّ اَحْفَظْ حَدَقَتَیَّ وَنُوْرَھُمَا بِبَرَکَۃِ حَدَقَتَیْ مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَنُوْرِھِمَا اندھا نہ ہو)۔ شرح نقایہ میں ہے۔ واعلم انہ یستحب ان یقال عند سماع الاُولیٰ من الشھادۃ الثانیۃ صلی اللہ تعالیٰ علیک یارسول اللہ وعند الثانیۃ منھا قرۃ عینی بک یارسول اللہ ثم یقال اَللّٰھم متعنی بالسمع والبصر بعد وضع ظفری الابھامین علی العینین فانہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یکون لہ قائدا الی الجنۃ کذا فی کنز العباد۔ یعنی خبردار ہو۔ بیشک مستحب ہے۔ کہ جب اذان میں پہلی بار اشھد ان محمدا رسول اللہ سُنے صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ کہے۔ اور دوسری بار قُرَّۃُ عَیْنِیْ بِکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ ط پھر انگوٹھوں کے ناخن آنکھوں پر رکھ کر کہے۔ اَللّٰھُمَّ مَتِّعْنِیْ بِالسَّمْعِ وَالْبَصَرِ ط کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے

پیچھے پیچھے اوسے جنت میں لے جائیں گے۔ ایسا ہی کنز العباد میں ہے) علامہ شامی قدس سرہ السامی اسے نقل کرکے فرماتے ہیں۔ ونحوہ فی الفتاوی الصوفیہ یعنی اسی طرح امام فقیہ عارف باللہ سیدی فضل اللہ بن محمد بن ایوب سہروردی تلمیذ امام علامہ یوسف بن عمر صاحب جامع المضمرات شرح قدوری قدس سرہما نے فتاوے صوفیہ میں فرمایا)۔ شیخ مشائخنا خاتمۃ المحققین سید العلماء الحنفیہ بمکۃ المحمیہ مولانا جمال بن عبد اللہ بن عمر مکی رحمۃ اللہ تعالے علیہ اپنے فتاوے میں فرماتے ہیں۔ سئلت عن تقبیل الابھامین ووضعھما علی العینین عند ذکر اسمہ صلی اللہ تعالے علیہ وسلم فی الاذان ھل ھو جائز ام لا اجبت بما نصہ نعم تقبیل الابھامین ووضعھما علی العینین عند ذکر اسمہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فی الاذان جائز بل ھو مستحب صرح بہ مشائخنا فی غیر ما کتاب یعنی مجھ سے سوال ہوا۔ کہ اذان میں حضور اقدس صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کا ذکر شریف سنکر انگوٹھے چومنا اور آنکھوں پر رکھنا جائز ہے یا نہیں میں نے ان لفظوں سے جواب دیا۔ کہ ہاں اذان میں حضور والا صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کا نام پاک سنکر انگوٹھے چومنا۔ اور آنکھوں پر رکھنا جائز بلکہ مستحب ہے۔ ہمارے مشائخ مذہب نے متعدد کتابوں میں اس کے مستحب ہونے کی تصریح فرمائی)۔ علامہ محدث طاہر فتنی رحمہ اللہ تعالے تکملہ مجمع بحار الانوار میں حدیث کو صرف لایصح فرما کر لکھتے ہیں۔ وروی تجربۃ ذلک عن کثیرین یعنی اس کے تجربہ کی روایات بکثرت آئیں +

فقیر مجیب غفر اللہ تعالے لہ کہتا ہے۔ اب طالب تحقیق و صاحب تدقیق افادات چند نافع و سودمند پر لحاظ کرے۔ تاکہ بحول اللہ تعالے چہرہ حق سے نقاب اٹھے۔ اور صدر کلام میں جن لطیف مباحث پر ہم نے نہایت اجمالی اشارے کئے۔ اون کی قدرے تفصیل زیور گوش سامعین بنے۔ کہ یہاں بسط کامل و شرح کافل کے لئے تو دفتر وسیط بلکہ مجلد بسیط درکار۔ واللہ الموفق ونعم المعین۔ **فاقول** وباللہ التوفیق وبہ الوصول الی ذری التحقیق

افادۂ اوّل ۔ محدثین کرام کا کسی حدیث کو فرمانا کہ صحیح نہیں۔ اس کے یہ معنے نہیں ہوتے کہ غلط و باطل ہے۔ بلکہ صحیح اون کی اصطلاح میں ایک اعلے درجہ کی حدیث ہے۔ جس کے شرائط سخت و دشوار اور موانع وعوائق کثیر و بسیار حدیث میں اون سب کا اجتماع اور ان سب کا ارتفاع کم ہوتا ہے۔ پھر اس کمی کے ساتھ اوس کے اثبات میں سخت دقتیں۔ اگر اس بحث کی

ف۔ حدیث صحیح نہ ہونیکے یہ معنی نہیں کہ غلط ہو

تفصیل کی جائے - کلامِ طویل تحریر میں آئے - اون کے نزدیک جہاں ان باتوں میں کہیں بھی کمی ہوئی فرما دیتے ہیں یہ حدیث صحیح نہیں - یعنی اس درجہ علیا کو نہ پہنچی - اس سے دوسرے درجہ کی حدیث کو حسن کہتے ہیں - یہ باآنکہ صحیح نہیں - پھر بھی اس میں کوئی قباحت نہیں ہوتی - ورنہ حسن ہی کیوں کہلاتی - فقط اتنا ہوتا ہے - کہ اوس کا پایہ بعض اوصاف میں اس بلند مرتبہ سے جھکا ہوتا ہے -

اس قسم کی بھی سینکڑوں حدیثیں صحیح مسلم وغیرہ کتب صحاح بلکہ عند التحقیق بعض صحیح بخاری میں بھی ہیں - یہ قسم بھی استناد و احتجاج کی پوری لیاقت رکھتی ہے - وہی علماء جو اسے صحیح نہیں کہتے - برابر اوس پر اعتماد فرماتے - اور احکامِ حلال وحرام میں حجت بناتے ہیں - امام محقق محمد محمد محمد ابن امیر الحاج حلبی رحمہ اللہ تعالٰی حلیہ شرح منیہ[۵۱] میں فرماتے ہیں - قول الترمذی لا یصح عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی ھذا الباب شیء انتھی لا ینفی وجود الحسن ونحوہ والمطلوب لا یتوقف ثبوتہ علی الصحیح بل کما یثبت بہ یثبت بالحسن ایضاً (ترمذی کا فرمانا کہ اس باب میں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے کچھ صحیح نہیں حسن اور اوس کے مثل کی نفی نہیں کرتا - اور ثبوت مقصود کچھ صحیح ہی پر موقوف نہیں - بلکہ جس طرح اس سے ثابت ہوتا ہے - یوں ہی حسن سے بھی) - اوسی[۵۲] میں ہے - علی المشی علی مقتضی الاصطلاح الحدیثی لا یلزم من نفی الصحۃ نفی الثبوت علی وجہ الحسن - (یعنی اصطلاح علم حدیث کے رو سے صحت کے نفی حسن ہو کر ثبوت کی نافی نہیں) - امام ابن حجر مکی صواعق محرقہ[۵۳] میں فرماتے ہیں - قول احمد انہ حدیث لا یصح ای لذاتہ فلا ینفی کونہ حسنا لغیرہ والحسن لغیرہ یحتج بہ کما بین فی علم الحدیث - (یعنی امام احمد کا فرمانا کہ یہ حدیث صحیح نہیں - اوس کے یہ معنے ہیں - کہ صحیح لذاتہ نہیں تو یہ حسن لغیرہ ہونے کی نفی نہ کرے گا - اور حسن اگرچہ لغیرہ ہو حجت ہے - جیسا کہ علم حدیث میں بیان ہو چکا) سند الحفاظ امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اذکار امام نووی کی تخریج احادیث میں فرماتے ہیں من نفی الصحۃ لا ینتفی الحسن اھ ملخصا - (یعنی صحت کی نفی سے حدیث کا حسن ہونا منتفی نہیں ہوتا) یہی امام ترہتہ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر میں فرماتے ہیں - ھذا القسم من الحسن مشارک

---

۵۱ ذکرہ فی مسئلۃ المسح بالمندیل بعد الوضوء منہ سلمہ ربہ ۔ ۵۲ آخر صفۃ الصلوۃ قبیل فصل فیما یکرہ فعلہ فی الصلوۃ ۱۲ منہ سلمہ ربہ ۔ ۵۳ ذکرہ فی حدیث التوسعۃ علی العیال یوم العاشوراء فی آخر الفصل الاول من الباب الحادی عشر قبیل الفصل الثانی ۱۲ منہ سلمہ ربہ ۔

للصحیح فی الاحتجاج بہ وان کان دونہ۔ یعنی حدیث حسن لذاتہ اگرچہ صحیح سے کم درجہ میں ہے۔ مگر حُجّت ہونے میں صحیح کی شریک ہے)۔ مولانا علی قاری موضوعاتِ کبیر میں فرماتے ہیں۔ لا یصح لا ینافی الحسن اھ ملخصا۔ یعنی محدثین کا قول کہ یہ حدیث صحیح نہیں۔ اوس کے حسن ہونے کی نفی نہیں کرتا)۔ سیدی نور الدین علی سمہودی جواہر العقدین فی فضل الشرفین میں فرماتے ہیں۔ قد یکون غیر صحیح وھو صالح للاحتجاج بہ اذ الحسن رتبۃ بین الصحیح والضعیف۔ یعنی کبھی حدیث صحیح نہیں ہوتی۔ اور باوجود اس کے وہ قابلِ حجیت ہے۔ اسلئے کہ حسن کا رتبہ صحیح وضعیف کے درمیان ہے)۔ حدیث کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ینھی ان ینتعل الرجل قائما کو امام ترمذی نے جابر و انس رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے روایت کرکے فرمایا۔ کلا الحدیثین لا یصح عند اھل الحدیث۔ دونوں حدیثیں محدثین کے نزدیک صحیح نہیں۔ علامہ عبد الباقی زرقانی شرح مواہب میں اسے نقل کرکے فرماتے ہیں۔ نفیہ الصحۃ لا ینافی انہ حسن کما علم (صحت کے نفی حسن ہونے کے منافی نہیں۔ جیساکہ معلوم ہوچکا ہے)۔ شیخ محقق مولانا عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالےٰ شرح صراط المستقیم میں فرماتے ہیں: "حکم بعدمِ صحت کردن بحسبِ اصطلاح محدثین غرابت ندارد۔ چہ صحت در حدیث چنانچہ در مقدمہ معلوم شد درجۂ اعلےٰ است ودائرہ آں تنگ تر جمیع احادیث کہ در کتب مذکور ہست حتیٰ دریں شش کتاب کہ آنرا صحاحِ ستہ گویند۔ بہ اصطلاح ایشاں صحیح نیست۔ بلکہ تسمیۂ نہا صحاح باعتبارِ تغلیب است۔" مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں امام محقق علی الاطلاق سیدی کمال الحق والدین محمد بن الہمام رحمہ اللہ تعالےٰ سے منقول۔ وقول من یقول فی حدیث انہ لم یصح ان سلم لم یقدح لان الحجیۃ لا تتوقف علی الصحۃ بل الحسن کاف یعنی کسی حدیث کی نسبت کہنے والے کا یہ کہنا کہ وہ صحیح نہیں۔ اگر مان لیا جائے۔ توکچھ حرج نہیں ڈالتا۔ کہ حجیت کچھ صحیح ہونے پر موقوف نہیں۔ بلکہ حسن کافی ہے)۔ تو یہ بات خوب یاد رکھنے کی ہے۔ کہ صحتِ حدیث سے انکار نفیِ حسن میں بھی نص نہیں۔ جس سے قابلیت احتجاج منتفی ہو۔ نہ کہ صالح ولائقِ اعتبار نہ ہونا۔ نہ کہ محض باطل وموضوع ٹھیرانا۔ جس کی طرف کسی جاہل کا بھی ذہن نہ جائیگا۔ کہ صحیح وموضوع دونوں ابتدار وانتہا کے کناروں پر واقع ہیں۔ سب سے اعلےٰ صحیح اور

ھ المقصد الثالث النوع الثانی ذکر نعلہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ۱۲ منہ

سب سے بدتر موضوع - اور وسط میں بہت اقسام حدیث ہیں درجہ بدرجہ مرتب صحیح کے
کے بعد حسن لذاتہ بلکہ صحیح لغیرہ - پھر حسن لذاتہ - پھر حسن لغیرہ - پھر ضعیف بضعف قریب
اُس حد تک کہ صلاحیتِ اعتبار باقی رکھے - جیسے اختلاطِ راوی - یا سوئے حفظ - یا تدلیس
وغیرہا - اوّل کے تین بلکہ چاروں قسم کو ایک مذہب پر اسم ثبوت متناول ہے - اور وہ
سب محتج بہا ہیں - اور آخر کی قسم صالح یہ متابعات وشواہد میں کام آتی ہے - اور جابر سے
قوت پاکر حسن لغیرہ بلکہ صحیح لغیرہ ہو جاتی ہے - اوس وقت وہ صلاحیتِ احتجاج وقبول فی
الاحکام کا زیورِ گراں بہا پہنتی ہے - ورنہ دربارۂ فضائل تو آپ ہی مقبول وتنہا کافی ہے -
پھر درجۂ ششم میں ضُعف قوی و وہن شدید ہے - جیسے راوی کے فسق وغیرہ قوادحِ قویہ
کے سبب متروک ہونا بشرطیکہ ہنوز سرحد کذب سے جدائی ہو - یہ حدیث احکام میں احتجاج
درکنار اعتبار کے بھی لائق نہیں - ہاں فضائل میں مذہب راجح پر مطلقًا اور بعض کے طور
پر بعد انجبار بتعدد مخارج وتنوع طرق منصب قبول وعمل پاتی ہے - کما سنبیّنہ ان شاء اللہ تعالےٰ
پھر درجۂ ہفتم میں مرتبہ مطروح ہے - جس کا مدار وضاع کذاب یا متہم بالکذب پر ہو - یہ بدترینِ اقسام
ہے - بلکہ بعض محاورات کی رُو سے مطلقًا اور ایک اصطلاح پر اس کی نوع اشد یعنی جس کا
مدار کذاب پر ہو - عین موضوع یا نظر تدقیق میں یوں کہیے - کہ ان اطلاقات پر داخل موضوع
حکمی ہے - ان سب کے بعد درجہ موضوع کا ہے - یہ بالاجماع نہ قابلِ انجبار نہ فضائل وغیرہا -
کسی باب میں لائقِ اعتبار بلکہ اوسے حدیث کہنا ہی توسع وتجوز ہے - حقیقۃً حدیث نہیں -
محض مجعول - وافترا ہے - والعیاذ باللہ تبارک وتعالےٰ - وسیرد علیک تفاصیل جل
ذٰلك ان شاء اللہ العلی الاعلیٰ طالب تحقیق ان چند حرفوں کو یاد رکھے - کہ باوصف وجازت
محصل وملخص علم کثیر ہیں - اور شاید اس تحریر نفیس کے ساتھ ان سطور کے غیر میں کم ملیں - ولله
الحمد والمنۃ - خیر بات دور پڑتی ہے - کہنا اسقدر ہے - کہ جب صحیح وموضوع کے درمیان
اتنی منزلیں ہیں - تو انکار صحت سے اثبات وضع ماننا زمین وآسمان کے قلابے ملانا ہے - بلکہ نفی
صحت اگر بمعنی نفی ثبوت ہی لیجیے - یعنے اوس فرقہ محدثین کی اصطلاح پر جس کے نزدیک ثبوت
صحت وحسن دونوں کو شامل تاہم اوس کا حاصل اس قدر ہوگا کہ صحیح وحسن نہیں - نہ کہ باطل و
موضوع ہے - کہ حسن وموضوع کے بیچ میں بھی دور ودراز میدان پڑے ہیں - میں اس واضح بات
پر سندیں کیا پیش کرتا - مگر کیا کیجیے کام اون صاحبوں سے پڑا ہے - جو اغوائے عوام کے لئے دیدہ و

دانستہ محض امی عامی بن جاتے ہیں۔ اور مہر منیر کو زیرِ دامنِ مکر و تزویر چھپانا چاہتے ہیں۔ لہٰذا کلمات علماء اس روشن مقدمہ کی تصریحیں لیجیے۔ امام سند الحفاظ و امام محقق علی الاطلاق و امام حلبی۔ و امام مکی و علامہ زرقانی و علامہ سمہودی و علامہ ہروی کی عبارات کہ ابھی مذکور ہوئیں۔ بحکم دلالۃ النص و فحوے الخطاب اس دعوے بینہ پر دلیل مبین کہ جب نفی صحت سے نفی حسن تک لازم نہیں۔ تو اثبات وضع تو خیالِ محال سے ہمدوش و قرین۔ تاہم عبارات النص سنئے۔ امام بدر الدین زرکشی کتاب النکت علی ابن الصلاح پھر امام جلال الدین سیوطی لآلی مصنوعہ پھر علامہ علی بن محمد بن عراق کنانی تنزیہ الشریعۃ المرفوعہ عن اخبار الشنیعۃ الموضوعہ۔ پھر علامہ محمد طاہر فتنی خاتمہ مجمع بحار الانوار میں فرماتے ہیں۔ بین قولنا لم یصح وقولنا موضوع بون کبیر فان الوضع اثبات الکذب والاختلاق وقولنا لم یصح لا یلزم منہ اثبات العدم وانما ھو اخبار عن عدم الثبوت وفرق بین الامرین۔ یعنی ہم محدثین کا کسی حدیث کو کہنا کہ یہ صحیح نہیں۔ اور موضوع کہنا ان دونوں میں بڑا بل ہے۔ کہ موضوع کہنا تو اوسے کذب و افترا ٹھیرانا ہے۔ اور غیر صحیح کہنے سے نفی حدیث لازم نہیں۔ بلکہ اوس کا حاصل تو سلب ثبوت ہے اور ان دونوں میں بڑا فرق ہے)۔ یہ لفظ لآلی کے ہیں۔ اور اوسی سے مجمع میں مختصراً نقل کیا۔ تنزیہ میں اس کے بعد اتنا اور زیادہ فرمایا۔ وھذا یجئی فی کل حدیث قال فیہ ابن الجوزی لا یصح ونحوہ۔ یعنی امام ابن جوزی نے کتاب موضوعات میں جس جس حدیث کو غیر صحیح یا اوس کے مانند کوئی لفظ کہا ہے۔ اون سب میں یہی تقریر جاری ہے۔ کہ ان اوصاف کے عدم سے ثبوتِ وضع سمجھنا حلیۂ صحت سے عاطل و عاری ہے)۔ امام ابن حجر عسقلانی القول المسدد فی الذب عن المسند احمد میں فرماتے ہیں۔ لا یلزم من کون الحدیث لم یصح ان یکون موضوعاً۔ یعنی حدیث کے صحیح نہ ہونے سے موضوع ہونا لازم نہیں آتا)۔ امام سیوطی کتاب التعقبات علی الموضوعات میں فرماتے ہیں۔ اکثر ما حکم الذہبی علی ھذا الحدیث انہ قال متن لیس بصحیح وھذا صادق بضعفہ یعنی بڑھ سے بڑھ کر اس حدیث پر امام ذہبی نے اتنا حکم کیا۔ کہ یہ متن صحیح نہیں۔ یہ بات ضعیف ہونے سے بھی صادق ہے)۔ علی قاری موضوعات میں زیر بیان احادیث عقل فرماتے ہیں۔ لا یلزم من عدم الصحۃ وجود الوضع کما لا یخفی۔ یعنی کھلی ہوئی بات ہے۔ کہ حدیث کے صحیح نہ ہونے سے موضوع ہونا لازم نہیں آتا)۔ اسی میں روز عاشورا سرمہ لگانے کی حدیث پر امام احمد بن

ف۔ حدیث کے صحیح نہ ہونے اور موضوع ہونے میں تفاوت زمین و آسمان کا فرق ہے

حنبل رحمہ اللہ تعالےٰ کا حکم لا یصح ھذا الحدیث نقل کر کے فرماتے ہیں۔ قلت لا یلزم من عدم صحتہ ثبوت وضعہ غایتہ انہ ضعیف۔ یعنی میں کہتا ہوں۔ اوس کے صحیح نہ ہونے سے موضوع ہونا لازم نہیں۔ غائت یہ کہ ضعیف ہو)۔ علامہ طاہر صاحب مجمع تذکرۃ الموضوعات میں امام سند الحفاظ عسقلانی سے ناقل۔ ان لفظ لا یثبت لا یثبت الوضع فان الثابت یشمل الصحیح فقط والضعیف دونہ۔ یعنی کسی حدیث کو بے ثبوت کہنے سے اوس کے موضوعیت ثابت نہیں ہوتی۔ کہ ثابت تو وہی حدیث ہے۔ جو صحیح ہے۔ اور ضعیف کا درجہ اوس سے کم ہے)۔ بلکہ مولانا علی قاری آخر موضوعات کبیر میں حدیث البطیخ قبل الطعام یغسل البطن غسلا ویذھب بالداء۔ اصلاً کی نسبت قول امام ابن عساکر شاذ لا یصح نقل کر کے فرماتے ہیں۔ ھو یفید انہ غیر موضوع کما لا یخفی۔ یعنی اُن کا یہ کہنا ہی بتا رہا ہے کہ حدیث موضوع نہیں۔ جیسا کہ خود ظاہر ہے)۔ یعنی موضوع جانتے۔ تو باطل یا کذب یا موضوع یا مفتری یا مختلق کہتے نفی صحت پر کیوں اقتصار کرتے۔ فافہم۔ واللہ تعالےٰ اعلم *

تنبیہ ۔ بحمد اللہ تعالےٰ یہاں سے اون متکلمین طائفہ منکرین کا جہل شنیع و زور فظیع بوضوح تمام طشت از بام ہوگیا۔ جو کلمات علما مثل مقاصد حسنہ و مجمع البحار و تذکرۃ الموضوعات و مختصر المقاصد وغیرہا سے احادیث تقبیل ابہامین کے نفی صحت نقل کر کے بے دھڑک دعوے کر دیتے ہیں۔ کہ اون کے کلام سے بخوبی ثابت ہوا کہ جو احادیث انگوٹھے چومنے میں لائے جاتے ہیں۔ سب موضوع ہیں۔ اور یہ فعل ممنوع و غیر مشروع ہے۔ سبحان اللہ۔ کہاں نفی صحت کہاں حکم وضع کیا مزہ کی بات ہے۔ کہ جہاں درجات متعددہ ہوں۔ وہاں سب میں اعلےٰ کے نفی سے سب کا اونے ثبوت ہو جائے۔ مثلاً زید کو کہئے۔ کہ بادشاہ نہیں۔ تو اوس کے معنے یہہ ٹھیریں۔ کہ نان شبینہ کو محتاج ہے۔ یا متکلمین طائفہ کو کہئے۔ کہ اولیار نہیں۔ تو اس کا مطلب یہ قرار پائے۔ کہ سب کافر ہیں۔ ولکن الوھابیۃ قوم یجھلون ۰

افادۂ دوم ۔ کسی حدیث کی سند میں راوی کا مجہول ہونا اگر اثر کرتا ہے۔ تو صرف اسقدر کہ اوسے ضعیف کہا جائے نہ کہ باطل و موضوع۔ بلکہ علمار کو اس میں اختلاف ہے۔ کہ جہالت قادح صحت و مانع حجیت بھی ہے۔ یا نہیں۔ تفصیل مقام یہ کہ مجہول کی تین قسمیں ہیں۔ اوّل مستور جس کی عدالت ظاہری معلوم۔ اور باطنی کی تحقیق نہیں۔ اِس قسم کے راوی صحیح مسلم شریف میں بکثرت ہیں۔ دوم مجہول العین جس سے صرف ایک ہی شخص نے روائت کی ہو۔ وھذا علی نزاع

ف جہالت راوی سے صحت حدیث پر کیا اثر پڑتا ہے *

ف مجہول کی اقسام اور ان کے احکام

فیہ فانّ من العلماء من نفی الجہالۃ بروایۃ واحد معتمد مطلقا او اذا
کان لا یروی الا عن عدل عندہ کیحیی بن سعید القطان وعبد الرحمٰن
بن مہدی والامام احمد فی مسندہ وھناک اقوال اخر۔ سوم مجہول الحال جس
کی عدالت ظاہری و باطنی کچھ ثابت نہیں۔ وقد یطلق علی ما یشمل المستور
قسم اول یعنی مستور تو جمہور محققین کے نزدیک مقبول ہے مذہب امام الائمہ سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کا ہے۔ فتح المغیث میں ہے۔ قبلہ ابوحنیفۃ خلافا للشافعی۔ امام نووی فرماتے ہیں۔ یہی
صحیح ہے۔ قالہ فی شرح المہذب ذکرہ فی التدریب وکذلک مال الی
اختیارہ الامام ابو عمرو بن الصلاح فی مقدمتہ حیث قال فی المسئلۃ
الثامنۃ من النوع الثالث والعشرین یشبہ ان یکون العمل علی ھذا
الرأی فی کثیر من کتب الحدیث المشہورۃ فی غیر واحد من الرواۃ الذین
تقادم العہد بہم وتعذرت الخبرۃ الباطنۃ بہم۔ اور دو قسم باقی کو بعض
اکابر حجت جانتے۔ جمہور صورت ضعف مانتے ہیں۔ امام زین الدین عراقی الفیہ فرماتے ہیں :-

واختلفوا ہل یقبل المجہول ۔۔۔ وھو علی ثلثۃ مجعول
مجہول عین من لہ راو فقط ۔۔۔ ردہ الاکثر والقسم الوسط
مجہول حال باطن وظاہر ۔۔۔ وحکمہ الرد لدی الجماہر
الثالث المجہول للعدالۃ ۔۔۔ فی باطن فقط فقد رای لہ
حجیۃ بعض من منع ۔۔۔ ما قبلہ منہم سلیم[1] فقطع

اسی طرح تقریب النواوی و تدریب الراوی وغیرہما میں ہے۔ بلکہ امام نووی نے مجہول العین کا
قبول بھی بہت محققین کی طرف نسبت فرمایا۔ مقدمہ منہاج میں فرماتے ہیں۔ المجہول اقسام
مجہول العدالۃ ظاہرا وباطنا ومجہولہا باطنا مع وجودہا ظاہرا وھو المستور
ومجہول العین فاما الاول فالجمہور علی انہ لا یحتج بہ واما الآخران فاحتج
بہما کثیرون من المحققین۔ بلکہ اجل عارف باللہ سیدی ابوطالب مکی قدس سرہ الملکی
اسی کو فقہائے کرام و اولیائے عظام قدست اسرارہم کا مذہب قرار دیتے ہیں۔ کتاب مستطاب
جلیل القدر عظیم الفخر قوت القلوب فی معاملۃ المحبوب کے فصل ۳۱ میں فرماتے ہیں۔ بعض ما

[1] ای الامام سلیم التصغیر ابن ایوب الرازی الشافعی فانہ قطع بقبولہ ۱۲ منہ سلمہ

یضعف بر رواۃ الحدیث وتعلل بہ احادیثھم لا یکون تعلیلا ولا جرحا عند الفقہا ولا عند العلماء باللہ تعالیٰ مثل ان یکون الراوی مجھولا لایثارہ الخمول وقد ندب الیہ او لقلۃ الاتباع لہ اذ لم یقع لھم الاثرۃ عنہ۔ یعنی بعض وہ باتیں جن کے سبب راویوں کو ضعیف اور اون کی حدیثوں کو غیر صحیح کہدیا جاتا ہے۔ فقہا و اولیا کے نزدیک باعثِ ضعف و جرح نہیں ہوتیں۔ جیسے راوی کا مجہول ہونا۔ اِسلئے کہ اوس نے گمنامی پر ؎ندگی۔ کہ خود شرع مطہر نے اس کی ترغیب فرمائی۔ اوس کے شاگرد کم ہوئے۔ کہ لوگوں کو اُس سے روایت کا اتفاق نہ ہُوا) بہر حال نزاع اس میں ہے۔ کہ جہالت سرے سے وجہ طعن سے بھی ہے۔ یا نہیں۔ یہ کوئی نہیں کہتا۔ کہ جس حدیث کا راوی مجہول ہو۔ خواہی نخواہی باطل و مجعول ہو۔ بعض متشددین نے اگر دعوے سے قاصر دلیل ذکر بھی کی۔ علماء نے فوراً ردّ و ابطال فرمادیا۔ کہ جہالت کو وضع سے کیا علاقہ۔ مولانا علی قاری رسالہ فضائلِ نصف شعبان میں فرماتے ہیں۔ جھالۃ بعض الرّواۃ لا یقتضی کون الحدیث موضوعًا وکذا نکارۃ الالفاظ فینبغی ان یحکم علیہ بانہ ضعیف ثم یعمل بالضعیف فی فضائل الاعمال۔ یعنی بعض راویوں کا مجہول یا الفاظ کا بے قاعدہ ہونا یہ نہیں چاہتا۔ کہ حدیث موضوع ہو۔ ہاں ضعیف کہو پھر فضائلِ اعمال میں ضعیف پر عمل کیا جاتا ہے۔) مرقاۃ[1] شرح مشکوٰۃ میں امام ابن حجر مکی سے نقل فرمایا فیہ راو مجھول ولا یضر لانہ من احادیث الفضائل۔ اس میں ایک راوی مجہول ہے اور کچھ نقصان نہیں۔ کہ یہ حدیث تو فضائل کی ہے)۔ موضوعات کبیر میں استاذ المحدثین امام زین الدین عراقی سے نقل فرمایا۔[2] انہ لیس بموضوع وفی سندہ مجھول۔ یہ موضوع نہیں اس کی سند میں ایک راوی مجہول ہے)۔ امام بدر الدین زرکشی پھر امام محقق جلال الدین سیوطی لآلی مصنوعہ میں فرماتے ہیں۔ لو ثبتت جھالتہ لم یلزم ان یکون الحدیث موضوعا مالم یکن فی اسنادہ من یتھم بالوضع یعنی راوی کی جہالت ثابت بھی ہو۔ تو حدیث کا موضوع ہونا لازم نہیں جب تک اوس کی سند میں کوئی راوی وضع حدیث سے متہم نہ ہو)

---

[1] ذکرہ فی باب فضل الاذان واجابۃ المؤذن آخر الفصل الثانی۔ ۱۲ منہ سلمہ [2] یرید حدیث عالم قریش یملؤ الارض علماً۔ ۱۲ منہ سلمہ [3] قالہ فی حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما فی صلوٰۃ التسبیح حین اعلہ ابو الفرج بجہالۃ موسےٰ بن عبد العزیز ۱۲ منہ سلمہ +

یہی دونوں امام تخریج احادیث رافعی ولآلی میں فرماتے ہیں۔ لایلزم[1] من الجھل بحال الراوی ان یکون الحدیث موضوعًا۔ راوی کے مجہول الحال ہونے سے حدیث کا موضوع ہونا لازم نہیں آتا) امام ابوالفرج ابن الجوزی نے اپنی کتاب موضوعات میں حدیث من قرض بیت شعر بعد العشاء الآخرۃ لم تقبل لہ صلوٰۃ تلک اللیلۃ کی یہ علت بیان کی کہ اس میں ایک راوی مجہول اور دوسرا مضطرب کثیر الخطاء ہے۔ اس پر شیخ الحفاظ امام ابن حجر عسقلانی نے القول المسدد فی الذب عن مسند احمد پھر امام سیوطی نے لآلی وتعقبات میں فرمایا۔ لیس فی شیئ مما ذکرہ ابوالفرج ما یقتضی الوضع یہ علتیں جو ابوالفرج نے ذکر کیں۔ ان میں ایک بھی موضوعیت کی مقتضی نہیں ہے۔ امام ابن حجر مکی صواعق محرقہ میں حدیث انس رضی اللہ عنہ فی تزویج فاطمۃ من علی رضی اللہ تعالےٰ عنہما کی نسبت فرماتے ہیں کونہ کذبا فیہ نظر وانما ھو غریب فی سندہ مجہول اس کا کذب ہونا مسلّم نہیں۔ ہاں غریب ہے اور راوی مجہول۔ علامہ زرقانی شرح مواہب میں فرماتے[2] ہیں۔ قال السہیلی فی اسنادہ[3] مجاھیل وھو یفید ضعفہ فقط وقال ابن کثیر منکر جدا وسندہ مجہول وھو ایضا صریح فی انہ ضعیف فقط فالمنکر من قسم الضعیف ولذا قال السیوطی بعد ما اورد قول ابن عساکر منکر ھذا احجۃ لما قلتہ من انہ ضعیف لا موضوع لان المنکر من قسم الضعیف وبینہ وبین الموضوع فرق معروف فی الفن فالمنکر ما انفرد بہ الراوی الضعیف مخالفا لرواتہ الثقات فان انتفت کان ضعیفا فقط وھی مرتبۃ فوق المنکر اصلح حالا منہ اھ ملخصا۔ خلاصہ یہ کہ سند میں متعدد مجہولوں کا ہونا حدیث میں صرف ضعف کا مورث ہے۔ اور صرف ضعیف کا مرتبہ حدیث منکر سے احسن واعلےٰ ہے۔ جسے ضعیف راوی نے ثقہ راویوں کے خلاف روایت کیا ہو۔ پھر وہ بھی موضوع نہیں۔ تو فقط ضعیف کو موضوعیت سے کیا علاقہ۔ امام جلیل جلال الدین سیوطی نے ان مطالب کی تصریح فرمائی۔ واللہ تعالےٰ اعلم ۔

افادۂ سوم۔ اسی طرح سند کا منقطع ہونا مستلزم وضع نہیں۔ ہمارے ائمہ کرام اور جمہور علماء کے نزدیک تو انقطاع سے صحت وحجیت ہی میں کچھ خلل نہیں آتا۔ امام محقق کمال الدین

سلہ قالاہ فی حدیث وعید تارک الحج فلیمت ان شاء یہودیا او نصرانیا ۱۲ منہ سلمہ ربہ ۔ سلہ باب وفاۃ امہ وما یتعلق بابویہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ۱۲ منہ سلہ یعنی حدیث احیاء الابوین الکریمین حتی آمنا بہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ۱۲ منہ سلمہ ربہ ۔

مسئلہ ۳۔ وضع حدیث منقطع

افادۂ نہم مدرج مضطرب منکر ضعیف ہیں موضوع نہیں

محمد بن الہمام فتح القدیر میں فرماتے ہیں - ضعف بالانقطاع وھو عندنا کالارسال[۱] بعد عدالۃ الرواۃ و ثقتھم لا یضرّ - امام ابن امیر الحاج حلیہ[۲] میں فرماتے ہیں - لا یضرّ ذلک فان المنقطع کالموسل فے قبولہ من الثقات مولانا علی قاری مرقاۃ[ج] میں فرماتے ہیں قال ابوداؤد ھذا مرسل ای نوع مرسل وھو المنقطع لکن المرسل حجۃ عندنا وعند الجمھور - اور جو اُسے قادح جانتے ہیں - وہ بھی صرف مورث ضُعف مانتے ہیں نہ کہ مستلزم موضوعیت - مرقاۃ شریف میں امام ابن حجر مکی سے منقول[۳] - لا یضرّ ذلک فی الاستدلال بہ ھھنا لان المنقطع یعمل بہ فی الفضائل اجماعاً یعنی یہ امر یہاں کچھ استدلال کو مضر نہیں - کہ منقطع پر فضائل میں تو بالاجماع عمل کیا جاتا ہے ۔

افادۂ چہارم - انقطاع تو ایک امر سہل ہے - جسے صرف بعض نے طعن جانا - علماء فرماتے ہیں - حدیث کا مضطرب بلکہ مُنکر ہونا بھی موضوعیت سے کچھ علاقہ نہیں رکھتا یہاں تک کہ دربارۂ فضائل مقبول رہیگی - بلکہ فرمایا - کہ مدرج بھی موضوع سے جدا قسم ہے حالانکہ اوس میں تو کلام غیر کا خلط ہوتا ہے - تعقبات[۴] میں ہے - المضطرب من قسم الضعیف لا الموضوع - اسی[۵] میں ہے - المنکر نوع اٰخر غیر الموضوع وھو من قسم الضعیف اوسی[۶] میں ہے - صرح ابن عدی بان الحدیث منکر فلیس بموضوع - اِسی[۷] میں ہے - المنکر من قسم الضعیف وھو محتمل فی الفضائل - اسی[۸] میں ہے - الذھبی قال فی تاریخہ ھذا حدیث منکر لا یعرف الا بذشر وھو ضعیف انتھی فعلم انہ ضعیف لا موضوع اوسی[۹]

---

[۱] قولہ کالارسال اے علی تفسیرہ ویمنہ علی آخر وھو ھو علے اطلاق ۱۲ ۱۲ منہ سلمہ ربہ [۲] اول صفۃ الصلوٰۃ فی الکلام علی زیادۃ وجل ثناؤک فی الثناء ۱۲ منہ [ج] تحت حدیث ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کان النبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقبل بعض ازواجہ ثم یصلی ولا یتوضاء ۱۲ منہ سلمہ ربہ ۔ [۳] تحت حدیث اذا رکع احدکم فقال فی رکوعہ سبحان ربی العظیم ثلث مرات فقد تم رکوعہ - قال الترمذی لیس اسنادہ بمتصل فقال ابن حجر ھو لا یضرّ ذلک الخ ۱۲ منہ سلمہ ربہ [۴] ذکر وفی آخر باب الجنائز ۱۲ منہ سلمہ ربہ [۵] اول باب الاطعمۃ ۱۲ منہ سلمہ ربہ ۔ [۶] اول باب البعث ۱۲ منہ سلمہ ربہ

[۷] قالہ فی اواخر الکتاب نحو حدیث فضل قزوین ۱۲ منہ سلمہ ربہ ۔

[۸] اٰخر باب التوحید ۱۲ منہ سلمہ ربہ ۔ [۹] اوّل باب اللباس ۱۲ منہ سلمہ ربہ ۔

میں ہے۔ حدیث ابی امامۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ علیکم بلباس الصوف تجدوا حلاوۃ الایمان فی قلوبکم الحدیث بطولہ فیہ الکدیمی وضاع قلت قال البیھقی فی الشعب ھذہ الجملۃ من الحدیث معروفۃ من غیر ھذا الطریق و زاد الکدیمی فیہ زیادۃ منکرۃ ویشبہ ان یکون من کلام بعض الرواۃ فالحق بالحدیث انتھی والجملۃ المعروفۃ اخرجھا الحاکم فی المستدرک والحدیث المطول من قسم المدرج لا الموضوع +

افادۂ پنجم - خیر جہالت راوی کا تو یہ حاصل تھا۔ کہ شاگرد ایک یا عدالت مشکوک شخص تو معین تھا۔ کہ فلاں ہے۔ مبہم میں تو اتنا بھی نہیں۔ جیسے حدثنی رجل مجھ سے ایک شخص نے حدیث بیان کی۔ یا بعض اصحابنا۔ ایک رفیق نے خبر دی۔ پھر یہ بھی صرف مورث ضعف ہے۔ نہ کہ موجب وضع۔ امام الشان علامہ ابن حجر عسقلانی رسالہ قوۃ الحجاج فی عموم المغفرۃ للحجاج۔ پھر خاتم الحفاظ لآلی میں فرماتے ہیں۔ لا یستحق الحدیث ان یوصف بالوضع بمجرد ان راویہ لم یسم۔ ولہٰذا تصریح فرمائی۔ کہ حدیث مبہم کا طرق دیگر سے جبر نقصان ہو جاتا ہے۔ تعقبات میں زیر حدیث اطلبوا الخیر عند حسان الوجوہ کہ عقیلی نے بطریق یزید بن ھارون قال انبانا شیخ من قریش عن الزھری عن عائشۃ رضی اللہ عنھا روایت کی فرمایا۔ اوردہ (یعنی بالفرج) من حدیث عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنھا من طرق فی الاول رجل لم یسم وفی الثانی عبد الرحمٰن بن ابی بکر الملیکی متروک وفی الثالث الحکم بن عبد اللہ الایلی احادیثہ موضوعۃ قلت عبد الرحمٰن لم یتھم بکذب ثم انہ لم ینفرد بہ بل تابعہ اسمٰعیل بن عیاش وکلاھما یجبران ابھام الذی فی الطریق الاول اھ مختصرا۔ بلکہ مبہم خود حدیث دیگر کو قوت دینے کی لیاقت رکھتی ہے۔ استاذ الحفاظ قوۃ الحجاج پھر خاتم الحفاظ تعقبات[1] میں فرماتے ہیں۔ رجالہ ثقات الا ان فیہ مبھما لم یسم فان کان ثقۃ فھو علٰی شرط الصحیح وان کان ضعیفا فھو عاضد للمسند المذکور +

افادۂ ششم - بھلا جہالت وابہام تو عدم علم عدالت ہے۔ اور بداہت عقل شاہد کہ علم عدم علم سے زائد۔ مجہول ومبہم کا کیا معلوم شاید فی نفسہ ثقہ ہو کما مر انفا عن الامامین

ف: افادۂ ششم ضعف راویان کے باعث حدیث کو موضوع کہہ دینا ظلم و جزاف ہے

---

[1] باب الحج حدیث دعا لامتہ عشیۃ عرفۃ بالمغفرۃ ۱۲ منہ سلمہ ربہ +

الحافظین - اور جس پر جرح ثابت - احتمال ساقط - ولہٰذا محدثین دربارۂ مجہول رد و قبول میں مختلف اور ثابت الجرح کے رد پر متفق ہوئے - امام نووی مقدمہ منہاج میں ابو علی غسانی جیانی سے ناقل الناقلون سبع طبقات ثلٰث مقبولة وثلٰث متروكة والسابعة مختلف فيها (الی قولہ) - السابعة قوم مجہولون انفردوا بروايات لم يتابعوا عليها فقبلهم قوم ووقفهم آخرون ۔ پھر علماء کی تصریح ہے - کہ مجرد ضعف رواۃ کے سبب حدیث کو موضوع کہدینا ظلم و جزاف ہے - حافظ سیف الدین احمد بن ابی المجد پھر قدوۃ الفن شمس ذہبی اپنی تاریخ پھر خاتم الحفاظ تعقبات[۵] ولآلی و تدریب میں فرماتے ہیں - صنف ابن الجوزی كتاب الموضوعات فاصاب فی ذکر احادیث مخالفة للنقل والعقل ومما لم يصب فيه اطلاقه الوضع على احاديث بكلام بعض الناس في رواتها كقوله فلان ضعيف او ليس بالقوى او لين وليس ذلك الحديث مما يشهد القلب ببطلانه ولا فيه مخالفة ولا معارضة لكتاب ولا سنة واجماع ولا حجة بانه موضوع سوى كلام ذلك الرجل في رواته وهذا عدوان ومجازفة ۔

افادہ ہفتم - پھر کسی ہلکے سے ضعف کی خصوصیت نہیں - بلکہ سخت سخت اقسام جرح میں جنکا ہر ایک جہالت راوی سے بدرجہا بدتر ہے - یہی تصریح ہے - کہ اُن سے بھی موضوعیت لازم نہیں - مثلاً راوی کی اپنے مرویات سے ایسی غفلت کہ دُوسرے کی تلقین قبول کرلے - یعنے دوسرا جو بتاوے - کہ تُو نے یہ سُنا تھا - وہی مان لے - پُر ظاہر کہ یہ شدت غفلت سے ناشی اور غفلت کا طعن فسق سے بھی بدتر اور جہالت سے تو چار درجہ زیادہ سخت ہے - امام الشان نے نخبۃ الفکر میں اسباب طعن کی دس قسمیں فرمائیں - ۱ - **کذب** - کہ معاذ اللہ قصداً حضور اقدس صلی اللہ تعالے علیہ وآلہ وسلم پر افترا کرے ۔ ۲ - **تہمت کذب** کہ جو حدیث اوس کے سوا دُوسرے سے روایت نہ کی ہو - مخالف قواعد دینیہ ہو - یا اپنے کلام میں جھوٹ کا عادی ہو - ۳ - **کثرت غلط** - ۴ - **غفلت** ۵ - **فسق** - ۶ - **وہم** - ۷ - **مخالفت ثقات** - ۸ - **جہالت** - ۹ - **بدعت** - ۱۰ - **سوء حفظ** اور تصریح فرمائی - کہ ہر پہلا دوسرے سے سخت تر ہے - حیث قال الطعن يكون بعشرة اشياء

---

[۵] قاله تحت حديث من قرء آية الكرسى بعد كل صلوة مكتوبة لم يمنعه من دخول الجنة الا ان يموت ۱۲ منه سلمه ربه ۔

فی اداء نقص او بیان غلط او لاصحیح من دون ان یکون کالمتقن ۔

بعضہا اشد فی القدح من بعض وترتیبہا علی الاشد فالاشد فی موجب الرد اھ ملخصًا[۱]۔ پھر علماء فرماتے ہیں۔ ایسے غافل شدید الغفلۃ کی حدیث بھی موضوع نہیں اواخرِ تعقبات میں ہے۔ فیہ یزید بن ابی زیاد وکان یلقن فیتلقن قلت ھذا لایقتضی الحکم بوضع حدیثہ ٭ **افادۂ ہشتم**۔ یُوں ہی منکر الحدیث اگرچہ یہ جرح امام اجل محمد بن اسمٰعیل بخاری علیہ رحمۃ الباری نے فرمائی ہو۔ حالانکہ وہ ارشاد فرما چکے ہیں۔ کہ میں جسے منکر الحدیث[۲] کہوں۔ اوس سے روایت حلال نہیں۔ میزان الاعتدال امام ذہبی میں ہے۔ نقل ابن القطان[۳] ان البخاری قال کل من قلت فیہ منکر الحدیث فلاتحل الروایۃ عنہ۔ اوسی میں[۴] میں ہے۔ قد مرّ لنا ان البخاری قال من قلت فیہ منکر الحدیث فلایحل روایۃ حدیثہ۔ بااینہمہ علماء نے فرمایا۔ ایسے کی حدیث بھی موضوع نہیں۔ تعقبات میں ہے۔ قال البخاری منکر الحدیث فغایۃ امر حدیثہ ان یکون ضعیفًا ٭

افادۂ نہم۔ ضعیفوں میں بدتر درجہ متروک کا ہے جس کے بعد صرف[۵] متہم بالوضع یا کذاب دجال کا مرتبہ ہے۔ میزان میں ہے۔ اردی عبارات الجرح دجال کذاب او وضاع یضع الحدیث ثم متہم بالکذب ومتفق علی ترکہ ثم متروک الخ۔ امام الشان تقریب التہذیب میں ذکر مراتب رواۃ میں فرماتے ہیں۔ العاشرۃ من لم یوثق البتۃ وضعف مع ذلک بقادح والیہ الاشارۃ بمتروک او متروک الحدیث او واہی الحدیث او

[۱] کانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کان یتورع عن اطلاق الفاظ شدیدۃ تحاشیًا ان یکون بعضہ من باب شتم الاعراض وقد وجب الذب عن الاحادیث فاصطلح علی ھذا جمعًا بین الامرین ۱۲ منہ سلمہ ربہ [۲] ذکرہ فی ابان بن جبلۃ الکوفی ۱۲ منہ [۳] قالہ فی سلیمٰن بن داؤد الیمامی ۱۲ منہ سلمہ ربہ [۴] باب فمنہا انی نقلان ۱۲ منہ سلمہ ربہ [۵] بلکہ مولانا علی قاری نے حاشیہ نزہۃ النظر میں متروک و متہم بالوضع کا ایک مرتبہ میں ہونا نقل کیا۔ حیث قال قیل المرتبۃ الثالثۃ فلان متہم بالکذب او الوضع او ساقط او ھالک او ذاھب او ذاھب الحدیث وفلان متروک او متروک الحدیث او ترکوہ اقول وکان ھذا القائل ایضًا لایقول باستواء جمیع ما ذکر فی المرتبۃ بل فیما ایضًا تشکیک عندہ وکانہ الی ذلک اشار باعادۃ فلان قبل قولہ متروک الا ان فیہ ان ساقطًا وما بعدہ لایفوق متروکًا وما بعدہ فافہم ۱۲ منہ سلمہ ربہ ٭

فـ۵ - افادۂ ہشتم منکر الحدیث کی حدیث بھی موضوع نہیں ٭

فـ۶ - افادۂ نہم متروک کی حدیث بھی موضوع نہیں ٭

ساقط الحادیۃ عشر من اتہم بالکذب الثانیۃ عشر من اطلق علیہ اسم الکذب والوضع۔ اس پر بھی علماء نے تصریح فرمائی کہ متروک کی حدیث بھی صرف ضعیف ہی ہے۔ موضوع نہیں امام ابن حجر اطراف العشرہ پھر خاتم الحفاظ لآلی[1] میں فرماتے ہیں۔ زعم ابن حبان وتبعہ ابن الجوزی ان ھذا المتن موضوع ولیس کما قالا فان الراوی وان کان متروکا عند الاکثر ضعیفا عند البعض فلم ینسب للوضع اھ مختصرا۔ امام بدر زرکشی کتاب النکت علی ابن الصلاح پھر خاتم الحفاظ لآلی[2] میں فرماتے ہیں۔ بین قولنا لم یصح وقولنا موضوع بون کبیر وسلیمان ابن ارقم وان کان متروکا فلم یتہم بکذب ولا وضع اھ ملخصا۔ ابو الفرج نے ایک حدیث میں طعن کیا۔ کہ المفضل متروک۔ لآلی[3] میں فرمایا۔ فی الحکم بوضعہ نظر فان المفضل لم یتہم بکذب۔ تعقبات[4] میں ہے اصبغ شیعی متروک عند النسائی فحاصل[5] کلامہ انہ ضعیف لا موضوع وبذلک صرح البیہقی حدیث چلہ صوفیہ کرام قدست اسرارہم۔ کہ من اخلص للہ تعالٰی اربعین یوما ظہرت ینابیع الحکمۃ من قلبہ علی لسانہ ابن جوزی نے بطرق عدیدہ روایت کرکے اوس کے رواۃ میں کسی کے مجہول کسی کے کثیر الخطاء کسی کے مجروح کسی کے متروک ہونے سے طعن کیا۔ تعقبات میں سب کا جواب یہی فرمایا۔ کہ ما فیہم متہم بکذب۔ یعنی یہ سب کچھ سہی۔ پھر اون میں کوئی متہم بکذب تو نہیں۔ کہ حدیث کو موضوع کہہ سکیں۔ یوں ہی ایک حدیث[6] کی علت بیان کی۔ بشر بن نمیر عن القاسم متروکان تعقبات میں فرمایا۔ بشر لم یتہم بکذب حدیث ابی ہریرۃ اتخذ اللہ ابراہیم خلیلا۔ الحدیث میں کہا۔ تفرد بہ مسلمۃ بن علی الخشنی وھو متروک تعقبات میں فرمایا۔ مسلمۃ وان ضعف فلم یجرح بکذب حدیث ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ ثلثۃ لا یعادون

---

[1] فی التوحید تحت حدیث ابن عدی ان اللہ عزوجل قرأ طٰہٰ ویٰس قبل ان یخلق آدم الحدیث ۱۲ منہ سلمہ ربہ [2] نیز تحت حدیثہ ایضا والذی نفسی بیدہ ما انزل اللہ من وحی قط علی نبی بینہ وبینہ الا بالعربیۃ الحدیث ۱۲ منہ [3] فیہ ایضا تحت حدیث ابن شاہین لما کلم اللہ تعالٰی یوم الطور کلمہ بغیر الکلام الذی کلمہ یوم ناداہ الحدیث ۱۲ منہ سلمہ ربہ [4] ذکرہ فی اول باب الصلوٰۃ ۱۲ منہ [5] الکفایۃ للمذہبی ۱۲ منہ [6] یعنی حدیث ابی امامہ من قال حین یمسی صلی اللہ تعالٰی علی نوح وعلیہ السلام لم تلدغہ عقرب تلک اللیلۃ منہ سلمہ ربہ

پر بھی مسلمہ مذکورسے طعن کیا۔ تعقبات میں فرمایا۔ لم یتھم بکذب والحدیث ضعیف لا موضوع ۔ سبحان اللہ جب انتہا درجہ کی شدید جرحوں سے موضوعیت ثابت نہیں ہوتی ۔ تو صرف جہالت راوی یا انقطاع سند کے سبب موضوع کہدینا کیسی جہالت اور عدل وعقل سے انقطاع کی حالت ہے۔ ولکن الوھابیۃ قوم یجھلون ۔ **تذییل** ۔ یہ ارشادات تو ہمارے ایئمہ کرام رحمہم اللہ تعالٰے کے تھے ۔ ایک قول وہابیہ کے امام شوکانی کا بھی لیجیے ۔ موضوعات ابوالفرج میں یہ حدیث کہ جب مسلمان کی عمر چالیس برس کی ہوتی ہے۔ اللہ تعالٰے جنون و جذام وبرص کو اوس سے پھیر دیتا ہے ۔ اور پچاس برس والے پر حساب میں نرمی اور ساٹھ برس والے کو توبہ وعبادت نصیب ہوتی ہے ۔ ہفتاد سالہ کو اللہ عزوجل اور اوس کے فرشتے دوست رکھتے ہیں ۔ اسی برس والے کی نیکیاں قبول اور برائیاں معاف ۔ نوے برس والے کے سب اگلے پچھلے گناہ مغفور ہوتے ہیں ۔ وہ زمین میں اللہ عزوجل کا قیدی کہلاتا ہے ۔ اور اپنے گھر والوں کا شفیع کیا جاتا ہے ۔ بطرق عدیدہ روایت کرکے اوس کے راویوں پر طعن کئے ۔ کہ یوسف بن ابی ذرہ راوی مناکیر لیس بشیء ۔ اور فرج ضعیف منکر الحدیث کہ واہی حدیثوں کو صحیح سندوں سے ملا دیتا ہے ۔ اور محمد بن عامر حدیثوں کو پلٹ دیتا ۔ ثقات سے وہ روایتیں کرتا ہے ۔ جو اون کی حدیث سے نہیں ۔ اور عزرمی متروک ۔ اور عباد بن عباد مستحق ترک ۔ اور عزرہ کو یحیٰی بن معین نے ضعیف بتایا ۔ اور ابوالحسن کوفی مجہول ۔ اور عائذ ضعیف ہے شوکانی نے ان سب مطاعن کو نقل کرکے کہا ۔ ھذا غایۃ ما ابداہ ابن الجوزی دلیلا علٰی ما حکم بہ من الوضع وقد افرط وجاز فلیس مثل ھذہ المقالات توجب الحکم بالوضع بل اقل احوال الحدیث ان یکون حسنا لغیرہ یعنی ابن جوزی نے جو اس حدیث پر حکم وضع کیا ۔ اوس کی دلیل میں انتہا درجہ یہ طعن پیدا کئے ۔ اور بیشک وہ حد سے بڑھے ۔ اور بیجا کی کو کام میں لائے مگر ایسے طعن حکم وضع کے موجب نہیں ۔ بلکہ کم درجہ حال اس حدیث کا یہ ہے ۔ کہ حسن لغیرہ ہوا ۔ انتھی واللہ الھادی الی سبیل الھدٰی ۔ **افادہ فہم** ۔ غرض ایسے وجوہ سے حکم وضع کی طرف راہ چاہنا محض ہوس ہے ۔ ہاں موضوعیت یوں ثابت ہوتی ہے ۔ کہ اوس روایت کا مضمون قرآن عظیم یا سنت متواترہ یا اجماع قطعی قطعیات الدلالۃ یا عقل صریح یا حس صحیح یا تاریخ یقینی کے ایسا مخالف ہو کہ احتمال تاویل و تطبیق نہ رہے ۔ (۷) یا معنی شنیع و قبیح ہوں ۔ جن کا صدور حضور پر نور صلوات اللہ تعالٰے علیہ سے معقول نہ ہو ۔ جیسے معاذ اللہ کسی فساد یا ظلم یا عبث یا سفہ یا مدح باطل یا ذم حق پر مشتمل ہونا ۔ (۸) یا ایک جماعت جس کا عدد حد تواتر کو پہنچے ۔ اور

اون میں احتمال کذب یا ایک دوسرے کی تقلید کا نہ رہے۔ اوس کے کذب و بطلان پر گواہی مستندًا[1] الی الحس دے (۹) یا خبر کسی ایسے امر کی ہو کہ اگر واقع ہوتا۔ تو اوس کی نقل و خبر مشہور و مستفیض ہو جاتے۔ مگر اوس روایت کے سوا اوس کا کہیں پتہ نہیں۔ (۱۰) یا کسی حقیر فعل کی مدحت اور اوس پر وعدہ و بشارت یا صغیر امر کی مذمت اور اوس پر وعید و تہدید میں ایسے لمبے چوڑے مبالغے ہوں جنہیں کلام معجز نظام نبوت سے مشابہت نہ رہے۔ یہ دس صورتیں تو صریح ظہور و وضوح وضع کی ہیں۔ (۱۱) یا یوں حکم وضع کیا جاتا ہے کہ لفظ رکیک و سخیف ہوں۔ جنہیں سمع دفع اور طبع منع کرے۔ اور ناقل مدعی ہو۔ کہ یہ بعینہا الفاظِ کریمہ حضور افصح العرب صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ہیں۔ یا وہ محل ہی نقل بالمعنی کا نہ ہو۔ (۱۲) یا ناقل رافضی حضرات اہلبیت کرام علی سیدہم وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کے فضائل میں وہ باتیں روایت کرے جو اوس کے غیر سے ثابت نہ ہوں۔ جیسے حدیث لحمك لحمی ودمك دمی۔

اقول۔ انصافاً یوں ہی وہ مناقب امیر معاویہ و عمرو بن العاص رضی اللہ تعالےٰ عنہما کہ صرف نواصب کی روایت سے آئیں۔ کہ جس طرح روافض نے فضائل امیر المؤمنین و اہلبیت طاہرین رضی اللہ تعالےٰ عنہم میں قریب تین لاکھ حدیثوں کے وضع کیں۔ کما نص علیہ الحافظ ابو یعلی والحافظ الخلیلی فی الارشاد۔ یوں ہی نواصب نے مناقب امیر معویہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ میں بہت حدیثیں گھڑیں۔ کما ارشد الیہ الامام الذاب عن السنۃ احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالےٰ۔ (۱۳) یا قرائن حالیہ گواہی دے رہے ہوں۔ کہ یہ روایت اوس شخص نے کسی طمع سے یا غضب وغیرہما کے باعث ابھی گھڑ کر پیش کر دی ہے۔ جیسے حدیث سبق میں زیادت جناح اور حدیث ذم معلمین اطفال۔ (۱۴) یا تمام کتب و تصانیف اسلامیہ میں استقرائے تام کیا جائے۔ اور اوس کا کہیں پتہ نہ چلے۔ یہ صرف اجلہ حفاظ ائمہ شان کا کام تھا جس کی لیاقت صدہا سال سے معدوم۔ (۱۵) یا راوی خود اقرارِ وضع کر دے۔ خواہ صراحۃً خواہ ایسی بات کہے۔ جو بمنزلہ اقرار ہو۔ مثلاً ایک شخص سے بلا واسطہ بدعوے سماع روایت کرے۔ پھر اوس کی تاریخ وفات وہ بتائے کہ اوس کا اوس سے سننا معقول نہ ہو۔ یہ پندرہ باتیں ہیں کہ شاید اس جمع و تلخیص کے ساتھ ان سطور کے سوا نہ ملیں۔ ولو بسطنا المقال علی کل صورۃ لطال الکلام وتقاصی المرام ولسنا ھنالك بصدد ذلك ہ

ثم اقول۔ رہا یہ کہ جو حدیث ان سب سے خالی ہو۔ اوس پر حکم وضع کی رخصت کس حال میں ہے۔ اس باب میں کلمات علمائے کرام تین طرز پر ہیں۔ (۱) انکار محض یعنے بے امور مذکورہ

[1] ردّ ته لان التواتر لایعتبر الا فی الحسیات کما نص علیہ فی الاصلین ۱۲ منہ سلمہ ربہ

کے اصلاً حکم وضع کی راہ نہیں - اگرچہ راوی وضاع کذاب ہی پر اوس کا مدار ہو - امام سخاوی نے فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث ؎ میں اسی پر جزم فرماتے ہیں مجرد تفرد الکذاب بل الوضاع ولو کان بعد الاستقصاء فی التفتیش من حافظ متبحر تام الاستقراء غیر مستلزم لذلک بل لابد معہ من انضمام شیء مما سیأتی اگر کوئی حافظ جلیل القدر کہ علم حدیث میں استقصائے تام کرے اور با ایں ہمہ حدیث کا پتہ ایک راوی کذاب بلکہ وضاع کی روایت سے جدا کہیں نہ ملے - تاہم اس سے حدیث کی موضوعیت لازم نہیں آتی - جب تک امور مذکورہ سے کوئی امر اوس میں موجود نہ ہو) - مولانا علی قاری نے موضوعات کبیر میں حدیث ابن ماجہ دربارۂ اتخاذ دجاج کی نسبت نقل کیا - کہ اوس کی سند میں علی بن عروہ دمشقی ہے ابن حبان نے کہا - وہ حدیثیں وضع کرتا تھا - پھر فرمایا - والظاھر ان الحدیث ضعیف لا موضوع ظاہر یہ ہے - کہ یہ حدیث ضعیف ہے - موضوع نہیں) حدیث فضیلت عسقلان کا راوی ابو عقال ہلال بن زید ہے - ابن حبان نے کہا - وہ انس رضی اللہ تعالٰے عنہ سے موضوعات روایت کرتا - ولہٰذا ابن الجوزی نے اوس پر حکم وضع کیا - امام الشان حافظ ابن حجر نے قول مسدد پھر خاتم الحفاظ نے لآلی میں فرمایا - ھذا الحدیث فی فضائل الاعمال والتحریض علی الرباط و لیس فیہ ما یحیلہ الشرع ولا العقل فالحکم علیہ بالبطلان بمجرد کونہ من روایۃ ابی عقال لا یتجہ وطریقۃ الامام احمد معروفۃ فی التسامح فی احادیث الفضائل دون احادیث الاحکام - یہ حدیث فضائل اعمال کی ہے - اس میں سرحد دار الحرب پر گھوڑے باندھنے کی ترغیب ہے - اور ایسا کوئی امر نہیں جسے شرع یا عقل محال مانے - تو صرف اس بنا پر کہ اوس کا راوی ابو عقال ہے - باطل کہہ دینا نہیں بنتا - امام احمد کی روش معلوم ہے - کہ احادیث فضائل میں نرمی فرماتے ہیں - نہ احادیث احکام میں) یعنی تو اوسے درج مسند فرمانا کچھ معیوب نہوا

(۲) کذاب وضاع جس سے عمداً نبی صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم پر معاذ اللہ بہتان وافترا کرنا ثابت ہو - صرف ایسے کی حدیث کو کہینگے - وہ بھی بطریق ظن نہ بروجہ یقین کہ بڑا جھوٹا بھی کبھی سچ بولتا ہے - اور اگر قصداً افترا اوس سے ثابت نہیں - تو اوس کی حدیث موضوع نہیں - اگرچہ متہم بکذب ووضع ہو - یہ مسلک امام الشانؒ وغیرہ علماء کا ہے - نخبہ و نزہۃ میں فرماتے ہیں الطعن اما ان یکون لکذب الراوی بان یروی عنہ ما لم یقلہ صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم متعمدا

؎ ذکرہ فی ترجمۃ رافع بن یزید الثقفی ۱۲ منہ رستمہ ربیتر + (یہ حاشیہ صفحہ ۳۱ کا ہے) یہ زائد ہے)

لذلك او تهمتہ بذلك الاول ھو الموضوع والحکم علیہ بالوضع انما ھو بطریق
الظن الغالب لا بالقطع اذ قد یصدق الکذوب والثانی ھو المتروک اھ ملتقطا
یہی امام کتاب الاصابہ فی تمییز الصحابہ[۵۱] میں حدیث ان الشیطان یحب الحمرۃ فایاکم والحمرۃ
وکل ثوب فیہ شھرۃ کی نسبت فرماتے ہیں۔ قال الجوزقانی فی کتاب الاباطیل ھذا
حدیث باطل واسنادہ منقطع کذا قال وقولہ باطل مردود فان ابا بکر الھذلی
لم یوصف بالوضع وقد وافقہ سعید بن بشیر وان زاد فی السند رجلا فغایتہ
ان المتن ضعیف اما حکمہ بالوضع فمردود۔ علی قاری[۳] حاشیہ نزہت میں فرماتے
ہیں۔ الموضوع ھو الحدیث الذی فیہ الطعن بکذب الراوی۔ علامہ عبدالباقی زرقانی شرح
مواہب لدنیہ[۵۲] میں فرماتے ہیں۔ احادیث الدیک حکم ابن الجوزی بوضعھا ورد علیہ الحافظ
بما حاصلہ انہ لم یتبین لہ الحکم بوضعھا اذ لیس فیھا وضاع ولا کذاب
نعم ھو ضعیف من جمیع طرقہ اوسی میں حدیث[۵۳] کان لا یعود الا بعد ثلث پر
اس طعن کے جواب میں کہ اوس میں مسلمہ بن علی متروک واقع ہے۔ فرمایا۔ اوردہ ابن الجوزی
فی الموضوعات وتعقبوا بانہ ضعیف فقط لا موضوع فان مسلمۃ لم یجرح بکذب
کما قالہ الحافظ ولا الثقات لمن غریق خرف القول فقال ھو موضوع کما قال الذھبی
وغیرہ اوسی میں بعد کلام مذکور ہے۔ المدار علی الاسناد فان تفرد بہ کذاب او وضاع
فحدیثہ موضوع وان کان ضعیفا فالحدیث ضعیف فقط۔ انتہیٰ ابن علی نخشی
نے حدیث ثلثۃ لیس لھم عیادۃ الرمد والدمل والضرس کو مرفوعًا روایت کیا۔ اور
ھقل نے یحییٰ بن ابی کثیر پر موقوف رکھا۔ تو شدتِ طعن کے ساتھ مخالفت اوثق نے حدیث کو منکر
بھی کردیا۔ ولہٰذا بیہقی نے موقوف کو ھو الصحیح بتایا۔ امام حافظ نے فرمایا۔ تصحیحہ وقفہ
لا یوجب الحکم بوضعہ اذ مسلمۃ وان کان ضعیفا لم یجرح بکذب فجزم
ابن الجوزی بوضعہ وھم اھ نقلہ الزرقانی قبیل ما مر امام مالک رضی اللہ تعالیٰ
عنہ کا خلیفہ منصور عباسی سے ارشاد کہ اپنا منہ حضور پُرنور شافع یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

---

[۵۱] ذکرہ فی ترجمۃ رافع بن یزید الثقفی ۱۲ منہ سلمہ ربہ [۵۲] المقصد الثانی آخر الفصل التاسع ۱۲
منہ سلمہ ربہ [۵۳] المقصد الثامن الفصل الاول فی طبہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
۱۲ منہ سلمہ ربہ

سے کیوں پھیرتا ہے۔ وہ تیرا اور تیرے باپ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اللہ عزوجل کی بارگاہ میں وسیلہ ہیں اُن کی طرف منہ کر۔ اور اُن سے شفاعت مانگ۔ کہ اللہ تعالیٰ اُن کی شفاعت قبول فرمائیگا۔ جسے اکابر ائمہ نے باسانید جیدہ مقبولہ روایت فرمایا۔ ابن تیمیہ متہور نے جزافاً بک دیا۔ کہ ان ھٰذہ الحکایۃ کذب علیٰ مالک علامہ[51] زرقانی نے اوس کے رد میں فرمایا۔ ھٰذا تہور عجیب فان الحکایۃ رواھا ابو الحسن علی بن فہر فی کتابہ فضائل بن مالک باسناد لا باس بہ واخرجھا القاضی عیاض فی الشفاء من طریقہ عن شیوخ عدۃ من ثقات مشائخہ فمن این انھا کذب ولیس فی اسنادھا وضاع ولا کذاب افادۂ ششم میں امام الشان وامام خاتم الحفاظ کا ارشاد گزرا کہ راوی متروک سہی کسی نے اوسے وضاع تو نہ کہا۔ امام آخر کا قول گزرا۔ کہ مسلمہ ضعیف سہی۔ اوس پر طعن کذب تو نہیں۔ نیز تعقبات[52] میں فرمایا لم یجرح بکذب فلا یلزم ان یکون حدیثہ موضوعا (۲۳) بہت علما جہاں احادیث پر حکم وضع اوٹھاتے ہیں۔ وجہ رد میں کذب کے ساتھ تہمت کذب بھی شامل فرماتے ہیں۔ کہ یہ کیونکر موضوع ہوگئی ہے۔ حالانکہ اس کا کوئی نہ کذاب ہے۔ نہ متہم بالکذب کبھی فرماتے ہیں موضوع تو جب ہوتی۔ کہ اس کا راوی متہم بالکذب ہوتا۔ یہاں ایسا نہیں۔ تو موضوع نہیں۔ افادۂ دوم میں امام زرکشی وامام سیوطی کا ارشاد گذرا۔ کہ حدیث موضوع نہیں ہوتی۔ جب تک راوی متہم بالوضع نہ ہو۔ افادۂ پنجم میں گذرا کہ ابو الفرج نے کہا۔ ملیکی متروک ہے۔ تعقبات میں فرمایا متہم بکذب تو نہیں۔ افادۂ ششم انہیں دونوں ائمہ کا قول گذرا کہ راوی متروک سہی متہم بالکذب تو نہیں۔ وہیں امام خاتم الحفاظ کے چار قول گذرے کہ راویوں کے مجہول مجروح کثیر الخطا متروک ہونے سب کے یہی جواب دیئے۔ نیز تعقبات[53] میں ہے۔ حدیث فیہ حسن بن فرقد لیس بشیء قلت لم یتھم بکذب واکثر ما فیہ ان الحدیث ضعیف۔ اوسی میں ہے حدیث فیہ عطیۃ ولیث ضعیفان قلت فی الحکم بوضعہ نظر فلم یتھم واحد منھما بکذب۔ اوسی میں ہے[54]۔ حدیث اطلبوا العلم ولو بالصین فیہ ابو عاتکہ منکر الحدیث۔ قلت لم یجرح بکذب ولا تھمۃ۔ اوسی میں ہے[55]۔ حدیث فیہ عمارۃ لا یحتج بہ قال الحافظ ابن حجر تابعہ اغلب واغلب شبیہ

---

[51] المقصد العاشر الفصل الثانی فی زیارۃ قبر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم ۱۲ منہ [52] باب فضائل القرآن ۱۲ منہ سلمہ ربہ [53] آخر البعث ۱۲ منہ سلمہ ربہ [54] آخر التوحید ۱۲ منہ سلمہ ربہ [55] اول العلم ۱۲ منہ سلمہ ربہ +

بعبارة فی الضعف لکن لم ار من اتهم بالکذب۔ علامہ زرقانی نے شرح مواہب میں عالم قریش یملؤ الارض علما کی نسبت فرمایا۔ کیف یتصور وضعه ولا کذاب فیه ولا متهم اُس کا موضوع ہونا کیونکر متصور ہو۔ حالانکہ نہ اُس میں کوئی کذاب نہ کوئی متہم۔ **بالجملہ** اسقدر پر اجماعِ محققین ہے۔ کہ حدیث جب اُن دلائل و قرائن قطعیہ وغالبہ سے خالی ہو۔ اور اُس کا مدار کسی متہم بالکذب پر نہ ہو۔ تو ہرگز کسی طرح اوسے موضوع کہنا ممکن نہیں۔ جو بغیر اس کے حکم بالوضع کردے۔ یا متشدد مفرط ہے۔ یا مخطی غالط یا متعصب مغالط واللہ الھادی وعلیہ اعتمادی **افادہ یازدہم**۔ جو حدیث فی نفسہ ان پندرہ دلائل سے منزہ ہو۔ محدث اگر اوسپر حکم وضع کرے۔ تو اس سے نفس حدیث پر حکم لازم نہیں۔ بلکہ صرف اُس سند پر جو ہو وقت اس کے پیش نظر ہے۔ بلکہ بارہا اسانید عدیدہ حاضرہ سے فقط ایک سند پر حکم مراد ہوتا ہے۔ یعنے حدیث اگرچہ فی نفسہ ثابت ہے۔ مگر اس سند سے موضوع و باطل اور نہ صرف موضوع بلکہ انصافاً ضعیف کہنے میں بھی یہ حاصل حاصل ائمہ حدیث نے ان مطالب کی تصریحیں فرمائیں۔ تو کسی عالم کا حکم وضع یا ضعف دیکھ کر خواہی نخواہی یہ سمجھ لینا کہ اصل حدیث باطل یا ضعیف ہے۔ ناواقفوں کے فہم سخیف ہے۔ میزان الاعتدال امام ذہبی میں ہے۔ ابراهیم بن موسی المروزی عن مالك عن نافع عن ابن عمر رضی الله تعالی عنهما حدیث طلب العلم فریضة قال احمد بن حنبل هذا كذب یعنی بهذا الاسناد والا فالمتن له طرق ضعیفة یعنے امام احمد رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے یہ حدیث طلب العلم فریضة کو کذب فرمایا۔ اُس سے مراد یہ ہے۔ کہ خاص اس سند سے کذب ہے۔ ورنہ اصل حدیث تو کئی سندوں ضعاف سے وارد ہے) امام شمس الدین ابو الخیر محمد محمد محمد ابن الجزری استاذ امام الشان امام ابن حجر عسقلانی رحمہما اللہ تعالےٰ نے حصین حصین شریف میں جس کی نسبت فرمایا۔ فلیعلم انی ارجو ان یکون جمیع ما فیه صحیحا معلوم رہے۔ کہ میں امید کرتا ہوں کہ اس کتاب میں جتنی حدیثیں ہیں سب صحیح ہیں حدیث حاکم و ابن مردویہ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے معاذ بن جبل رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو یہ تعزیت نامہ ارسال فرمایا۔ ذکر کی مولانا علی قاری علیہ رحمۃ الباری اوس کی شرح حرز ثمین میں لکھتے ہیں۔ صرح ابن الجوزی بان هذا الحدیث موضوع قلت یمکن ان یکون بالنسبة الی اسناده المذکور عنده موضوعاً۔ اسی طرح حرز وصین میں ہے۔ نیز موضوعات کبیر میں

۵؎ اول البعث ۱۲ منہ ۵؎ المقصد الثامن الفصل الثالث القسم الثانی ۱۲ منہ سلمہ ربہ

ف۱۱: افادۂ یازدہم: وضع یا ضعف کا حکم سند کے لئے خاص ہونا

فرماتے ہیں۔ ما اختلفوا فی انہ موضوع ترکت ذکرہ للتحقیر من الخطر لاحتمال ان یکون موضوعا من طریق وصحیحا من وجہ آخر۔ علامہ زرقانی حدیث احیائے ابوین کریمین کی نسبت فرماتے ہیں۔ قال السہیلی ان اسنادہ مجاہیل وھو یفید ضعفہ فقط وبہ جزم فی موضع آخر من الروض وایدہ بحدیث ولا ینافی ھذا ترجیحہ وضعہ لان مرادہ من غیر ھذا الطریق ان وجد او فی نفس الامر لان الحکم بالضعف وغیرہ انما ھو فی الظاہر اور سنئے حدیث صلوٰۃ بسواک خیر من سبعین صلوٰۃ بغیر سواک (مسواک کر کے ایک نماز بے مسواک کی ستر نمازوں سے بہتر ہے) ابونعیم نے کتاب السواک میں دو جید صحیح سندوں سے روایت کیا۔ امام ضیا نے اسے صحیح مختارہ اور حاکم نے صحیح مستدرک میں داخل کیا۔ اور کہا شرط مسلم پر صحیح ہے۔ امام احمد وابن خزیمہ وحارث بن ابی اسامہ وابویعلی وابن عدی وبزار وحاکم وبیہقی وابونعیم وغیرہم اجلہ محدثین نے بطرق عدیدہ واسانید متنوعہ احادیث ام المومنین صدیقہ وعبد اللہ بن عباس وعبد اللہ بن عمر وجابر بن عبد اللہ وانس بن مالک وام الدرداء وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے تخریج کی [illegible] کے بعد حدیث پر حکم بطلان قطعاً محال۔ بایں ہمہ ابوعمر ابن عبد البر نے تمہید میں امام ابن معین سے اس کا بطلان نقل کیا۔ علامہ شمس الدین سخاوی مقاصد حسنہ میں اسے ذکر کر کے فرماتے ہیں۔ وقول ابن عبد البر فی التمہید عن ابن معین انہ حدیث باطل ھو بالنسبۃ لما وقع لہ من طرقہ امام ابن معین کا یہ فرمانا اوس سند کی نسبت ہے جو اونہیں پہنچی ۱ھ۔ ورنہ حدیث تو باطل کیا معنے ضعیف بھی نہیں۔ اقل درجہ حسن ثابت ہے۔ اور سنئے حدیث حسن صحیح مروی سنن ابوداؤد ونسائی وصحیح مختارہ وغیرہا صحاح وسنن ان رجلا اتی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقال ان امرأتی لا تدع ید لامس قال طلقہا قال انی احبہا قال استمتع بہا (۲) کہ باسانید ثقات ومتقنین احادیث جابر بن عبد اللہ وعبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے آئی۔ امام ذہبی نے مختصر سنن میں کہا۔ اسنادہ صالح امام عبد العظیم منذری نے مختصر سنن میں فرمایا۔ رجال اسنادہ یحتج بہم فی الصحیحین علی الاتفاق والانفراد۔ امام ابن حجر عسقلانی نے فرمایا حسن صحیح۔ اس حدیث کو جو حافظ ابوالفرج نے امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ

(۲) ای کل من سالہا شیئا من الطعام او مال اعطتہ ولم ترد ھذا ھو الوجہ عندنا فی معنی الحدیث واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲ منہ

کے ارشاد لیس له اصل ولا یثبت عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعبیر
لا اصل له کہا۔ امام الشان حدیث کا صحیح ہونا ثابت کرکے فرماتے ہیں۔ لا یلتفت الی ما وقع
من ابی الفرج ابن الجوزی حیث ذکر هذا الحدیث فی الموضوعات ولم یذکر من
من طرقه الا الطریق التی خرجها الخلال من طریق ابی الزبیر عن جابر و اعتمد
فی بطلانه علی ما نقله الخلال عن احمد فابان ذلك عن قلة اطلاع ابن الجوزی
وغلبة التقلید علیه حتی حکم بوضع الحدیث بمجرد ما جاء عن امامه ولو
عرضت هذه الطرق علی امامه لاعترف للحدیث اصلاً ولکنه لم تقع له فلذلك
لم ار له فی مسنده ولا فیما یروی عنه ذکراً اصلاً لا من طریق ابن عباس ولا
من طریق جابر سوی ما سأله عنه الخلال وهو معذور فی جوابه بالنسبة لتلك
الطریق بخصوصها اھ ذکره فی اللآلی۔ **نتیجۃ الافادات** بحمد اللہ تعالیٰ فقیر آستان
قادری غفر اللہ تعالیٰ کے ان گیارہ افادات نے مہر نیم روز و ماہ نیم ماہ کی طرح روشن کر دیا۔ کہ
احادیث تقبیل ابہامین کو وضع وبطلان سے اصلاً کچھ علاقہ نہیں۔ اون پندرہ عیبوں سے اسکا
پاک ہونا بدیہی۔ اور یہ بھی صاف ظاہر کہ اوس کا مدار کسی وضاع کذاب یا متہم بالکذب پر نہیں۔
پھر حکم وضع محض بے اصل و واجب الدفع ولہٰذا علمائے کرام نے صرف لا یصح فرمایا یہانتک
کہ ہیرے کے امام شوکانی نے بھی باآنکہ لیسے مواقع میں سخت تشدد اور بہت مسائل میں بے معنی
تفرد کی عادت ہے۔ فوائد مجموعہ میں اسی قدر پر اقتصار کیا۔ اور بوئے وضع کہیں کا راستہ نہ ملا۔ اگر
بالفرض کسی امام معتمد کے کلام میں حکم وضع واقع ہوا ہو۔ تو وہ صرف کسی سند خاص کی نسبت ہوگا
نہ اصل حدیث پر جس کے لئے کافی سندیں موجود ہیں جنہیں وضع واضعین سے کچھ تعلق نہیں۔
کہ جہالت و انقطاع اگر ہیں تو موجب ضعف نہ کہ مثبت وضع بدرجہ تعلے یہانتک کہ تقریر سے
موضوعیت حدیث کی نسبت منکروں کی بالا خوانیاں بالا بالا گئیں آگے چلئے۔ وباللہ التوفیق۔

افادۂ دوازدہم۔ حدیث اگر متعدد طریقوں سے روایت کی جائے۔ اور وہ سب ضعف
رکھتے ہوں۔ تو ضعیف ضعیف مل کر بھی قوت حاصل کر لیتے ہیں۔ بلکہ اگر ضعف غایت شدت
و قوت پر نہ ہو۔ تو جبر نقصان ہو کر حدیث درجہ حسن تک پہنچتی۔ اور مثل صحیح خود احکام حلال و حرام
میں حجت ہو جاتی ہے۔ مرقاۃ میں ہے۔[1] تعدد الطرق یبلغ الحدیث الضعیف الی حد الحسن

[1] فی اواخر النکاح ۱۲ منہ ۵۲ آخر فصل الثانی باب ما لا یجوز من العمل فی الصلوٰۃ ۱۲ منہ

نتیجہ

ف ۱۲ افادۂ دوازدہم کی تقریر متعدد طرق سے ضعیف
حدیث قوت پاتی بلکہ حسن ہو جاتی ہے

متعدد روایتوں سے آنا حدیث ضعیف کو درجہ حسن تک پہنچا دیتا ہے - آخر موضوعات کبیر میں فرمایا- تعدد الطرق ولو ضعفت یرقی الحدیث الی الحسن - طرق متعددہ اگرچہ ضعیف ہوں- حدیث کو درجہ حسن تک ترقی دیتے ہیں- محقق علی الاطلاق فتح القدیر[۵۱] میں فرماتے ہیں- لو تسلم تضعیف کلھا کانت حسنۃ لتعدد الطرق وکثرتھا- اگر سب کا ضعف ثابت بھی ہوجائے تاہم حدیث حسن ہوگی- کہ طرق متعدد و کثیر ہیں- اُسی[۵۲] میں فرمایا- جاز فی الحسن ان یرتقع الی الصحۃ اذا کثرت طرقہ والضعیف یصیر حجۃ بذلک لان تعددہ قرینۃ علی ثبوتہ فی نفس الامر جائز ہے- کہ حسن کثرت طرق سے صحت تک ترقی پائے اور حدیث ضعیف اس کے سبب حجت ہوجاتی ہے- کہ تعدد اسانید ثبوت واقعی پر قرینہ ہے،

امام عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ النورانی میزان الشریعۃ الکبریٰ[۵۳] میں فرماتے ہیں- قد احتج جمہور المحدثین بالحدیث الضعیف اذا کثرت طرقہ والحقوہ بالصحیح تارۃ وبالحسن اخری وھذا النوع من الضعیف یوجد کثیرا فی کتاب السنن الکبری للبیہقی التی الفھا بقصد الاحتجاج لاقوال الائمۃ واقوال اصحابھم بیشک جمہور محدثین نے حدیث ضعیف کو کثرت طرق سے حجت مانا- اور اُسے کبھی صحیح اور کبھی حسن سے ملحق کیا- اس قسم کی ضعیف حدیثیں امام بیہقی کے سنن کبریٰ میں بکثرت پائی جاتی ہیں- جسے اونھوں نے ائمہ مجتہدین واصحاب ائمہ کے مذاہب پر دلائل بیان کرنے کی غرض سے تالیف فرمایا- امام ابن حجر مکی صواعق محرقہ میں دربارۂ حدیث توسعہ علی العیال یوم عاشوراء امام ابوبکر بیہقی سے ناقل ھذہ الاسانید وان کانت ضعیفۃ لکنھا اذا ضم بعضھا الی بعض احدثت قوۃ یہ سندیں اگرچہ سب ضعیف ہیں- مگر آپس میں ملکر قوت پیدا کرینگی- بلکہ امام جلیل جلال سیوطی تعقبات[۵۴] میں فرماتے ہیں، المتروک او المنکر اذا تعددت طرقہ ارتقی الی درجۃ الضعیف الغریب بل ربما ارتقی الی الحسن یعنی متروک یا منکر کہ سخت قوی الضعیف ہیں- یہ بھی تعدد طرق سے ضعیف غریب بلکہ کبھی حسن کے درجہ

---

۵۱ ذکرہ فی مسئلۃ التسجود علی کور العمامۃ ۱۲ منہ ۵۲ قالہ فی مسئلۃ التنفل قبل المغرب ۱۲ منہ ۵۳ الفصل الثالث من فصول فی الاجوبۃ عن الامام ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالی عنہ ۱۲ منہ ۵۴ باب المناقب حدیث النظر الی علی عبادۃ ۱۲ منہ سلمہ ربہ +

تک ترقی کرتے ہیں ✦ **افادۂ سیزدہم**۔ جہالت راوی بلکہ ابہام بھی اونہیں کم درجہ کے ضعفوں سے ہے۔ جو تعدد طرق سے منجبر ہو جاتے ہیں۔ اور حدیث کو رتبۂ حسن تک ترقی سے مانع نہیں آتے۔ یہ حدیثیں جابر و منجبر دونوں ہونے کے صالح ہیں۔ افادۂ نہم میں امام خاتم الحفاظ کا ارشاد گزرا۔ کہ حدیث مبہم حدیث ضعیف سے منجبر ہو گئی۔ امام الشان کا فرمانا گزرا کہ حدیث مبہم حدیث ضعیف کا جبر نقصان کرے گی۔ ابو الفرج نے حدیث لیث عن مجاهد عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من ولد له ثلثة اولاد فلم یسم احدهم محمدا فقد جهل پر طعن کیا۔ کہ لیث کو امام احمد وغیرہ نے متروک کیا۔ اور ابن حبان نے مختلط بتایا۔ امام سیوطی[۱] نے اوس کا شاہد بروایت نضر بن شفی مرسلاً مسند حارث سے ذکر کرکے ابن القطان سے نضر کا مجہول ہونا نقل کیا۔ پھر فرمایا هذا المرسل یعضد حدیث ابن عباس ویدخله فی قسم المقبول یہ مرسل اس حدیث کی مؤید ہو کر اوسے قسم مقبول میں داخل کرے گی ؎ علامہ مناوی تیسیر شرح جامع صغیر میں فرماتے ہیں۔ فی اسنادہ جهالة لکنه اعتضد فصار حسنا۔ اس کی اسناد میں جہالت ہے۔ مگر تائید پاکر حسن ہو گئی ✦ **افادۂ چہاردہم**۔ حصولِ قوت کے لئے کچھ بہت سے ہی طرق کی حاجت نہیں۔ صرف دو بھی مل کر قوت پا جاتے ہیں۔ اس کی ایک مثال ابھی گزری نیز تیسیر میں فرمایا ضعیف لضعف عمرو بن واقد لکنه یقوی بوروده من طریقین یعنی حدیث تو اپنے راوی عمرو بن واقد متروک کے باعث ضعیف ہے۔ مگر دو سندوں سے آکر قوت پا گئی[۲]۔ اوسی میں حدیث اکرموا المعزی وامسحوا برغامها فانها من دواب الجنة بروایت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یزید نوفلی کے سبب تضعیف کی۔ پھر اوس کے شاہد بروایت ابی سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا۔ اسنادہ ضعیف لکن یجبره ما قبله فیتعاضدان۔ سند اوس کی بھی ضعیف ہے۔ لیکن پہلی سند اس کی تلافی کرتی ہے۔ تو دو مل کر قوی ہو جائیں گی ؎ جامع صغیر میں حدیث اکرموا العلماء فانهم ورثة الانبیاء دو طریقوں سے ایراد کی۔ اول ابن عساکر عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما دوم خط یعنی الخطیب فی التاریخ عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ علامہ مناوی و علامہ عزیزی نے تیسیر و سراج المنیر میں زیر طریق اول لکھا

---

[۱] تالی کتاب المبتدا [۲] تحت حدیث ابنوا المساجد واخرجوا القمامة ۱۲ منہ

ضعیف لکن یقویہ ما بعدہ ضعیف ہے ۔ مگر پچھلی حدیث اسے قوت دیتی ہے ۔

زیر حدیث دوم فرمایا ۔ ضعیف لضعف الضحاک بن حجرۃ لکن یعضدہ ما قبلہ

ضحاک بن حجرہ کے ضعف سے یہ بھی ضعیف ہے ۔ مگر پہلی اسے طاقت بخشتی ہے ۔ تتبع

کلمات علماء اسکی بہت مثالیں پائے گا ۔ **افادۂ پانزدہم** ۔ اہل علم کے عمل کر لینے

سے بھی حدیث قوت پاتی ہے ۔ اگرچہ سند ضعیف ہو ۔ مرقاۃ میں ہے ۔ رواہ الترمذی

وقال غریب والعمل علی ھذا عند اھل العلم قال النووی واسنادہ

ضعیف نقلہ میرک فکان الترمذی یرید تقویۃ الحدیث بعمل اھل العلم

والعلم عند اللہ تعالٰی کما قال الشیخ محی الدین ابن العربی انہ بلغنی عن النبی

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ من قال لا الٰہ الا اللہ سبعین الفا غفر اللہ

تعالٰی لہ ومن قیل لہ غفر لہ ایضا فکنت ذکرت التہلیلۃ بالعدد المروی

من غیر ان انوی لاحد بالخصوص فحضرت طعاما مع بعض الاصحاب و

فیہم شاب مشہور بالکشف فاذا ھو فی اثناء الاکل اظہر البکاء فسألتہ

عن السبب فقال اری امی فی العذاب فوھبت فی باطنی ثواب التہلیلۃ

المذکورۃ لہا فضحک وقال انی اراھا الان فی حسن الماٰب فقال الشیخ فعرفت

صحۃ الحدیث بصحۃ کشفہ وصحۃ کشفہ بصحۃ الحدیث ۔ یعنی امام ترمذی نے

فرمایا ۔ حدیث غریب ہے ۔ اور اہل علم کا اسپر عمل ہے میرک نے امام نووی سے نقل کیا ۔ کہ اس کی

سند ضعیف ہے ۔ تو گویا امام ترمذی عمل اہل علم سے حدیث کو قوت دینا چاہتے ہیں ۔ واللہ تعالٰی

اعلم ۔ اس کی نظیر وہ ہے ۔ کہ سیدی شیخ اکبر امام محی الدین ابن عربی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا

مجھے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے حدیث پہنچی تھی ۔ کہ جو شخص ستر ہزار بار لا الٰہ

الا اللہ کہے ۔ اوس کی مغفرت ہو ۔ اور جس کے لئے پڑھا جائے ۔ اوس کی مغفرت ہو میں نے

لا الٰہ الا اللہ اتنی بار پڑھا تھا ۔ اس میں کسی کے لئے خاص نیت نہ کی تھی ۔ اپنے بعض رفیقوں

کے ساتھ ایک دعوت میں گیا ۔ اون میں ایک جوان کے کشف کا شہرہ تھا ۔ کھانا کھاتے کھاتے

رونے لگا ۔ میں نے سبب پوچھا کہا اپنی ماں کو عذاب میں دیکھتا ہوں ۔ میں نے اپنے دل

میں کلمہ کا ثواب اوس کی ماں کو بخش دیا ۔ فوراً وہ جوان ہنسنے لگا ۔ اور کہا ۔ اب میں اوسے اچھی

فائدہ ۱۵ ۔ اہل علم کے عمل کر لینے سے حدیث ضعیف کو قوت ہو جاتی ہے ۔

سے باب ما علی الماموم من المتابعۃ اول الفصل الثانی ۱۲ منہ

جگہ دیکھتا ہوں ۔ امام تقی الدین قدس سرہ فرماتے ہیں ۔ تزنی نے حدیث کی صحت اہل جوان کے کشف کی صحت سے پہچانی ۔ اور اوس کے کشف کی صحت حدیث کی صحت سے جانی ۔) ۔ امام سیوطی تعقبات[1] میں امام بیہقی سے ناقل تداولها الصالحون بعضهم عن بعض وفي ذلك تقوية للحديث المرفوع (اسے صالحین نے ایک دوسرے سے اخذ کیا ۔ اور اون کے اخذ میں حدیث مرفوع کی تقویت ہے) ۔ اوسی[2] میں فرمایا قد صرح غير واحد بان من دليل صحة الحديث قول اهل العلم به وان لم يكن له اسناد يعتمد على مثله متعدد علمانے تصریح فرمائی ہے ۔ کہ اہل علم کی موافقت بھی صحت حدیث کی دلیل ہوتی ہے ۔ اگرچہ اوس کے لئے کوئی سند قابل اعتماد نہ ہو ۔ یہ ارشاد علما احادیث احکام کے بارہ میں ہے ۔ پھر احادیث فضائل تو احادیث فضائل ہیں)

افادۂ شانزدہم ۔ جن باتوں کا ثبوت حدیث سے چاہا جائے ۔ وہ سب ایک پلہ کی نہیں ہوتیں ۔ بعض تو اوس اعلیٰ درجہ قوت پر ہیں کہ جب تک حدیث مشہور متواتر نہ ہو ۔ اوسکا ثبوت نہیں ہو سکتے ۔ احاد اگرچہ کیسے ہی قوت سند و نہایت صحت پر ہوں ۔ اون کے معاملہ میں کام نہیں دیتیں ۔ یہ اصول عقائد اسلامیہ ہیں ۔ جن میں خاص یقین درکار ۔ علامہ تفتازانی رحمہ اللہ تعالٰے شرح عقائد نسفی میں فرماتے ہیں خبر الواحد على تقدير اشتماله على جميع الشرائط المذكورة في اصول الفقه لا يفيد الا الظن ولا عبرة بالظن في باب الاعتقادات حدیث آحاد اگرچہ تمام شرائط صحت کی جامع ہو ۔ ظن ہی کا فائدہ دیتی ہے ۔ اور معاملہ اعتقاد میں ظنیات کا کچھ اعتبار نہیں) مولانا علی قاری منح الروض الازہر میں فرماتے ہیں الآحاد لا تفيد الاعتماد في الاعتقاد ۔ احادیث آحاد در بارۂ اعتقاد نا قابل اعتماد) دوسرا درجہ احکام کا ہے ۔ کہ اون کے لئے اگرچہ اتنی قوت درکار نہیں پھر بھی حدیث کا صحیح لذاتہ خواہ لغیرہ یا حسن لذاتہ ۔ یا کم سے کم لغیرہ ہونا چاہئے ۔ جمہور علما یہاں ضعیف حدیث نہیں سنتے تیسرا مرتبہ فضائل و مناقب کا ہے ۔ یہاں باتفاق علما ضعیف[3] حدیث بھی کافی ہے ۔ مثلاً کسی حدیث میں ایک عمل کی ترغیب

[1] باب الصلوة حديث صلوة التسبيح ۱۲ منہ [2] باب الصلوة حديث من جمع بين الصلوتين من غير عذر فقد اتى بابا من ابواب الكبائر ۔ اخرجه الترمذي وقال حسين ضعفه احمد وغيره والعمل على هذا الحديث عند اهل العلم فاشار بذلك الى ان الحديث اعتضد بقول اهل العلم وقد صرح غير واحد الخ ۱۲ منہ [3] اي لا عبرة بمن شذ ۱۲ منہ ۔ [4] الاجماع المذكور في الضعيف المطلق كما تحقق فيه ۱۲ منہ

ف ۱۲ افادۂ شانزدہم حدیث سے ثبوت ہونے میں مطالب تین قسم ہیں

ف عقائد میں حدیث آحاد اگرچہ صحیح ہو کافی نہیں ۔

ف فضائل و مناقب میں باتفاق علما حدیث ضعیف مقبول یا کافی ہے

آئی - کہ جو ایسا کرے گا - اِتنا ثواب پائیگا - یا کسی نبی یا صحابی کی خوبی بیان ہوئی - کہ اونھیں اللہ عز وجل نے یہ مرتبہ بخشا - یہ فضل عطا کیا - تو اونکے مان لینے کو ضعیف حدیث بھی بہت ہے - ایسی جگہ صحت حدیث میں کلام کر کے اوسے پایۂ قبول سے ساقط کرنا فرقِ مراتب نہ جاننے سے ناشی جیسے بعض جاہل بول اوٹھتے ہیں - کہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت میں کوئی حدیث صحیح نہیں - یہ اون کی نادانی ہے - علمائے محدثین اپنی اصطلاح پر کلام فرماتے ہیں - یہ بے سمجھے خدا جانے کہاں سے کہاں لے جاتے ہیں - عزیز و مسلم کہ صحت نہیں پھر حسن کیا کم ہے حسن بھی نہ سہی - یہاں ضعیف بھی مستحکم ہے[1] - رسالۂ قاری و مرقاۃ و شرح ابن حجر مکی و تعقبات و لآلی امام سیوطی و قول مسدد امام عسقلانی کی پانچ عبارتیں افادۂ دوم و سوم و چہارم و دہم میں گزریں عبارت تعقبات میں تصریح تھی - کہ نہ صرف ضعیف محض بلکہ منکر بھی فضائلِ اعمال میں مقبول ہے - باآنکہ اوس میں ضُعفِ راوی کے ساتھ اپنے سے اوثق کی مخالفت بھی ہوتی ہے - کہ تنہا ضُعف سے کہیں بدتر ہے امام اجل شیخ العلماء والعرفا سیدی ابو طالب محمد بن علی مکی قدس اللہ تعالیٰ سرہ الملکی کتاب جلیل القدر عظیم الفخر قوت القلوب[2] فی معاملۃ المحبوب میں فرماتے ہیں - الاحادیث فی فضائل الاعمال وتفضیل الاصحاب متقبلۃ محتملۃ علی کل حال مقاطیعھا ومراسیلھا لاتعارض ولاترد کذلک کان السلف یفعلون فضائلِ اعمال وتفضیل صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی حدیثیں کیسی ہی ہوں ہر حال میں مقبول و ماخوذ ہیں - مقطوع ہوں - خواہ مرسل - نہ اون کی مخالفت کی جائے - نہ اونھیں رد کریں سائمہ سلف کا یہی طریقہ تھا) امام ابو زکریا نووی اربعین پھر امام ابن حجر مکی شرح مشکوۃ پھر مولانا علی قاری مرقاۃ[3] و حرز ثمین[4] شرح حصن حصین میں

---

[1] مسئلہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تحقیق و تنقیح فقیر کے رسالہ البشری العاجلۃ من تحف اٰجلۃ و رسالہ الاحادیث الراویۃ لمدح الامیر معویۃ و رسالہ عرش الاعزاز والاکرام لاول ملوک الاسلام و رسالہ ذب الاھواء الواھیۃ فی باب الامیر معویۃ وغیرہا میں ہے - وقضا اللہ تعالیٰ بمنہ وکرمہ لترصیفھا وتبییضھا ونفع بھا وبسائر تصانیفی اھل الاسلام بقضھا وقضیضھا اٰمین یا عظیم القدرۃ واسع الرحمۃ اٰمین وصلی اللہ تعالیٰ وبارک وسلم علیٰ سیدنا محمد واٰلہ وصحبہ اجمعین اٰمین ۱۲ منہ

[2] فی الفصل الحادی والثلثین ۱۲ منہ [3] تحت حدیث من حفظ علی امتی اربعین حدیثا قال النووی طرقہ کلھا ضعیفۃ ۱۲ منہ [4] فی شرح الخطبۃ تحت قول المصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ انی ارجو ان یکون جمیع ما فیہ صحیحا ۱۲ منہ سلمہ

فرماتے ہیں۔ قد اتفق الحفاظ ولفظ الاربعین قد اتفق العلماء علی جواز العمل بالحدیث الضعیف فی فضائل الاعمال ولفظ الحرز جواز العمل به فی فضائل الاعمال بالاتفاق یعنی بیشک حفاظ حدیث و علمائے دین کا اتفاق ہے کہ فضائل اعمال ضعیف حدیث پر عمل جائز ہے فتح المبین[۱] بشرح الاربعین میں ہے۔ لانہ ان کان صحیحا فی نفس الامر فقد اعطی حقہ من العمل به والا لم یترتب علی العمل به مفسدة تحلیل ولا تحریم ولا ضیاع حق للغیر وفی حدیث ضعیف من بلغہ عنی ثواب عمل نعملہ حصل له اجرہ وان لم اکن قلتہ اوکما قال واشار المصنف رحمہ الله تعالی بحکایة الاجماع علی ما ذکرہ الی الرد علی من نازع فیہ الخ یعنی حدیث ضعیف پر فضائل اعمال میں عمل اسلئے ٹھیک ہے کہ اگر واقع میں صحیح ہوئی۔ جب تو جو اوسکا حق تھا کہ اوسپر عمل کیا جائے۔ ادا ہوگیا۔ اور اگر صحیح نہ بھی ہو۔ تو اوسپر عمل کرنے میں کسی تحلیل یا تحریم یا کسی کی حق تلفی کا مفسدہ تو نہیں۔ اور ایک حدیث ضعیف میں آیا۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالے علیہ وسلم نے فرمایا۔ جسے مجھ سے کسی عمل پر ثواب کی خبر پہنچے۔ وہ اُس پر عمل کرلے۔ اوسکا اجر اوسے حاصل ہو۔ اگرچہ وہ بات واقع میں مَیں نے نہ فرمائی ہو۔ لفظ حدیث[۲] کے یُوں نہیں ہیں۔ یا جس طرح حضور پُر نُور صلی اللہ تعالے نے فرمائے۔ امام نووی رحمہ اللہ تعالے نے اوسپر نقل اجماع علماء سے اشارہ فرمایا۔ کہ جو اس میں نزاع کرے۔ اوس کا قول مردود ہے) منافض حسنہ[۳] میں ہے۔ قد قال ابن عبد البر انہم یتساھلون فی الحدیث اذا کان من فضائل الاعمال بیشک ابو عمر ابن عبد البر نے کہا۔ کہ علما حدیث میں تساہل فرماتے ہیں جب فضائل اعمال کے بارہ میں ہو۔ امام محقق[۴] علی الاطلاق فتح القدیر[۵] میں فرماتے ہیں۔ الضعیف غیر الموضوع یعمل به فی فضائل الاعمال یعنی فضائل اعمال میں حدیث ضعیف پر عمل کیا جائیگا۔ بس اتنا چاہئے کہ موضوع نہ ہو۔) مقدمہ[۶] امام ابو عمرو ابن الصلاح و مقدمہ[۷] جرجانیہ و شرح الالفیة[۸] للمصنف و تقریب[۹] النووی اور اوس کی شرح تدریب[۱۰] الراوی میں ہے۔ واللفظ لھما یجوز عند اھل الحدیث وغیرھم التساھل فی الاسانید الضعیفة وروایة ما سوی الموضوع من الضعیف والعمل به من غیر بیان ضعفہ فی فضائل الاعمال وغیرھا مما لا تعلق له بالعقائد والاحکام وممن نقل عنہ ذلک ابن حنبل وابن مھدی وابن

---

۵۱ فی شرح الخطبة ۱۲ منہ ۵۲ تحت حدیث من بلغہ من اللہ عز وجل شیئ فیہ فضیلة الحدیث وسیاتی ان شاء اللہ تعالے ۱۲ منہ ۵۳ ذکرہ فی رسالة تقدیم الاورع ۱۲ منہ

المبارک قالوا اذا روینا فی الحلال والحرام شددنا واذا روینا فی الفضائل ونحوھا تساھلنا اھ ملخصا محدثین وغیرہم علماء کے نزدیک ضعیف سندوں میں تساہل اور بے اظہار ضعف موضوع کے سوا ہر قسم حدیث کی روائیت اور اوسپر عمل فضائلِ اعمال وغیرہا امور میں جائز ہے۔ جنہیں عقائد واحکام سے تعلق نہیں۔ امام احمد بن حنبل وامام عبدالرحمٰن بن مہدی وامام عبداللہ بن مبارک وغیرہم ائمہ سے اس کی تصریح منقول وہ فرماتے :جب ہم حلال وحرام میں حدیث روائیت کریں سختی کرتے ہیں۔ اور جب فضائل میں روائیت کریں۔ تو نرمی) امام زین الدین عراقی نے الفیتہ الحدیث میں جہاں اس مسئلہ کی نسبت فرمایا۔ عن ابن مہدی وغیر واحد یعنی امام ابن مہدی وغیرہ ائمہ سے ایسا ہی منقول ہے) وہاں شارح[رح] نے فتح المغیث میں امام احمد[رح] وامام ابن[19] معین وامام ابن[20] المبارک وامام سفین[21] ثوری وامام ابن[22] عیینہ وامام ابوزکریا[23] عنبری وحاکم[24] وابن عبدالبر[25] کے اسماء واقوال نقل کئے۔ اور فرمایا۔ کہ ابن[26] عدی نے کامل اور خطیب[27] نے کفایہ میں اس کے لئے ایک مستقل باب وضع کیا)۔ غرض مسئلہ مشہور ہے۔ اور نصوص نامحصور اور بعض دیگر عبارات جلیلہ افادات آئندہ میں مسطور انشاءاللہ العزیز الغفور (**تذییل**) کبرائے وہابیہ بھی اس مسئلہ میں اہلِ حق سے موافق ہیں۔ مولوی خرم علی[28] رسالہ دعائیہ میں لکھتے ہیں۔ ضعاف درفضائل اعمال وفیمانحن فیہ باتفاق علماء معمول بہا است الخ مظاہر حق[29] میں راوی حدیث صلوٰۃ الاوابین کا منکر الحدیث ہونا امام بخاری سے نقل کرکے لکھا۔ اس حدیث کو اگرچہ ترمذی وغیرہ نے ضعف کیا ہے۔ لیکن فضائل میں عمل کرنا حدیث ضعیف پر فضائل اعمال میں باتفاق جائز ہے الخ (افادہ ہفدہم) فضائل اعمال میں حدیث ضعیف پر عمل نہ صرف جائز بلکہ مستحب ہے۔ حدیث ضعیف ثبوت استحباب کے لئے بس ہے۔ امام[لہ] شیخ الاسلام ابوزکریا نفعنا اللہ تعالٰے ببرکاتہ کتاب الاذکار[۲ہ] المنتخب من کلام سید الابرار صلی اللہ تعالٰے علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ قال العلماء من المحدثین والفقہاء وغیرھم یجوز ویستحب العمل فی الفضائل والترغیب والترھیب بالحدیث الضعیف مالم یکن موضوعا محدثین وفقہاء وغیرہم علماء نے فرمایا۔ کہ فضائل اور نیک بات کی رغبت اور بری بات سے خوف دلانے میں

لہ نقل ہذہ العبارات الثلثۃ محقق اعصارنا وزینۃ امصارنا تاج الفحول محب الرسول مولانا المولوی عبدالقادر البدایونی ادام اللہ تعالٰے فیوضہ فی کتابہ سیف الاسلام المسلول علی المناع لعمل المولد والقیام ۱۲ منہ

۲ہ اول الکتاب ثالث فصول المقدمہ ۱۲ منہ

حدیث ضعیف پر عمل جائز و مستحب ہے جبکہ موضوع نہ ہو) بعینہا یہی الفاظ امام ابن الہمام نے العقد النضید فی تحقیق کلمۃ التوحید پھر عارف باللہ سیدی عبدالغنی[۳۱] نابلسی نے حدیقہ ندیہ شرح[۳۲] طریقہ محمدیہ میں فرمائے۔ امام فقیہ[۳۳] النفس محقق علی الاطلاق فتح القدیر[۳۴] میں فرماتے ہیں الاستحباب یثبت بالضعیف غیر الموضوع حدیث ضعیف سے کہ موضوع نہ ہو فعل کا مستحب ہونا ثابت ہو جاتا ہے) علامہ ابراہیم[۳۵] حلبی غنیۃ المستملی[۳۶] فی شرح منیۃ المصلی میں فرماتے ہیں:۔ یستحب ان یمسح بدنہ بمندیل بعد الغسل) لما روت عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت کان للنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خرقۃ ینشف بہا بعد الوضوء رواہ الترمذی وھو ضعیف ولکن یجوز العمل بالضعیف فی الفضائل نہا کر بدن رومال سے پونچھنا مستحب ہے۔ کہ ترمذی نے ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی ہے حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم وضو کے بعد رومال سے اعضائے مبارک صاف فرماتے۔ یہ حدیث ضعیف ہے۔ مگر فضائل میں ضعیف پر عمل روا) مولانا[۳۷] علی قاری موضوعات کبیر میں حدیث مسح گردن کا ضعف بیان کر کے فرماتے ہیں۔ الضعیف یعمل بہ فی فضائل الاعمال اتفاقا ولذا قال ائمتنا ان مسح الرقبۃ مستحب اوسنۃ فضائل اعمال میں حدیث ضعیف پر بالاتفاق عمل کیا جاتا ہے۔ اسی لئے ہمارے ائمہ کرام نے فرمایا۔ کہ وضو میں گردن کا مسح مستحب یا سنت ہے) امام جلیل[۳۸] جلال سیوطی طلوع الثریا باظہار ما کان خفیا میں فرماتے ہیں۔ استحبہ ابن الصلاح وتبعہ النووی نظرا الی ان الحدیث الضعیف یتسامح بہ فی فضائل الاعمال تلقین کو امام ابن الصلاح پھر امام نووی نے اس نظر سے مستحب مانا۔ کہ فضائل اعمال میں حدیث ضعیف کے ساتھ نرمی کی جاتی ہے۔) علامہ[۳۹] محقق جلال دوانی رحمہ اللہ تعالیٰ انموذج[۴۰] العلوم میں فرماتے ہیں

سلہ اواخر الفصل الثانی من الباب الاول ۱۲ منہ سلمہ ربہ ۳۲ قبیل فصل فی حمل الجنازۃ ۱۲ منہ سلمہ ربہ ۳۳ فی سنن الغسل ۱۲ منہ ۳۴ نقلہ بعض العصریین وہو فیما نری ثقۃ فی النقل ۱۲ منہ سلمہ ربہ ۳۵ نقلہ العلامہ شہاب الخفاجی فی نسیم الریاض شرح شفاء القاضی عیاض فی شرح الدیباجۃ حیث روی المصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ بسندہ الی ابی داؤد حدیثہ من سئل عن علم فکتمہ الحدیث وللمحقق ہہنا کلام طویل نقلہ الشارح ملخصا ونازعہ بما ہو متنازع فیہ والوجہ مع المحقق فی عامۃ ما ذکرہ ثم ہو شئیۃ الاطالۃ لاتیناہ بکلامہا مع مالہ وعلیہ ولکن سنشیر ان شاء اللہ تعالیٰ الی احرف یسیرۃ یظہر بہا الصواب بعون الملک الوہاب ۱۲ منہ

الذی یصلح للتحویل علیہ ان یقال اذا وجد حدیث فی فضیلۃ عمل من الاعمال لا یحتمل الحرمۃ والکراھیۃ یجوز العمل بہ ویستحب لانہ مامون الخطر ومرجو النفع اعتماد کے قابل یہ بات ہے۔ کہ جب کسی عمل کی فضیلت میں کوئی حدیث پائی جائے۔ اور وہ حرمت وکراہت کے قابل نہ ہو۔ تو اوس حدیث پر عمل جائز و مستحب ہے۔ کہ اندیشہ سے امان ہے۔ اور نفع کی امید)۔ اندیشہ سے امان یوں کہ حرمت و کراہت کا محل نہیں۔ اور نفع کی امید یوں کہ فضیلت میں حدیث مروی اگرچہ ضعیف ہی سہی اقول وباللہ التوفیق۔ بلکہ فضائل اعمال میں حدیث ضعیف پر عمل کے معنے ہی یہ ہیں کہ استحباب مانا جائے۔ ورنہ نفس جواز تو اصالت اباحت وانعدام نہی شرعی سے آپ ہی ثابت۔ اوسمیں حدیث ضعیف کا کیا دخل ہوا۔ تو لاجرم ورود حدیث کے سبب جانب فعل کو ترجیح ملنئے۔ کہ حدیث کی طرف اسناد متحقق اور اوسپر عمل ہونا صادق ہو۔ اور یہی معنئ استحباب ہے۔ آخر نہ دیکھا کہ علامہ حلبی وعلامہ قاری نے اسے عمل وجواز عمل کو دلیل وثبت استحباب قرار دیا۔ اور امام محمد محمد ابن امیر الحاج نے مقام اباحت میں اوس سے تمسک کو درجۂ ترقی و اولویت میں رکھا۔ کہ جب اوس پر عمل ہوتا ہے۔ تو ثبوت اباحت تو بدرجۂ اولےٰ اس سے کھل گیا۔ کہ اوسپر عمل کے معنے نفس اباحت سے ایک زائد وبالاتر چیز ہے۔ اور وہ نہیں مگر استحباب۔ وھذا ظاھر لیس دونہ حجاب حلیہ[۲۵] شرح منیہ[۵۵] میں فرماتے ہیں۔ الجمھور علی العمل بالحدیث الضعیف الذی لیس بموضوع فی فضائل الاعمال فھو فی ابقاء الاباحۃ التی لم یتم دلیل علی انتفائھا کما فیما نحن فیہ اجدر (جمہور علماء کا مسلک فضائل اعمال میں حدیث ضعیف غیر موضوع پر عمل کرنا ہے۔ تو ایسی حدیث اوس اباحت فعل کے باقی رکھنے کی تو زیادہ سزاوار ہے جس کی نفی پر دلیل تمام نہ ہوئی۔ جیسا کہ ہمارے اس مسئلہ میں ہے) امام ابو طالب مکی قوت[۵۶] میں فرماتے ہیں۔ الحدیث اذا لم ینافہ کتاب او سنۃ وان لم یشھد لہ ان لم یخرج تاویلہ عن اجماع الامۃ فانہ یوجب القبول والعمل لقولہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کیف وقد قیل حدیث جبکہ قرآن عظیم یا کسی حدیث ثابت کے منافی نہ ہو۔ اگرچہ کتاب وسنت میں اوس کی کوئی شہادت بھی نہ نکلے۔ تو بشرطیکہ اوس کے معنے مخالف اجماع نہ پڑتے ہوں۔ اپنے قبول اور اپنے امر پر عمل کو

[۵۵] سنن الغسل مسئلۃ المندیل ۱۲ منہ سمرہ [۵۶] فی الفصل الحادی والثلثین ۱۲ منہ

واجب کرتی ہے۔ کہ حضور سرورِ عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کیونکر نہ مانیں گا۔ حالانکہ کہا تو گیا۔ یعنے جب ایک راوی جسکا کذب یقینی نہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے ایک بات کی خبر دیتا ہے۔ اور اوس امر میں کتاب وسنت واجماع امت کی کچھ مخالفت نہیں تو نہ ماننے کی وجہ کیا ہے۔ **اقول** اما قوله قدس سرہ یوجب فکانہ یرید التاکد کما تقول لبعض اصحابك حقك واجب علی وقال فی الدر المختار[۱] ان المسلمین تواترتوہ فوجب اتباعهم اوان ملجئھم الی ما علیہ السادات المجاهدون من الائمة الصوفية قدسنا اللہ تعالیٰ باسرارهم الصفية من شدة تعاهدهم للمستحبات کانها من الواجبات وتوقیھم عن المکروھات بل وکثیر من المباحات کانھن من المحرمات اوان ھذا ھو المذھب عندہ قدس سرہ فیما نری من المجتهدین وحق له ان یکون منهم کما ھو شان جمیع الواصلین الی عین الشریعة الکبری وان انتسبوا ظاھرًا الی احد من ائمة الفتوی کما[۲] بینه العارف باللہ سیدی عبد الوھاب الشعرانی فی المیزان واللہ تعالےٰ اعلم بمراد اھل العرفان **افادۂ ہجدہم**۔ جانِ برادر! اگر چشم بینا اور گوش شنوا ہے۔ تو تصریحاتِ علما درکنار خود حضور پُرنور سیدِ عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے احادیث کثیرہ ارشاد فرماتی آئیں۔ کہ ایسی جگہ حدیث ضعیف پر عمل کیا جائے۔ اور تحقیق صحت وجودتِ سند میں تعمق وتدقیق راہ نہ پائے۔ ولکن الوھابیۃ قوم یعتدون بگوشِ ہوش سُنیئے۔ اور الفاظِ احادیث پر غور کرتے جائیے حسن ابن عرفہ اپنے جزء حدیثی اور ابو الشیخ مکارم الاخلاق میں سیدنا جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ تعالےٰ عنہما اور کامل جحدری اپنے نسخہ میں اور عبد اللہ بن محمد بغوی اونکے طریق سے اور ابن حبان اور ابو عمر بن عبد البر کتاب العلم اور ابو احمد ابن عدی کامل میں سیدنا انس بن مالك رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم وعلیہم اجمعین فرماتے ہیں من بلغه عن اللہ عزوجل شئ فیہ فضیلة فاخذ به ایمانا به ورجاء ثوابه اعطاہ اللہ تعالےٰ ذلك وان لم یکن کذلك جسے اللہ تبارک وتعالےٰ سے کسی بات میں

---

[۱] آخر باب العیدین ۱۲ منہ سلمہ ربہ [۲] فی فصل فان قال قائل فهل یجب عندکم علی المقلد الخ وفی فصل ان قال قائل کیف الوصول الی الاطلاع علی عین الشریعة المطهرہ الخ وفی غیرہما ۱۲ منہ

کچھ فضیلت کی خبر پہنچے - وہ اپنے یقین اور ثواب کی امید سے اوس بات پر عمل کرے - اللہ تعالےٰ اوسے وہ فضیلت عطا فرمائے - اگرچہ خبر ٹھیک نہ ہو) - یہ لفظ حسن کے ہیں اور دارقطنی کی حدیث میں یُوں ہے - اعطاہ اللہ ذٰلک الثواب وان لم یکن ما بلغہ حقًا اللہ تعالےٰ اوسے وہ ثواب عطا کرے گا - اگرچہ جو حدیث اوسے پہنچے حق نہ ہو) ابن حبان کی حدیث میں یہ لفظ ہیں کان منی او لم یکن چاہے وہ حدیث مجھ سے ہو - یا نہ ہو) ابن عبدالبر کے لفظ یُوں ہیں وان کان الذی حدثہ کاذبًا اگرچہ اوس حدیث کا راوی جھوٹا ہو) امام احمد وابن ماجہ وعقیلی سیدنا ابوھریرۃ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے راوی حضور پُرنور سید عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں - ما جاءکم عنی من خیر قلتہ او لم اقلہ فانی اقولہ وما جاءکم عنی من شر فانی لا اقول الشر تمہیں جس بھلائی کی مجھ سے خبر پہنچے - خواہ وہ میں نے فرمائی ہو - یا نہ فرمائی ہو میں اوسے فرماتا ہوں - اور جس بُری بات کی خبر پہنچے - تو میں بُری بات نہیں فرماتا) - ابن ماجہ کے لفظ یہ ہیں - ما قیل من قول حسن فانا قلتہ جو نیک بات میری طرف سے پہنچائی جائے - وہ میں نے فرمائی ہے عقیلی کی روایت یُوں ہے حدثوا بہ حدثت بہ او لم احدث بہ اوس پر عمل کرو - چاہے وہ میں نے فرمائی ہو - یا نہیں - وفی الباب عن ثوبان مولی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وعن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم - خلعی اپنے فوائد میں حمزہ بن عبدالمجید رحمہ اللہ تعالےٰ سے راوی رایت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی النوم فی الحجر فقلت بابی انت وامی یا رسول اللہ انہ قد بلغنا عنک انک قلت من سمع حدیثا فیہ ثواب فعمل بذلک الحدیث رجاء ذٰلک الثواب اعطاہ اللہ ذٰلک الثواب وان کان الحدیث باطلًا فقال ای ورب ھذہ البلدۃ انہ لمنی وانا قلتہ - میں نے حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو خواب میں حطیم کعبہ معظمہ میں دیکھا - عرض کی - یا رسول اللہؐ میرے ماں باپ حضور پر قربان - ہمیں حضور سے حدیث پہنچی ہے - کہ حضور نے ارشاد فرمایا ہے - جو شخص کوئی حدیث ایسی سنے جسمیں کسی ثواب کا ذکر ہو - وہ اُس حدیث پر بامیدِ ثواب عمل کرے - اللہ عزوجل اوسے وہ ثواب عطا فرمائے اگرچہ حدیث باطل ہو - حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ نے فرمایا - ہاں قسم اس شہر کے رب کی بیشک یہ حدیث مجھ سے ہے - اور میں نے ہی فرمائی ہے - صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم) ابو یعلی اور طبرانی

معجم اوسط میں سیدنا ابی حمزہ انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ من بلغہ عن اللہ تعالیٰ فضیلۃ فلم یصدق بھا لم ینلھا۔ جسے اللہ تعالےٰ سے کسی فضیلت کی خبر پہنچے۔ وہ اوسے نہ مانے۔ وہ اوس فضل سے محروم رہے)۔ ابو عمر ابن عبد البر نے حدیث مذکور روایت کرکے فرمایا۔ اھل الحدیث بجماعتھم یتساھلون فی الفضائل فیروونھا عن کل وانما یتشددون فی احادیث الاحکام تمام علمائے محدثین احادیث فضائل میں نرمی فرماتے ہیں۔ اونہیں ہر شخص سے روایت کرلیتے ہیں۔ ہاں احادیث احکام میں سختی کرتے ہیں۔ ان احادیث سے صاف ظاہر ہوا۔ کہ جسے اس قسم کی خبر پہنچے کہ جو ایسا کرے گا یہ فائدہ پائے گا۔ اوسے چاہیئے۔ نیک نیتی سے اوسپر عمل کرلے۔ اور تحقیق صحتِ حدیث ونظافتِ سند کے پیچھے نہ پڑے۔ وہ انشاء اللہ تعالےٰ اپنی حسنِ نیت سے اوس نفع کو پہنچ ہی جائے گا۔ **اقول** یعنی جب تک اوس حدیث کا بطلان رجا وامید کے کوئی معنی نہیں۔ فقول الحدیث وان لم یکن ما بلغہ حقا ونحوہ انما یعنی بہ فی نفس الامر لا بعد العلم بہ وھذا واضح جدا فتثبت ولا تزل اور وجہ اس عطائے فضل کی نہایت ظاہر کہ حضرت حق عزوجل اپنے بندہ کے ساتھ اوس کے گمان پر معاملہ فرماتا ہے۔ حضور سید عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اپنے رب عزوجل وعلا سے روایت فرماتے ہیں۔ کہ مولےٰ سبحانہٗ وتعالےٰ فرماتا ہے۔ انا عند ظن عبدی بی میں اپنے بندہ کے ساتھ وہ کرتا ہوں جو بندہ مجھ سے گمان رکھتا ہے۔ رواہ البخاری ومسلم والترمذی والنسائی وابن ماجہ عن ابی ھریرۃ والحاکم بمعناہ عن انس بن مالک۔ دوسری حدیث میں یہ ارشاد زائد ہے۔ فلیظن بی ما شاء۔ اب جیسا چاہے مجھ پر گمان کرے۔ اخرجہ الطبرانی فی الکبیر والحاکم عن واثلۃ بن الاسقع رضی اللہ تعالےٰ عنہ بسند صحیح تیسری حدیث میں یوں زیادت ہے۔ ان ظن خیرا فلہ وان ظن شرا فلہ اگر بھلا گمان کرے۔ تو اوس کے لئے بھلائی ہے۔ اور برا گمان کرے گا۔ تو اوس کے لئے برائی۔ رواہ الامام احمد عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالےٰ عنہ بسند حسن علی الصحیح ونحوہ الطبرانی فی الاوسط وابو نعیم فی الحلیۃ عن واثلۃ رضی اللہ تعالےٰ عنہ جب اوس نے اپنی صدقِ نیت سے اوسپر عمل کیا اور رب عزجلالہ سے اوس نفع کی امید رکھی۔ تو مولےٰ تبارک وتعالےٰ اکرم الاکرمین ہے۔ اوس کی امید ضائع نہ کرے گا۔ اگرچہ حدیث واقع میں

فائدہ نوزدہم (۱۹) عقل بھی گواہ ہے کہ ایسی جگہ حدیث ضعیف مقبول ہے۔

کیسی ہی ہو۔ وَلِلّٰہِ الحمد فی الاولیٰ والاٰخرۃ (افادہ نوزدہم) اقول۔ وباللہ التوفیق۔ عقل اگر سلیم ہو۔ تو ان نصوص ونقول کے علاوہ وہ خود بھی گواہ کافی ہے۔ کہ ایسی جگہ ضعیف حدیث معتبر اور اوسکا ضعف مغتفر کہ سند میں کتنے ہی نقصان ہوں۔ آخر بطلان پر تو یقین نہیں۔ فان الکذوب قد یصدق (بڑا جھوٹا بھی کبھی سچ بولتا ہے) تو کیا معلوم کہ اوس نے یہ حدیث ٹھیک ہی روایت کی ہو۔ مقدمہ امام ابوعمر تقی الدین شہرزوری میں ہے۔ اذا قالوا فی حدیث انہ غیر صحیح فلیس ذلک قطعا بانہ کذب فی نفس الامر اذ قد یکون صدقا فی نفس الامر وانما المراد بہ لم یصح اسنادہ علی الشرط المذکور محدثین جب کسی حدیث کو غیر صحیح بتاتے ہیں۔ تو یہ اوس کے فی الواقع کذب پر یقین نہیں ہوتا۔ اسلئے کہ حدیث غیر صحیح کبھی واقع میں سچی ہوتی ہے۔ اُس سے تو اتنی مراد ہوتی ہے کہ اوس کی سند اوس شرط پر نہیں جو محدثین نے صحت کے لئے مقرر کی۔ تقریب وتدریب میں ہے۔ اذا قیل حدیث ضعیف فمعناہ لم یصح اسنادہ علی الشرط المذکور لا انہ کذب فی نفس الامر لجواز صدق الکاذب اھ ملخصًا۔ جب کسی حدیث کو ضعیف کہا جائے۔ تو معنے یہ ہیں۔ کہ اوس کی اسناد شرط مذکور پر نہیں۔ نہ یہ کہ واقع میں جھوٹ ہے۔ ممکن ہے کہ جھوٹا سچ بولا ہو) محقق حیث اُطلق فتح میں فرماتے ہیں ان وصف الحسن والصحیح والضعیف انما ھو باعتبار السند ظنا اما فی الواقع فیجوز غلط الصحیح وصحۃ الضعیف حدیث کو حسن یا صحیح یا ضعیف کہنا صرف سند کے لحاظ سے ظنی طور پر ہے واقع میں جائز ہے۔ کہ صحیح غلط اور ضعیف صحیح ہو)۔ اوسی میں ہے۔ لیس معنی الضعیف الباطل فی نفس الامر بل مالم یثبت بالشروط المعتبرۃ عند اھل الحدیث مع تجویز کونہ صحیحًا فی نفس الامر فیجوز ان یقترن قرینۃ تحقق ذٰلک وان الراوی الضعیف اجاد فی ھٰذا المتن المعین فیحکم بہ ضعیف کے یہ معنے نہیں کہ وہ واقع میں باطل ہے بلکہ یہ کہ جو شرطیں اہل حدیث نے اعتبار کیں اوسپر نہ آئیں۔ اس کے ساتھ جائز ہے کہ واقع میں صحیح ہو۔ تو ممکن کہ کوئی ایسا قرینہ ملے جو ثابت کر دے کہ وہ صحیح ہے۔ اور راوی ضعیف نے یہ حدیث خاص اچھے طور پر ادا کی ہے۔ اوس وقت باوصف ضعف راوی اوس کی صحت کا حکم کر دیا جائے گا۔ موضوعات کبیر میں ہے

---

۵۱ مسئلۃ التنفل قبل المغرب ۱۲ منہ سلمہ ۵۲ مسئلۃ السجود علی کور العمامۃ ۱۲ منہ سلمہ ربہ

المحققون علی ان الصحۃ والحسن والضعف انما هی من حیث الظاهر فقط مع احتمال کون الصحیح موضوعا وعکسہ کذا افادہ الشیخ ابن الحجر المکی محققین فرماتے ہیں صحت وحسن وضعف سب بنظر ظاہر ہیں - واقع میں ممکن ہے کہ صحیح موضوع ہو - اور موضوع صحیح)
اقول - یہی وجہ ہے کہ بہت احادیث جنہیں محدثین کرام اپنے طور پر ضعیف و نامعتبر ٹھہرا چکے - علمائے قلب عرفائے رب ائمہ عارفین سادات مکاشفین قدسنا اللہ تعالے باسرارہم الجلیلۃ و نور قلوبنا بانوارہم الجمیلۃ اونہیں مقبول ومعتمد بناتے - اور بصیغ جزم وقطع حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کی طرف نسبت فرماتے - اور ان کے علاوہ بہت وہ احادیث لاتے جنہیں علماء اپنے زبر ودفاتر میں کہیں نہ پاتے - اونکے یہ علوم الٰہیہ بہت ظاہر بینوں کو نفع دینا درکنار - اُلٹے باعث طعن وقیعت وجرح واہانت ہوجاتے - حالانکہ العظمۃ للہ وہ عباد اللہ ان طاعنین سے بدرجہا اتقی للہ واعلم باللہ واشد توقیا فی القول عن رسول اللہ صلی اللہ تعالے علیہ وسلم تھے - لکن کل حزب بما لدیہم فرحون وربک اعلم بالمهتدین میزان[1] مبارک میں حدیث اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اهتدیتم کی نسبت فرماتے ہیں - هذا الحدیث و ان کان فیہ مقال عند المحدثین فهو صحیح عند اهل الکشف اس حدیث میں اگرچہ محدثین کو گفتگو ہے - مگر وہ اہل کشف کے نزدیک صحیح ہے) کشف الغمہ[2] عن جمیع الامہ میں ارشاد فرمایا - کان صلی اللہ تعالی علیہ وسلم یقول من صلی علی طهر قلبہ من النفاق کما یطهر الثوب بالماء وکان صلی اللہ تعالی یقول من قال صلی اللہ علی محمد فقد فتح علی نفسہ سبعین بابا من الرحمۃ والقی اللہ محبتہ فی قلوب الناس فلا یبغضہ الا من فی قلبہ نفاق قال شیخنا رضی اللہ تعالے عنہ هذا الحدیث والذی قبلہ رویناهما عن بعض العارفین عن الخضر علیہ الصلوٰۃ والسلام عن رسول اللہ صلی اللہ تعالے علیہ وسلم وهما عندنا صحیحان فی اعلی درجات الصحۃ وان لم یثبتهما المحدثون علی مقتضی اصطلاحهم حضور پر نور سرور عالم صلی اللہ تعالے علیہ وسلم فرماتے - جو مجھ پر درود بھیجے اوسکا دل نفاق سے ایسا

---

[1] فی فصل فان ادعی احد من العلماء ذوق هذا المیزان ۱۲ منہ سلمہ ربہ [2] اخر الجلد الاول باب جامع الفضائل الذکر اخر فصل الامر بالصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ۱۲ منہ سلمہ ربہ ۔

پاک ہوجائے۔ جیسا کپڑا پانی سے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے۔ جو کہے۔ صلّی اللہُ علیٰ محمّدٍ اوس نے ستر دروازے رحمت کے اپنے اوپر کھول لئے۔ اللہ عزوجل اوس کی محبت لوگوں کے دلوں میں ڈالیگا کہ اُس سے بُغض نہ رکھیگا۔ مگر وہ جس کے دل میں نفاق ہوگا ہمارے شیخ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا۔ یہ حدیث اور اس سے پہلی ہم نے بعض اولیاء سے روایت کی ہیں۔ اونھوں نے سیدنا خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام اونھوں نے حضور پُر نور سیّد الانام علیہ افضل الصلوٰۃ واکمل السّلام سے۔ یہ دونوں حدیثیں ہمارے نزدیک اعلیٰ درجہ کی صحیح ہیں۔ اگرچہ محدثین اپنی اصطلاح کی بنا پر اونھیں ثابت نہ کہیں)۔ نیز میزانؔ شریف میں اپنے شیخ سیدی علی خواص قدس سرہ العزیز سے نقل فرماتے ہیں کما یقال عن جمیع ما رواہ المحدثون بالسند الصحیح المتصل ینتھی سندہ الی حضرۃ الحق جل وعلا فکذٰلک یقال فیما نقلہ اھل الکشف الصحیح من علوم الحقیقۃ جس طرح یہ کہا جاتا ہے کہ جو کچھ محدثین نے سند صحیح متصل سے روایت کیا۔ اوس کی سند حضرت الٰہی عزّ وجل تک پہنچتی ہے۔ یُوں ہی جو کچھ علم حقیقت سے صحیح کشف والوں نے نقل فرمایا۔ اوس کے حق میں بھی یہی کہا جائے گا) بالجملہ اولیاء کے لئے سوا اس سند ظاہری کے دوسرا طریقہ ارفع واعلےٰ ہے۔ ولہٰذا حضرت سیدی ابو یزید بسطامی رضی اللہ تعالےٰ عنہ وقدس سرہ السامی اپنے زمانہ کے منکرین سے فرماتے قد اخذتم علمکم میتا عن میت، واخذنا علمنا عن الحی الذی لا یموت تم نے اپنا علم سلسلہ اموات سے حاصل کیا ہے۔ اور ہم نے اپنا علم حی لا یموت سے لیا ہے۔ نقلہ سیدی الامام الشعرانی فی کتابہ المبارک الفاخر الیواقیت والجواھر اٰخر المبحث السابع والاربعین حضرت سیدی امام المکاشفین محی الملۃ والدین شیخ اکبر ابن عربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کچھ حدیث کی تصحیح فرمائی کہ بطور علم پر ضعیف مانی گئیں تھیں۔ کما ذکرہ فی باب الثالث والسبعین من الفتوحات المکیۃ الشریفۃ الالٰھیۃ الملکیۃ ونقلہ فی الیواقیت ھنا۔ اسی طرح خاتم حفاظ الحدیث امام جلیل جلال الملۃ والدین سیوطی قدس سرہ العزیز پچھتر بار بیداری میں زیارت جمال جہاں آرائے حضور پُر نور سیّد الانبیاء صلی اللہ تعالےٰ علیہ وعلیہم السلام سے بہرہ ور ہوئے۔ بالمشافہہ حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے تحقیقات حدیث کی۔ دولت پائی بہت احادیث کی کہ طریقہ محدثین پر ضعیف ٹھیر چکی تھیں

۵ل فصل فی بیان استعمال خروج الشیٔ من اقوال المجتہدین عن الشیعۃ ۱۲ منہ

تصحیح فرمائی جس کا بیان عارف ربانی امام العلامہ عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ النورانی کی میزان الشریعۃ الکبریٰ میں ہے من شاء فلیتشرف بمطالعتہ یہ نفیس وجلیل فائدہ کہ بمناسبت مقام بحمداللہ تعالےٰ نفع رسانی برادران دین کے لئے حوالۂ قلم ہوا۔ لوح دل پر نقش کر لینا چاہئے۔ کہ اس کے جاننے والے کم ہیں۔ اور اس لغزشگاہ میں پھسلنے والے بہت قدم ؎

خلیلی قطاع الفیافی الی الحمیٰ … کثیر و ارباب الوصول قلائل

بات دور پہنچی۔ کہنا یہ تھا۔ کہ سند پر کیسے ہی طعن و جرح ہوں۔ اون کے سبب بطلان حدیث پر جزم نہیں ہو سکتا۔ ممکن کہ واقع میں حق ہو۔ اور جب صدق کا احتمال باقی۔ تو عاقل جہاں نفع بے ضرر کی امید پاتا ہے۔ اوس فعل کو بجا لاتا ہے۔ دین و دنیا کے سب کام امید پر چلتے ہیں۔ پھر سند میں نقصان دیکھ کر ایک دست اوس سے دست کش ہو تا کہیں نقل کا تقتضے ہے۔ کیا معلوم اگر وہ بات سچی تھی۔ تو خود فضیلت سے محروم رہے۔ اور جھوٹی ہو۔ تو فعل میں اپنا کیا نقصان۔ فانهم و تثبت ولا تکن من المتعصبین۔ انصاف کیجئے۔ مثلاً کسی کو نقصان حرارت غریزی و ضعف ارواح کی شکایت شدید ہو۔ زید اوس سے بیان کرے۔ کہ فلاں حکیم حاذق نے اس مرض کے لئے سونے کے ورق سونے کے کھرل میں سونے کی موسلی سے عرق بید مشک یا ہتھیلی پر انگلی سے سحق بلیغ کر کے پینا تجویز فرمایا ہے۔ تو عقل سلیم کا اقتضا نہیں۔ کہ جب تک اوس حکیم تک سند صحیح متصل کی خوب تحقیقات نہ کر لے۔ اوسکا استعمال طبًّا حرام جانے۔ بس اتنا دیکھنا کافی ہے کہ اصول طبیہ میں بیمرے لئے اس میں کچھ مضرت تو نہیں۔ ورنہ وہ مریض کہ نسخہ ہائے قرابادین کی سندیں ڈھونڈتا۔ اور حال رواۃ تحقیق کرتا پھریگا۔ قریب ہے کہ بے عقلی کے سبب اون ادویہ کے فوائد و منافع سے محروم رہیگا۔ تا عراق تنقیح سے تریاق تصحیح ہاتھ آئے گا۔ سنہ یہ مار گزیدہ مر جاویگا بعینہٖ یہی حال ان فضائل اعمال کا ہے۔ جب ہمارے کان تک یہ بات پہنچی۔ کہ ان میں ایسا نفع ذکر کیا گیا۔ اور شرع مطاہر نے ان افعال سے کہیں منع نہ کیا۔ تو اب ہمیں تحقیق منشا نہ کیا ضرور ہے۔ اگر حدیث فی نفسہ صحیح ہے۔ فبہا۔ ورنہ ہم نے اپنی نیک نیتی کا اچھا پھل پایا۔ ہل تربصون بنا الا احدی الحسنیین۔ واللہ تعالےٰ الموفق (**افادہ مبسّمہ**) مقاصد شرع کا عارف اور کلمات علماء کا واقف جب قبول ضعیف فی الفضائل کے دلائل مذکورہ عبارات سابقہ فتح المبین امام ابن حجر مکی وانموذج العلوم محقق دوانی وقوت القلوب امام مکی رحمہم اللہ تعالےٰ ونیز تقریر فقیر مذکورہ افادۂ سابقہ پر نظر صحیح کرے گا۔ ازانجا کہ تجلیہ کے پرتو سے بطور حدس بے تکلف اوس کے

آئینۂ دل میں مرتسم ہوگا کچھ فضائلِ اعمال ہی میں انحصار نہیں - بلکہ جہاں اوسپر عمل میں رنگ احتیاط ونفع بے ضرر کی صورت نظر آئے گی - بلاشبہ قبول کی جائے گی - جانبِ فعل میں اگر اوسکا ورود استحباب کی راہ بتلائے گا - جانبِ ترک میں تنزہ و تورع کی طرف بلائے گا - کہ آخر مصطفےٰ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے صحیح حدیث میں ارشاد فرمایا - کیف وقد قیل کیونکر نہ مانیگا حالانکہ کہا تو گیا - رواہ البخاری عن عقبۃ بن الحارث النوفلی رضی اللہ تعالےٰ عنہ -

اقول وقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دع ما یریبک الی ما لا یریبک جس میں شبہ پڑتا ہو - وہ کام چھوڑ دے - اور ایسے کی طرف آ جس میں کچھ دغدغہ نہیں - رواہ الامام احمد وابو داؤد الطیالسی والدارمی والترمذی وقال حسن صحیح والنسائی وابن حبان والحاکم وصححاہ وابن قانع فی معجمہ عن الامام ابن الامام سیدنا الحسن علی رضی اللہ تعالیٰ عنھما بسند قوی وابو نعیم فی الحلیۃ والخطیب فی التاریخ بطریق مالک عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما - ظاہر ہے کہ حدیث ضعیف اگر مورث ظن نہ ہو - مورثِ شبہ سے تو کم نہیں - تو محلِ احتیاط میں اوس کا قبول عین مرادِ شارع صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے مطابق ہے - احادیث اس باب میں بکثرت ہیں - ازاں جملہ حدیث اجل واعظم کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم من اتقی الشبھات فقد استبرأ لدینہ وعرضہ ومن وقع فی الشبھات وقع فی الحرام کالراعی حول الحمی یوشک ان یرتع فیہ الا وان لکل ملک حمی الا وان حمی اللہ محارمہ - جو شبہات سے بچے - اوس نے اپنے دین وآبرو کی حفاظت کرلی - اور جو شبہات میں پڑے - حرام میں پڑ جائیگا جیسے رمنے کے گرد چرانے والا نزدیک ہے کہ رمنے کے اندر چرائے - سن لو - ہر بادشاہ کا ایک رمنا ہوتا ہے - سن لو - اللہ عزوجل کا رمنا وہ چیزیں ہیں جو اوس نے حرام فرمائیں - رواہ الشیخان عن النعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنھما - امام ابن حجر مکی نے فتح المبین میں ان دونوں حدیثوں کی نسبت فرمایا - رجوعھما الی شیٔ واحد وھو النھی التنزیھی عن الوقوع فی الشبھات یعنی حاصل مطلب ان دونوں حدیثوں کا یہ ہے کہ شبہ کی بات میں پڑنا خلاف اولےٰ ہے جسکا مرجع کراہت تنزیہ، اللہ عزوجل فرماتا ہے وان یک کاذبا فعلیہ کذبہ وان یک صادقا یصبکم بعض الذی یعدکم - اگر وہ جھوٹا ہے - تو اوس کے جھوٹ کا وبال اوس پر ہے - اور اگر سچا ہو - تو تمھیں پہنچ جائے گی کچھ نہ کچھ وہ مصیبت جسکا وہ تمہیں وعدہ

دیتا ہے)۔ بحمد اللہ تعالیٰ یہ معنی ہیں ارشاد ابو طالب مکی قدس سرہ کے کہ قوت[1] القلوب شریف میں فرمایا۔ ان اخبار الضعاف غیر مخالفۃ الکتاب والسنۃ لا یلزمنا ردھا بل فیھا ما یدل علیھا۔ ضعیف حدیثیں جو مخالفِ کتاب و سنت نہ ہوں۔ اون کا رد کرنا ہمیں لازم نہیں۔ بلکہ قرآن و حدیث اون کے قبول پر دلالت فرماتے ہیں) لاجرم علمائے کرام نے تصریحیں فرمائیں۔ کہ دربارۂ احکام بھی حدیث ضعیف مقبول ہوگی۔ جبکہ جانب احتیاط میں ہو۔ امام نووی نے اذکار میں بعد عبارت مذکورہ پھر شمس سخاوی نے فتح المغیث پھر شہاب خفاجی نے نسیم[2] الریاض میں فرمایا۔ اما الاحکام کالحلال والحرام والبیع والنکاح والطلاق وغیر ذٰلک فلا یعمل فیھا الا بالحدیث الصحیح او الحسن الا ان یکون فی احتیاط فی شیئ من ذٰلک کما اذا ورد حدیث ضعیف بکراھۃ بعض البیوع او الانکحۃ فان المستحب ان یتنزہ عنہ ولکن لا یجب۔ یعنی محدثین و فقہاء وغیرہم علماء فرماتے ہیں کہ حلال و حرام طلاق وغیرہا احکام کے بارے میں صرف حدیث صحیح یا حسن ہی پر عمل کیا جاوے گا۔ مگر یہ کہ ان مواقع میں کسی احتیاطی بات میں ہو۔ جیسے کسی بیع یا نکاح کی کراہت میں حدیث ضعیف آئے۔ تو مستحب ہے۔ کہ اُس سے بچیں ہاں واجب نہیں) امام جلیل جلال سیوطی تدریب میں فرماتے ہیں۔ ویعمل بالضعیف ایضا فی الاحکام اذا کان فیہ احتیاط حدیث ضعیف پر احکام میں بھی عمل کیا جائیگا۔ جبکہ اوس میں احتیاط ہو) علامہ حلبی غنیہ[3] میں فرماتے ہیں۔ الاصل ان الوصل بین الاذان والاقامۃ یکرہ فی کل الصلوۃ لما روی الترمذی عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال لبلال اذا اذنت فترسل واذا اقمت فاحدر واجعل بین اذانک واقامتک قدر ما یفرغ الاکل من اکلہ فی غیر[4] المغرب والشارب من شربہ و المعتصر اذا دخل لقضاء حاجتہ وھو وان کان ضعیفا لکن یجوز العمل بہ

---

[1] فی فصل الحادی والثلثین ۱۲ منہ [2] فی شرح الخطبۃ حیث اسند الامام المصنف حدیث من سئل عن علم فکتمہ الحدیث ۱۲ منہ سلمہ ربہ [3] فی فصل سنن الصلوٰۃ ۱۲ منہ [4] فی غیر المغرب ہکذا ھو فی نسختی الغنیۃ ولیس عند الترمذی بل ھو مدرج فیہ نعم ھو ثابت عند العلماء کما قال فی الغنیۃ ابعد ما نقلنا قالوا قولہ قدر ما یفرغ الاکل من اکلہ فی غیر المغرب ومن شربہ فی المغرب الخ

فی مثل ھٰذا الحکم۔ یعنی اصل یہ ہے کہ اذان کہتے ہی فوراً اقامت کہدینا مطلقاً سب نمازوں میں مکروہ ہے۔ اِسلئے کہ ترمذی نے جابر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کیا۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے بلال رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے فرمایا۔ اذان ٹھیر ٹھیر کر کہا کر اور تکبیر جلد جلد اور دونوں میں اتنا فاصلہ رکھ۔ کہ کھانے والا اپنے کھانے اور پینے والا اپنے پینے اور ضرورت والا قضائے حاجت سے فارغ ہو جائے۔ یہ حدیث اگرچہ ضعیف[1] ہے مگر ایسے حکم میں اوس پر عمل روا ہے)۔ (**نفیسہ**)۔ ایک حدیث ضعیف میں بُدھ کے دن پچھنے لگانے سے ممانعت آئی ہے کہ من احتجم یوم الاربعاء و یوم السبت فاصابہ برص فلا یلومن الا نفسہ جو بُدھ یا ہفتے کے روز پچھنے لگائے۔ پھر اوس کے بدن پر سپید داغ ہو جائے۔ تو اپنے ہی آپ کو ملامت کرے)۔ ایک صاحب محمد بن جعفر بن مطر نیشاپوری کو فصد کی ضرورت تھی۔ بُدھ کا دن تھا۔ خیال کیا۔ کہ حدیث مذکور تو صحیح نہیں۔ فصد لے لی۔ فوراً برص ہو گئی۔ خواب میں حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ حضور سے فریاد کی۔ حضور پُر نور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ایاک والاستھانۃ بالحدیثی۔ خبردار میری حدیث کو ہلکا نہ سمجھنا)۔ اُنہوں نے توبہ کی آنکھ کھلی۔ تو اچھے تھے)۔ امام سیوطی لآلی و تعقبات میں مسند الفردوس دیلمی سے نقل فرماتے ہیں۔ سمعت ابی یقول سمعت اباعمرو محمد بن جعفر بن مطر النیسابوری قال قلت یوما ان ھٰذا الحدیث لیس بصحیح فافتصدت یوم الاربعاء فاصابنی البرص فرأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی النوم فشکوت الیہ حالی فقال ایاک والاستھانۃ بحدیثی فقلت تبت یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فانتبھت وقد عافانی اللہ تعالےٰ وذھب ذلک عنی (**جلیلہ**) امام ابن عساکر روایت فرماتے ہیں۔ ابو معین حسین بن حسن طبری نے پچھنے لگانے چاہے۔ ہفتہ کا دن تھا۔ غلام سے کہا حجام کو بُلا لا۔ جب وہ چلا۔ حدیث یاد آئی۔ پھر کچھ سوچکر کہا۔ حدیث میں تو ضعف ہے۔ غرض لگا لئے۔ برص ہو گئی۔ خواب میں حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے فریاد کی۔ فرمایا

نفیسہ بدھ کے دن پچھنے لگانے سے برص ہوتی ہیں

جلیلہ ہفتہ کے دن پچھنے لگانے سے برص ہو گئی

[1] امام ترمذی نے فرمایا۔ ہو سنا ضعیف [illegible] ۱۲ [illegible] اخرجہ [illegible] والطبرانی [illegible]

ایاك والاستهانة بحدیثی۔ دیکھ میری حدیث کا معاملہ آسان نہ جاننا۔ انھوں نے منت مانی۔ اللہ تعالیٰ اس مرض سے نجات دے تو اب کبھی حدیث کے معاملے میں سہل انگاری نہ کروں گا۔ صحیح ہو یا ضعیف اللہ عزوجل نے شفا بخشی لآلی[1] میں ہے۔ اخرج ابن عساکر فی تاریخہ من طریق ابی علی مهران بن هارون الحافظ الرازی قال سمعت ابا معین الحسین بن الحسن الطبری یقول اردت الحجامة یوم السبت فقلت للغلام ادع لی الحجام فلما ولی الغلام ذکرت خبر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فاصابہ وضح فلا یلومن الا نفسہ قال فدعوت الغلام ثم تفکرت فقلت هذا حدیث فی اسنادہ بعض الضعف فقلت للغلام ادع الحجام لی فدعاہ فاحتجمت فاصابنی البرص فرأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی النوم فشکوت الیہ حالی فقال ایاك والاستهانة بحدیثی فنذرت للہ نذرا لئن اذهب اللہ ما بی من البرص لم اتهاون فی خبر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صحیحا کان او سقیما فاذهب اللہ عنی ذلك البرص

مفیدہ : یوں ہی ایک حدیث ضعیف میں بدھ کے دن کتروانے کو آیا۔ کہ مورثِ برص ہوتا ہے۔ بعض علماء نے کتروائے کسی نے بربنائے حدیث منع کیا۔ فرمایا حدیث صحیح نہیں۔ فوراً مبتلا ہو گئے۔ خواب میں زیارت جمالِ بے مثال حضور پُرنور محبوب ذی الجلال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مشرف ہوئے حضور اپنے حال کی شکایت عرض کی۔ حضور والا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کیا تم نے نہ سُنا تھا۔ کہ ہم نے اس سے نہی فرمائی ہے۔ عرض کی۔ حدیث میرے نزدیک صحت کو نہ پہنچی تھی۔ ارشاد ہوا۔ تمہیں اتنا کافی تھا۔ کہ یہ حدیث ہمارے نامِ پاک سے تمہارے کان تک پہنچی۔ یہ فرما کر حضور مُبرِیُ الاکمہ والابرص محی الموتیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا دستِ اقدس کہ پناہِ دو جہان و دستگیرِ بیکسان ہے اُن کے بدن پر لگا دیا۔ فوراً اچھے ہو گئے۔ اور اسی وقت توبہ کی۔ کہ اب کبھی حدیث سُن کر مخالفت نہ کروں گا۔ علامہ شہاب الدین خفاجی مصری حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نسیم الریاض[2] شرح امام قاضی عیاض میں فرماتے ہیں۔ قص الاظفار وتقلیمھا سنة وورد النھی عنہ فی یوم الاربعاء وانہ یورث البرص وحکی عن بعض العلماء

مفیدہ بدھ کے دن ناخن ترشوانے کا مسئلہ

[1] تلو اہر ۱۲ منہ [2] القسم الاول الباب الثانی الفصل الرابع فی نظافتہ جسمہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲ منہ

انہ فعلہ فنھی عنہ فقال لم یثبت ھذا فلحقہ البرص من ساعتہ فرای النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فی منامہ فشکیٰ الیہ فقال لہ الم تسمع نھیی عنہ فقال لم یصح عندی فقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یکفیک انہ سمع ثم مسح بدنہ بیدہ الشریفۃ فذھب مابہ فتاب عن مخالفۃ ماسمع اھ یہ بعض علماء امام علامہ ابن الحاج مکی مالکی قدس اللہ سرہ العزیز تھے۔ علامہ طحطاوی حاشیہ درمختار میں فرماتے ہیں۔ ورد فی بعض الآثار النھی عن قص الاظفار یوم الاربعاء فانہ یورث البرص وعن ابن الحاج صاحب المدخل انہ ھم بقص اظفارہ یوم الاربعاء فتذکر ذلک فترک ثم رای ان قص الاظفار سنۃ حاضرۃ ولم یصح عندہ النھی فقصھا فلحقہ ای اصابہ البرص فرای النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی النوم فقال الم تسمع نھیی عن ذلک فقال یارسول اللہ لم یصح عندی ذلک فقال یکفیک ان تسمع ثم مسح صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علیٰ بدنہ فزال البرص جمیعا قال ابن الحاج رحمہ اللہ تعالیٰ فجددت مع اللہ توبۃ انی لا اخالف ماسمعت عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ابدا سبحان اللہ جب محل احتیاط میں احادیث ضعیفہ خود احکام میں مقبول ومعمول۔ تو فضائل تو فضائل ہیں اور ان فوائد نفیسہ جلیلہ مفیدہ سے بحمد اللہ تعالیٰ عقل سلیم کے نزدیک وہ مطلب بھی روشن ہوگیا کہ ضعف حدیث اوسکی غلطی واقعی کو مستلزم نہیں۔ دیکھو یہ حدیثیں بلحاظ سند کیسی ضعاف تھیں۔ اور واقع میں اون کی وہ شان کہ مخالفت کرتے ہی فوراً تصدیقیں ظاہر ہوگئیں کاش منکران فضائل کو بھی اللہ عزوجل تعظیم حدیث مصطفےٰ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توفیق بخشے۔ اور اوسے ہلکا سمجھنے سے نجات دے۔ آمین۔ ثم آمین۔ (افادہ بست ویکم) بذریعہ حدیث ضعیف کسی فعل کے لئے محل فضائل میں استحباب یا موضع احتیاط میں حکم تنزہ ثابت کرنے کے لئے زنہار زنہار اصلاً اس کی حاجت نہیں۔ کہ بالخصوص اس فعل معین کے باب میں کوئی حدیث صحیح بھی وارد ہوئی ہو۔ بلکہ یقیناً قطعاً صرف ضعیف ہی کا ورود ان احکام استحباب وتنزہ کے لئے ذریعہ کافیہ ہے۔ افادات سابقہ کو جس نے ذرا بھی گوش ہوش استماع کیا ہے۔ اوسپر یہ امر شمس وامس کی طرح واضح وروشن۔ مگر ازانجاکہ مقام مقام افادہ ہے۔ ایضاح حق کے لئے چند تنبیہات کا ذکر مستحسن۔ اول۔ کلمات علمائے کرام میں

[illegible]

باآنکہ طبقہ فطبقہ اوس جوش وکثرت سے آئے۔ اس تقیید بعید کا کہیں نشان نہیں۔ تو خواہی نخواہی مطلق کو از پیشِ خویش مقید کر لینا کیونکر قابلِ قبول **ثانیاً** بلکہ ارشاداتِ علماء صراحۃً اسکے خلاف مثلاً عبارتِ اذکار وغیرہا خصوصاً عبارت امام ابن الہمام کہ نص صریح ہے کہ ثبوت استحباب کو حدیث ضعیف کافی **اقول** بلکہ خصوصاً اذکار کا وہ فقرہ کہ اگر کسی بیع یا نکاح کی کراہت میں کوئی حدیث ضعیف آئے۔ تو اس سے بچنا مستحب ہے۔ واجب نہیں۔ اس استحباب وانکارِ وجوب کا منشا وہی ہے کہ اُس سے نہی میں حدیث صحیح نہ آئی کہ وجوب ہوتا تنہا ضعیف نے صرف استحباب ثابت کیا۔ اور سب سے اعلیٰ واجل کلام امام ابوطالب مکی اوس میں تو بالقصد اس تقیید جدید کا رد صریح فرمایا ہے وان لم یشھد لہ اگرچہ کتاب وسنت اس خاص امر کے شاہد نہ ہوں۔ **ثالثاً** علمائے فقہ وحدیث کا عمل دسائد قدیم وحدیث اس قید کے بطلان پر شاہد عدل جابجا انہوں نے احادیث ضعیفہ سے ایسے امور میں استدلال فرمایا ہے جن میں حدیث صحیح اصلاً مروی نہیں **اقول** مثلاً (۱) نمازِ نصف شعبان کی نسبت علی قاری (۲) صلوٰۃ التسبیح کی نسبت بر تقدیر تسلیم ضُعف وجہالت امام زرکشی وامام سیوطی کے اقوال افادۂ دوم میں گزرے (۳) نمازیں امامتِ اتقی کی نسبت امام محقق علی الاطلاق کا ارشاد افادہ شانزدہم میں گذرا۔ وہاں اس تقیید کے برعکس حدیث ضعیف پر عمل کو فقدانِ صحت سے مشروط فرمایا ہے۔ حیث قال روی الحاکم عنہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ان سرکم ان تقبل صلوتکم فلیؤمکم خیارکم فان صح والا فالضعیف غیر الموضوع یعمل بہ فی فضائل الاعمال (۴) نیز امام ممدوح نے تجہیز وتکفین قریب کافر کے بارہ میں احادیث ذکر کیں۔ کہ جب ابوطالب مرے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے سیدنا مولٰے علی کرم اللہ تعالٰے وجہہ الکریم کو فرمایا۔ کہ انہیں نہلا کر دفن کر آئیں۔ پھر خود غسل کرلیں۔ بعدہ غسل میت سے غسل کی حدیثیں نقل کیں۔ پھر فرمایا۔ لیس فی ھذا ولا فی شیئ من طرق حدیث علی حدیث صحیح لکن طرق حدیث علی کثیرۃ والاستحباب یثبت بالضعیف غیر الموضوع ان دونوں بارے میں کوئی حدیث صحیح نہیں۔ مگر حدیث علی کے طرق کثیر ہیں۔ اور استحباب حدیث ضعیف غیر موضوع سے ثابت ہو جاتا ہے (۵) غسل کے بعد استحباب مندیل کی نسبت علامہ ابراہیم حلبی (۶) تائیدِ اباحت کی نسبت امام ابن امیر الحاج (۷) استحبابِ مسح گردن کی نسبت مولانا علی مکی (۸) استحبابِ تلقین کی نسبت امام ابن الصلاح وامام نووی وامام سیوطی

کے ارشادات افادہ ہفہم (۹) کراہت وصل بین الاذان والاقامۃ کی نسبت علامہ حلبی کا کلام (۱۰) بدھ کو ناخن ترا شنے کی نسبت خود نسیم الریاض وطحطاوی کے اقوال - افادۂ بستم میں زیورِ گوشِ سامعین ہوئے - یہ دس تو یہیں موجود ہیں - اور خوفِ اطالت نہ ہو - تو سو دو سو ایک ادنٰے نظر میں جمع ہو سکتے ہیں - مگر ایضاحِ واضح میں اطناب تا کے (رابعًا) **اقول** نصوص واحادیث مذکورہ افادات ہفہم وبستم کو دیکھئے کہیں بھی اس قیدِ بے معنے کی مساعدت فرماتے ہیں - حاشا بلکہ باعلیٰ ندا اوس کی لغویت بتاتے ہیں - کما لا یخفی علیٰ اُولی النُّہی (خامسًا) **اقول** وباللہ التوفیق - اِس شرطِ زائد کا اضافہ اصل مسئلہ اجماعیہ کو محض لغو ومہمل کر دے گا - کہ اب حاصل یہ ٹھہرے گا - کہ احکام میں تو مقتضائے حدیثِ ضعیف پر کاربندی اصلًا جائز نہیں - اگرچہ وہاں حدیث صحیح موجود ہو - اور اون کے غیر میں بحالتِ وجود صحیح صحیح ورنہ قبیح - (اوّلًا) اس تقدیر پر عمل بمقتضی الضعیف من حیث ہو مقتضی الضعیف ہو گا - یا من حیث ہو مقتضی الصحیح ثانی قطعًا احکام میں بھی حاصل اور تفرقہ زائل کیا احکام میں ورودِ ضعیف صحاحِ ثابتہ کو بھی رد کر دیتا ہے - ھذا لا یقول بہ جاھل اور اوّل خود شرط سے رجوع یا قول بالمتنافیین ہو کر مدفوع کہ جب مصحح عمل ورود صحیح ہے - تو اس سے قطع نظر ہو کر صحت کیونکر (ثانیًا) اگر صحیح نہ آتی ضعیف بیکار تھی - آتی - تو وہی کفایت کرتی بہرحال اس کا وجود وعدم یکساں - پھر معمول بہ ہونا کہاں - (ثالثًا) بعبارۃ اخریٰ اظہر واجلیٰ حدیث پر عمل کے یہ معنے کہ یہ حکم اُس سے ماخوذ اور اوس کی طرف مضاف ہو کہ اگر نہ اوس سے لیجئے - نہ اوس کی طرف اسناد کیجئے - تو اوس پر عمل کیا ہوا - اور شک نہیں کہ خود صحیح کے ہوتے ضعیف سے اخذ اور اوس کی طرف اضافت یعنی چہ مثلًا کوئی کہے چراغ کی روشنی میں کام کی اجازت تو ہے - مگر اس شرط پر کہ نورِ آفتاب بھی موجود ہو - سبحان اللہ! جب مہرِ نیمروز خود جلوہ افروز - تو چراغ کی کیا حاجت - اور اس کی طرف کب اضافت - اسے چراغ کی روشنی میں کام کرتا کہیں گے - یا نورِ شمس میں - ع آفتاب اندر جہاں آنگہ کہ میجوید سہا - لاجرم معنی مسئلہ یہی ہیں - کہ حدیث ضعیف احکام میں کام نہیں دیتی - اور اور دربارۂ فضائل کافی ووافی ثم اقول تحقیق المقام وتنقیح المرام بحیث یکشف الغمام ویصرف الاوھام انّ المسئلۃ تدور بین العلماء بعبارۃ العمل والقبول امّا العمل بحدیث فلا یعنی بہ الّا امتثال مافیہ

تحقیق المقام وازاحۃ الاوہام

تعويلا عليه والجري على مقتضاه نظرا اليه ولابد من هذا القيد الا ترى ان لو توافق حديثان صحيح وموضوع على فعل ففعل للامر به في الصحيح لا يكون هذا عملا على الموضوع واما القبول فهو وان احتمل معنى الرواية من دون بيان الضعف فيكون الحاصل ان الضعيف يجوز روايته في الفضائل مع السكوت عما فيه دون الاحكام لكن هذا المعنى على تقدير صحته انما يرجع الى معنى العمل كيف ولا منشاء لايجاب اظهار الضعف في الاحكام الا التحذير عن العمل به حيث لا يسوغ فلو لم يسغ في غيرها ايضا لكان ساويها في الايجاب فدار الامر في كلتا العبارتين الى تجويز المشي على مقتضى الضعاف في مادون الاحكام فاتضح ما استدللنا به خامسا وانكشف الظلام هذا هو التحقيق بيد ان ههنا رجلين من اهل العلم زلت اقدام اقلامهما فحملا العمل والقبول على ما ليس بمراد ولا حقيقا بقبول احدهما العلامة الفاضل الخفاجي رحمه الله تعالى حيث حاول الرد على المحقق الدواني واوهم بظاهر كلامه ان محله ما اذا روى حديث ضعيف في ثواب بعض الامورات الثابت استحبابها والترغيب فيه او في فضائل بعض الصحابة او الاذكار الماثورة قال ولا حاجة الى تخصيص الاحكام والاعمال كما توهم للفرق الظاهر بين الاعمال وفضائل الاعمال اه اقول لولا ان الفاضل للدقق خالف المحقق لكان لكلامه معنى صحيح فان الثبوت اعم من الثبوت عينا او باندراج تحت اصل عام ولو اصالة الاباحة فان المباح يصير بالنية مستحبا[١] ونحن لا ننكر ان قبول الضعاف مشروط بذلك كيف ولولاه لكان فيه ترجيح الضعيف على الصحيح وهو باطل وفاقا فلو اراد الفاضل هذا المعنى لاصاب ولسلم من التكرار في قوله او الاذكار الماثورة لكنه رحمه الله تعالى بصدد مخالفة المحقق المرحوم وقد كان المحقق انما عول على هذا المعنى الصحيح حيث قال المباحات تصير بالنية عبادة فكيف ما فيه شبهة الاستحباب لاجل الحديث الضعيف والحاصل

---

[١] اقول انت تعلم ان بنا التكرار وما احسن التكرار في باب الاذكار ١٢ منه سلمه ربه

ان الجواز معلوم من خارج والاستحباب ايضا معلوم من القواعد الشرعية الدالة على استحباب الاحتياط فی امر الدين فلم يثبت شئ من الاحكام بالحديث الضعيف بل اوقع الحديث شبهة الاستحباب فصار الاحتياط ان يعمل به فاستحباب الاحتياط معلوم من قواعد الشرع اه ملخصا فالظاهر من عدم ارتضائه انه يريد الثبوت عينا بخصوصه ويؤيده تشبثه بالفرق بين الاعمال وفضائلها فان اراده فهذه جنود براهين لاقبل لاحد بها وقد اتاك بعضها على انی اقول اذن يرجع معنى العمل بعد الاستقصاء التام الى ترجی اجر مخصوص على عمل منصوص ای يجوز العمل بشئ مستحب معلوم الاستحباب مترجيا فيه بعض خصوص الثواب لورود حديث ضعيف فی الباب فالان نسألكم عن هذا الرجاء اهو كمثله بحديث صحيح ان لو ورد ام دونه الاول باطل فان صحة الحديث بفعل لا يجبر ضعف ما ورد فی الثواب المخصوص عليه وعلى الثانی هذا القدر من الرجاء يكفی فيه الحديث الضعيف فای حاجة الى ورود صحيح بخصوص الفعل نعم لابد وان يكون مما يجيز الشرع رجاء الثواب عليه وهذا حاصل بالاندراج تحت اصل مطلوب اومباح مع تعهد مندوب فقد استبان ان الوجه مع المحقق الدوانی والله تعالى اعلم ثانيهما بعض من تقدم الدوانی زعم ان مراد النووی اے بما مر من كلامه فی الاربعين والاذكار انه اذا ثبت حديث صحيح اوحسن فی فضيلة عمل من الاعمال

له ويكدره ايضا على ما قيل مغايرة العلماء بين فضائل الاعمال والترغيب على ما هو الظاهر من كلامهم فلفظ ابن الصلاح فضائل الاعمال وسائر فنون الترغيب و الترهيب وسائر ما لا تعلق له بالاحكام والعقائد هذا توضيح ما قيل واما اقول بل المراد بفضائل الاعمال الاعمال التی هی فضائل تشهد بذلك كلمات العلماء المارة فی الافادة السابعة عشر كقول الغنية والقاری والسيوطی وغيرهم كما لا يخفى على من له ادنی مسكة ١٢ منه سلمه ربه

تجوز رواية الحديث الضعيف فی هذا الباب قال المحقق بعد نقله
فی الانموذج لایخفی ان هذا لایرتبط بکلام النووی فضلا عن ان یکون مراده
ذلك فکم بین جواز العمل واستحبابه وبین مجرد نقل الحدیث فرق علی
انه لو لم یثبت الحدیث الصحیح والحسن فی فضیلة عمل من الاعمال یجوز
نقل الحدیث الضعیف فیها لاسیما مع التنبیه علی ضعفه ومثل ذلك
فی کتب الحدیث وغیرها شائع یشهد به من تتبع ادنی تتبع اھ اقول
لا اری احدا ممن ینتمی الی العلم ینتهی فی الغباوة الی حد یحیل روایة
الضعاف مطلقا حتی مع بیان الضعف فان فیه خرقا للاجماع المسلمین
وتاثیما لجمیع المحدثین وانما المراد الروایة مع السکوت عن بیان
الوهن فقول المحقق لاسیما مع التنبیه علی ضعفه لیس فی محله
والان نعود الی تزییف مقالته فنقول اولا هذا الذی ابدی ان
سلم وسلم لم یمش الا فی لفظ القبول کما اشرنا الیه سابقا فمجرد روایة
حدیث لو کان عملا به لزم ان یکون من روی حدیثا فی الصلوة فقد صلی
او فی الصوم فقد صام وهکذا مع ان الواقع فی کلام الامام فی کلا الکتابین
انما هو لفظ العمل وهذا ما اشار الیه الدوانی بقوله ان هذا لا
یرتبط الخ وثانیا اقول قد بینا ان القبول انما مرجعه الی جواز
العمل وح یکفی فی ابطاله دلیلنا المذکور خامسا مع ما تقدم
وثالثا اذن یکون حاصل التفرقة ان الاحکام لایجوز فیها روایة الضعاف
اصلا ولو وجد فی خصوص الباب حدیث صحیح اللهم الا مقرونة
ببیان الضعف اما مادونها کالفضائل فتجوز اذا صح حدیث فی خصوص
والا لا ببیان وح ماذا یصنع بالوف مؤلفة من احادیث مضعفة رویت
فی السیر والقصص والمواعظ والترغیب والفضائل والترهیب وسائر
ما لا تعلق له بالعقد والحکم مع فقدان الصحیح فی خصوص الباب
وعدم الاقتران ببیان الوهن وهذا ما اشار الیه الدوانی بالعلاوة
اقول دع عنك توسع المسانید التی تسند کل ما جاء عن

صحابی والمعاجیم التی توعی کل ما وعی عن شیخ بل والجوامع التی
تجمع امثل ما فی الباب وردو ان لم یکن صحیح السند هذا الجبل
الشامخ البخاری یقول فی صحیحہ حدثنا علی بن عبد اللہ بن جعفر
ثنا معن بن عیسیٰ ثنا اُبی بن عباس بن سہل عن ابیہ عن جدہ قال
کان للنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی حایطنا فرس یقال لہ
اللحیف اھ فی تہذیب التہذیب للذہبی ابی بن عباس بن سہل بن
سعد الساعدی المدنی عن ابیہ و ابی بکر بن حزم وعنہ معن القزاز
وابن ابی فدیک وزید بن الحباب وجماعۃ قال الدولابی لیس بالقوی
قلت وضعفہ ابن معین وقال احمد منکر الحدیث اھ وکقول الدولابی
قال النسائی کما فی المیزان ولم ینقل فی الکتابین توثیقہ عن احد
وبہ ضعف الدارقطنی ہذا الحدیث لاجرم ان قال الحافظ فیہ ضعف[له]
قال ما لہ فی البخاری غیر حدیث واحد اھ قلت فاتما الظن بابی عبد اللہ
انہ انما تساھل لان الحدیث لیس من باب الاحکام واللہ تعالیٰ اعلم
ورابعًا اقول قد شاع وذاع ایراد الضعاف فی المتابعات والشواھد
فالقول بمنعہ فی الاحکام مطلقًا وان وجد الصحیح باطل صریح وحریرتفع
الفرق وینھدم اساس المسئلۃ المجمع علیہا بین علماء الغرب و
الشرق لا اقول عن ھذا وذاک بل عن ھذین الجبلین الشامخین
صحیحی الشیخین فقد تنزلا کثیرا عن شرطہما فی غیر الاصول قال
الامام النووی فی مقدمۃ شرحہ لصحیح مسلم عاب عائبون مسلما
رحمہ اللہ تعالیٰ بروایتہ فی صحیحہ عن جماعۃ من الضعفاء والمتوسطین
الواقعین فی الطبقۃ الثانیۃ الذین لیسوا من شرط الصحیح ولا عیب علیہ
فی ذلک بل جوابہ من اوجہ ذکرھا الشیخ الامام ابو عمرو بن الصلاح

له قلت واما اخوہ عبد المہیمن فاضعف واضعف ضعفہ النسائی والدارقطنی وقال
البخاری منکر الحدیث ای فلا تحل الروایۃ عنہ کما مر لاجرم ان قال الذھبی فی اخیہ اُبی انہ
واہ ١٢ منہ سلمہ ربہ

(الى ان قال) الثانی ان یکون ذلک واقعا فی المتابعات والشواهد لا فی
الاصول وذلک بان یذکر الحدیث اولا باسناد نظیف رجاله ثقات و
یجعله اصلا ثم اتبعه باسناد اخر او اسانید فیها بعض الضعفاء
علی وجه التاکید بالمتابعة او لزیادة فیه تنبیه علی فائدة فیما
قدمه وقد اعتذر الحاکم ابو عبد الله بالمتابعة والاستشهاد
فی اخراجه من جماعة لیسوا من شرط الصحیح منهم مطر الوراق و بقیة
بن الولید ومحمد بن اسحاق بن یسار وعبد الله بن عمر العمری و
النعمان بن راشد اخرج مسلم عنهم فی الشواهد فی اشباه لهم کثیرین
انتهی وقال الامام البدر محمود العینی فی مقدمة عمدة القاری شرح
صحیح البخاری یدخل فی المتابعة والاستشهاد روایة بعض الضعفاء
وفی الصحیح جماعة منهم ذکروا فی المتابعات والشواهد اه
وخامسًا اقول مالی اخص الکلام بغیر الاصول هذه قناطیر
مقنطرة من السقم مرویة فی الاصول والاحکام ان لم ترها العلماء
فمن جاء بها او کثیر منهم التزموا بیان ما هنا اما الرواة فلم یعهد
منهم الروایة المقرونة بالبیان اللهم الا النادر الذی خاص وقد اکثروا
قدیما وحدیثا من الروایة عن الضعفاء والمجاهیل ولم یعد ذلک
قدحا فیهم ولا ارتکاب ماثم وهذا سلیمن بن عبد الرحمن
الدمشقی الحافظ شیخ البخاری ومن رجال صحیحه قال فیه الامام
ابو حاتم صدوق الا انه من اروی الناس عن الضعفاء والمجهولین اه
ولو سردت اسماء الثقات الرواة عن المجروحین لکثر وطال فلیس
منهم من التزم ان لا یحدث الا عن ثقة عنده الا نزر قلیل کشعبة
ومالک واحمد فی المسند ومن شاء الله تعالی واحدا بعد واحد
ثم هذا ان کان ففی شیوخهم خاصة لا من فوقهم والا لما اتی من طریقهم
ضعیف اصلا ولکان مجرد وقوعهم فی السند دلیل الصحة عندهم
اذا صح السند الیهم ولم یثبت هذا لاحد وهذا الامام الهمام

يقول لابنه عبد الله لو اردت ان اقتصر على ما صح عندى لم ار و من هذا المسند الا الشئ بعد الشئ ولكنك يا بنى تعرف طريقتى فى الحديث انى لا اخالف ما يضعف الا اذا كان فى الباب شئ يدفعه ذكره[١] فى فتح المغيث واما المصنفون فما اعدوت امثال الكتب الثلثة للبخارى ومسلم والترمذى ممن التزم الصحة او البيان الغيث عامة المسانيد والمعاجيم والسنن والجوامع والاجزاء تنطوى فى كل باب على كل نوع من انواع الحديث من دون بيان وهذا مما لا ينكره الا جاهل او متجاهل فان ادعى مدع انهم لا يستحلون ذلك فقد نسبهم الى اقتحام ما لا يبيحون وان زعم زاعم انهم لا يفعلون ذلك فهم بصنيعهم على خلفه شاهدون وهذا ابوداؤد الذى الين له الحديث كما الين لداؤد عليه الصلوة والسلام الحديد قال فى رسالته الى اهل مكة شرفها الله تعالى ان ما كان فى كتابى من حديث فيه وهن شديد فقد بينته ومنه ما لا يصح سنده وما لم اذكر فيه شيئا فهو صالح وبعضها اصح من بعض اه والصحيح ما افاده الامام الحافظ ان لفظ صالح فى كلامه اعم من ان يكون للاحتجاج او للاعتبار فما ارتقى الى الصحة ثم الى الحسن فهو بالمعنى الاول وما عداهما فهو بالمعنى الثانى وما قصر عن ذلك فهو الذى فيه وهن شديد اه وهذا الذى يشهد به الواقع فخليلك به وان قيل وقيل[٢] وقد نقل

---

[١] اواخر القسم الثانى الحسن ١٢ منه [٢] اے قيل حسن عنده واختاره الامام المنذرى وبه جزم ابن الصلاح فى مقدمته وتبعه الامام النووى فى التقريب اى وقد لا يكون حسنا عند غيره كما فى ابن الصلاح وقيل صحيح عنده ومشى عليه الامام الزيلعى فى نصب الراية عند ذكر حديث القلتين وتبعه العلامة الحلبى فى الغنية فى فصل فى النوافل وكذلك يقال ههنا فلا يصح عند غيره بل ولا يحسن والامام الامام ابن الهمام فى الفتح اول الكتاب وتلميذه فى الحلية قبيل صفة الصلوة فاقتصرا على الحجية ويشملهما فيقرب من قول من قال حسن وهذا الذى ذكره الحافظ تبعه العلامة القسطلانى فى مقدمة الارشاد وخاتم الحفاظ فى التدريب فى عرفى الحسن قال لكن ذكر النووى عدما سكت فانكانا صح ذلك الخ اه اقول ان يقول ان القدماء
وانما الترمذى دونوه امره صح عنه الا نهد الذى الاصطلاح والله تعالى اعلم منه ١٢

عن اعلام سیر النبلاء للذهبی انما ضعف اسناده لنقص حفظ راویه فمثل هذا یسکت عنه ابوداؤد غالبا الخ ومعلوم ان کتاب ابی داؤد انما موضوعه الاحکام وقد قال فی رسالته انه لم اصنف کتاب السنن الا فی الاحکام ولم اصنف فی الزهد وفضائل الاعمال وغیرها الخ وقال الشمس محمد السخاوی فی فتح المغیث اما حمل ابن سید الناس فی شرحه للترمذی قول السلفی علی ما لم یقع التصریح فیه من مخرجها وغیره بالضعف فیقتضی کما قال الشارح فی الکبیر ان ما کان فی الکتب الخمسة مسکوتا عنه ولم یصرح بضعفه ان یکون صحیحا ولیس هذا الاطلاق صحیحا بل فی کتب السنن احادیث لم یتکلم فیها الترمذی وابوداؤد ولم نجد لغیرهم فیها کلاما ومع ذلک فهی ضعیفة اه وقال فی المرقاة الحق ان فیما ای فی مسند الامام احمد رضی الله تعالی احادیث کثیرة ضعیفة وبعضها اشد فی الضعف من بعض الخ ونقل بعیده عن شیخ الاسلام الحافظ انه قال لیست الاحادیث الزائدة فیه علی ما فی الصحیحین باکثر ضعفا من الاحادیث الزائدة فی سنن ابی داؤد والترمذی علیهما وبالجملة فالسبیل واحد لمن اراد الاحتجاج بحدیث من السنن لاسیما سنن ابن ماجه ومصنف ابن ابی شیبة وعبد الرزاق مما الامر فیه اشد او بحدیث من المسانید لان هذه کلها لم یشترط جامعوها الصحة والحسن وتلک السبیل ان المحتج ان کان اهلا للنقل والتصحیح فلیس له ان یحتج بشیء من القسمین حتی یحیط به وان لم یکن اهلا لذلک فان وجد اهلا لتصحیح او تحسین قلده والا فلا یقدم علی الاحتجاج فیکون کحاطب لیل فلعله یحتج بالباطل وهو لا یشعر اه و قال الامام عثمن الشهرزوری فی علوم الحدیث حکی ابو عبد الله بن منده الحافظ انه سمع محمد بن سعد الباوردی بمصر یقول کان من مذهب ابی عبد الرحمن النسائی ان یخرج عن کل من لم یجمع علی ترکه

وقال ابن مندة وكذلك ابو داؤد السجستانی یاخذ ماخذه و یخرج الاسناد الضعیف اذا لم یجد فی الباب غیره لانه اقوی عنده من رای الرجال اهـ وفیها بعیده نحوه فی التقریب والتدریب وهذا لفظهما ملخصا اما مسند الامام احمد بن حنبل وابی داؤد الطیالسی وغیرهما من المسانید کمسند عبید الله بن موسی واسحاق بن راهویه والدارمی وعبد بن حمید وابی یعلی الموصلی والحسن بن سفین وابی بکر البزار فهؤلاء عادتهم ان یخرجوا فی مسند کل صحابی ما ورد من حدیثه غیر مقیدین بان یکون محتجا به اولا الخ وفیه اعنی التدریب قیل ومسند البزار بین فیه الصحیح من غیره قال العراقی ولم یفعل ذلک الا قلیلا الخ وفی البنایة شرح الهدایة للعلامة الامام البدر العینی الدارقطنی کتابه مملوء من الاحادیث الضعیفة والشاذة والمعللة وکم فیه من حدیث لا یوجد فی غیره اهـ وذکر اشد منه للخطیب ونحوه للبیهقی اهـ وفی فتح المغیث[عه] یقع ایضا فی صحیح ابی عوانة الذی عمله مستخرجا علی مسلم احادیث کثیرة زائدة علی اصله وفیها الصحیح والحسن بل والضعیف ایضا فینبغی التحرز فی الحکم علیها ایضا اهـ نصوص العلماء فی هذا الباب کثیرة جدا وما اوردنا کاف فی ابانة ما قصدنا وبالجملة فروایتهم الضعاف من دون بیان فی کل باب وان لم یوجد له تصحیح معلوم مقرر لا یرده ولا ینکره وانما اطنبنا ههنا لما شممنا خلافه من کلمات بعض الجلة والحمد لله علی کشف الغمة وتثبیت القدم فی المزلة فاستبان ان لو کان المراد ما زعم هذا الذی نقلنا قوله لکانت التفرقة بین الاحکام والضعاف قد انعدمت والمسئلة الاجماعیة من اساسها قد انهدمت هذا وجه ولک ان تسلک مسلک ارخاء العنان ونقول علی وجه التشقیق ان الحکم الذی رویت فیه

[له] فی مسئلة الجهر بالبسملة ۱۲ منه [عه] فی الصحیح الزائد علی الصحیحین ۱۲ منه

الضعاف مطلقة هل يوجد فيه صحيح ام لا فان وجد فقد رووا الضعيف ساكتين فی الاحکام ایضا عند وجود الصحیح فاین الفرق وان لم یوجد فالامر اشد **فان التجاء** ملتجی الی انهم یعدون سوق الاسانید من البیان ای فلم یوجد منهم روایۃ الضعاف فی الاحکام الا مقرونۃ **قلت اولا** هذا شئ قد یبنیه بعض العلماء عذرا ممن روی الموضعات ساکتا علیها اخرهم لا یقبلون قال الذهبی فی المیزان کلام ابن مندۃ فی ابی نعیم فظیع لا احب حکایته ولا اقبل قول کل منهما فی الاخر بل هما عندی مقبولان لا اعلم لهما ذنبا اکبر من روایتهما الموضوعات ساکتین عنها اھ وقد قال العراقی[۲] فی شرح الفیتۃ ان من ابرز اسنادہ منهم فهو ابسط لعذرہ اذا حال ناظرہ علی الکشف عن سندہ وان کان لا یجوز له السکوت علیه اھ **وثانیا** لا یعهد منهم ایراد الاحادیث من ای باب الا مسندۃ فهذا البیان لم تنفک عنه احادیث الفضائل ایضا فیما تساهلوا فی هذا دون ذلک **وثالثا** لو کان الاسناد هو البیان المراد لاستحال روایۃ شئ من الاحادیث منفکا عن البیان فان الروایۃ لا تکون الا بالاسناد قال فی التدریب حقیقۃ الروایۃ نقل السنۃ و نحوها واسناد ذلک الی من عزی الیه بتحدیث واخبار وغیر ذلک اھ و قال[۳] الزرقانی تحت قول المواهب روی عبد الرزاق بسندہ ای الخ بسندہ ایضاح والا فهو مدلول روی اھ وقال ایضا تحت قوله روی الخطیب بسندہ ایضاح فهو عندهم مدلول روی اھ واذا انتهی الکلام بنا الی هنا واستقر عرش التحقیق بتوفیق الله تعالی علی ما هو مرادنا فلنعد الی ما کنا فیه حامدین لله تعالی علی منته الجزیلۃ الی کل نبیه ومصلین

---

[۱] فی احمد بن عبد الله ۱۲ منه [۲] نقله فی التدریب لنوع الموضوع قبیل التنبیهات ۱۲ منه [۳] اوائل الکتاب عند ذکر خلق نورہ صلی الله تعالی علیه وآله وسلم ۱۲ منه سلمہ ربہ [۴] فی ذکر ولادته صلی الله تعالی علیه وآله وسلم ۱۲ منه

علی نبیہ الکریم وآلہ وصحبہ وسائر محبیہ (افادہ
بست و دوم) جس نے افاداتِ سابقہ کو نظرِ غائر وقلبِ حاضر سے دیکھا سمجھا۔
اوس پر بے حاجتِ بیان ظاہر وعیان ہے۔ کہ حدیث ضعیف سے فضائلِ اعمال میں استحباب
یا محلِ احتیاط میں کراہتِ تنزیہ یا امرِ مباح کی تائید اباحت پر استناد کرنا اوسے احکام میں
حجت بنانا۔ اور حلال وحرام کا مثبت ٹھہرانا نہیں۔ کہ اباحت تو خود بحکمِ اصالت ثابت اور
استحباب نظرہ قواعد قطعیہ شرعیہ وارشاد اقدس کیف وقد قیل وغیرہ احادیث صحیحہ
سے ثابت جس کی تقریر سابقاً زیورِ گوشِ سامعین ہوئی۔ حدیث ضعیف اِس نظر سے کہ
ضعف سند مستلزم غلطی نہیں۔ ممکن کہ واقع میں صحیح ہو۔ صرف امید واحتیاط پر باعث
ہوئی۔ آگے حکم استحباب وکراہت اُن قواعد وصحاح نے افادہ فرمایا۔ اگر شرع مطہر نے
جلبِ مصالح وسلبِ مفاسد احتیاط کو مستحب نہ ٹھہرایا ہوتا۔ ہرگز ان مواقع میں احکام
مذکورہ کا پتہ نہ ہوتا۔ تو ہم نے اباحت کراہت مندوبیت جو کچھ ثابت کی دلائل صحیحہ شرعیہ ہی
سے ثابت کی۔ نہ حدیث ضعیف سے۔ اقول تاہم ازآنجا کہ ورودِ ضعف وہ بھی نہ لذاتہ بلکہ
بملاحظہ امکانِ صحت ترجی واحتیاط کا ذریعہ ہوا ہے۔ اگر اوس کی طرف تجوزاً نسبت اثبات
کردیں۔ بیجا ہے۔ اور ثبوت بالضعیف میں استعانت تو اوس نے مداخلت سے صادق۔ ہاں
اگر دلائلِ شرعیہ سے ایک امر کلی کی حرمت ثابت ہو۔ اور کوئی حدیث ضعیف اوس کے کسی
فرد کی طرف بلائے۔ مثلاً کسی حدیث مجروح میں خاص طلوع یا غروب یا استوا کے وقت بعض
نماز نفل کی ترغیب آئی۔ تو ہرگز قبول نہ کی جائے گی۔ کہ اب اگر ہم اوسکا استحباب یا جواز
ثابت کریں۔ تو اسی حدیث ضعیف سے ثابت کریں گے۔ اور وہ صالح اثبات نہیں۔
یوں ہی اگر دلائل شرعیہ مثبتِ ندب یا اباحت ہوں۔ اور ضعاف میں نہی آئی۔ اِسی
وجہ سے مفیدِ حرمت نہ ہوگی۔ مثلاً مقرر اوقات کے سوا کسی وقت میں ادائے سنن یا معین
رشتوں کے علاوہ کسی رشتہ کی عورت سے نکاح کو کوئی حدیث ضعیف منع کرے۔ حرمت
نہ مانی جائے گی۔ ورنہ ضعاف کی صحاح پر ترجیح لازم آئے۔ بحمد اللہ یہ معنے ہیں کلام علماء کے
کہ حدیث ضعیف دربارۂ احکام حلال وحرام معمول بہ نہیں۔ ثم اقول۔ اصل یہ ہے
کہ مثبت وہ جو خلاف اصل کسی شے کو ثابت کرے۔ کہ جو بات مطابق اصل ہے۔ خود اُسی
اصل سے ثابت کیا محتاج اثبات ہوگا۔ ولہٰذا شرع مطہر میں گواہ اس کے مانے جاتے ہیں

فضائلِ اعمال کی جواز یا آنکی ہے ضعیف سے
حدیث ضعیف دربارۂ احکام ... حجت نہیں

جو خلاف اصل کا مدعی ہو۔ اور ماورائے دماء و فروج و مضار و خبائث تمام اشیاء میں اصل اباحت ہے۔ تو اون میں کسی فعل کے جواز پر حدیث ضعیف سے استناد کرنا حلت غیر ثابتہ کا اثبات نہیں۔ بلکہ ثابتہ کی تائید ہے۔ ھذا تحقیق ما اسلفنا فی الافادۃ السابقۃ عن المحقق الدوانی وھذا ھو معنی ما نص علیہ الامام ابن دقیق العید وسلطن العلماء عز الدین بن عبد السلام وتبعھما شیخ الاسلام الحافظ ونقلہ تلمیذہ السخاوی فی فتح المغیث وفی القول البدیع والسیوطی فی التدریب والشمس محمد الرملی فی شرح المنھاج النووی ستتھم من الشافعیۃ ثم اثرہ عن الرملی العلامۃ الشرنبلالی فی غنیۃ ذوی الاحکام والمحقق المدقق العلائی فی در المختار واقراہ ھما ومحشو الدر الحلبی والطحطاوی والشامی فیھا وفی منحۃ الخالق خمستھم من الحنفیۃ من اشتراط العمل بالضعیف باندراجہ تحت اصل عام وھو اذا حققت لیس بتقیید زائد بل تصریح بمضمون ما نصوا علیہ ان العمل بہ فیما وراء العقائد والاحکام کما اوضحناہ لک وبہ ازداد اثرھا تابعد انزھاق ما ظن الظانان من ان الکلام فی الاعمال الثابتۃ بالصحاح کیف ولو کان کذلک لما احتیج الی ھذا الاشتراط کما لا یخفی واللہ الھادی الی سوی الصراط۔ بحمداللہ اس تقریر سے واضح ہوگیا۔ کہ بعض متکلمین طائفۃ جدیدۃ کا زعم باطل کہ ان احادیث سے جواز تقبیل ابہامین پر دلیل لانا احکام حلال و حرام میں انہیں حجت بنانا ہے۔ اور وہ بتصریح علماء ناجائز محض مغالطہ و فریب دہی عوام ہے۔ ذی ہوش نے اتنا بھی نہ دیکھا۔ کہ وہی علما جو حدیث ضعیف کو حلال و حرام میں حجت نہیں مانتے۔ صدہا جگہ احادیث ضعیفہ سے افعال کے جواز و استحباب پر دلیل لاتے ہیں جس کی چند مثالیں افادۂ سابقہ میں گذریں۔ کیا معاذاللہ علمائے کرام اپنا لکھا خود نہیں سمجھتے۔ یا اپنے مقررہ قاعدہ کا آپ خلاف کرتے ہیں۔ کیا افادۂ ہفدہم میں امام ابن امیر الحاج کا ارشاد نہ سنا۔ کہ جمہور علماء کے نزدیک فضائل اعمال میں حدیث ضعیف قابل عمل ہے۔ تو کسی فعل کی اباحت قائم رکھنا بدرجۂ اولٰے ولکن الوھابیۃ لا یسمعون واذا سمعوا لا یعقلون۔ رب انی اسألک العفو والعافیۃ امین (افادۂ بست و سوم) اقول اولاً۔ جمہور علماء کے عامہ کلمات مطالعہ کیجئے

ف۲۳۰ - ایضاً افادۂ بست و سوم حدیث ضعیف پر عمل ... سے متعلق ہے ۱۲

تو وہ مواقع مذکورہ میں قابلیت عمل کے لئے کسی قسم ضُعف کی تخصیص نہیں کرتے صرف اتنا فرماتے ہیں۔ کہ موضوع نہ ہو۔ فتح القدیر و الالفیہ عراقی وشرح الالفیۃ للمصنف میں تھا غیر الموضوع۔ مقدمہ ابن الصلاح وتقریب میں ماسوی الموضوع مقدمہ سید شریف میں دون الموضوع۔ حلیہ میں الذی لیس بموضوع۔ اذکار میں اسی الفاظ سے اجماع ائمہ نقل فرمایا۔ کہ مالم یکن موضوعًا۔ یُوں ہی امام ابن عبد البر نے اجماع محدثین ذکر کیا۔ کہ یروونہا عن کل یہ سب عبارات باللفظ یا بالمعنے افادات سابقہ میں گزریں۔ زرقانی شرح مواہب میں ہے عادۃ المحدثین التساھل فی غیر الاحکام والعقائد مالم یکن موضوعًا۔ محدثین کی عادت ہے۔ کہ غیر احکام وعقائد میں تساہل کرتے ہیں جب تک موضوع نہ ہو)۔ یُوں ہی علامہ حلبی سیرت الانسان العیون میں فرماتے ہیں۔ لایخفی ان السیر تجمع الصحیح والسقیم والضعیف والبلاغ والمرسل والمنقطع والمعضل دون الموضوع وقد قال الامام احمد وغیرہ من الائمۃ اذا روینا فی الحلال والحرام شددنا واذا روینا فی الفضائل ونحوھا تساھلنا۔ شیخ محقق مولانا عبد الحق محدث دہلوی قدس سرہ القوی شرح صراط المستقیم میں فرماتے ہیں۔ گفتہ اند۔ کہ اگر ضُعفِ حدیث بجہت سُوئے حفظ بعض رواۃ یا اختلاط بود۔ باوجود صدق ودیانت منجبر میگردد بتعدد طرق واگر از جہت اتہام کذب راوی باشد۔ یا شذوذ بمخالفت احفظ واضبط یا بقوت ضعف مثل فحش خطا اگرچہ تعدد طرق داشتہ باشد منجبر نگردد و حدیث محکوم بضعف باشد و در فضائل اعمال معمول الخ

ثانیًا۔ کلبی کا نہایت شدید الضُعف ہونا کسے نہیں معلوم۔ اوس کے بعد صریح کذاب وضاع ہی کا درجہ ہے۔ ائمہ شان نے اوسے متروک بلکہ منسوب الی الکذب تک کیا۔ کذبہ ابن حبان والجوزجانی وقال البغوی ترکہ یحیی وابن مھدی وقال الدارقطنی وجماعۃ متروک لاجرم حافظ نے تقریب میں فرمایا۔ متھم بالکذب ورمی بالرفض۔ بااین ہمہ عامہ کتب سیر وتفاسیر اوس کی اور اوس کی امثال کی

---

۵ ذکر رضاعہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تحت حدیث مناغاۃ القمر لہ صلی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلم ۱۲ منہ ۵۳ نقل ھذا وما سیاتی عن عیون الاثر بعض العصریین ۱۲ منہ

روایات سے مالامال ہیں۔ علمائے دین ان امور میں اونہیں بلا نکیر نقل کرتے رہے ہیں میزان میں ہے۔ قال ابن عدی وقد حدث عن الکلبی سفین وشعبۃ وجماعۃ ورضوہ بالتفسیر واما فی الحدیث فعندہ مناکیر امام ابن سید الناس سیرۃ عیون الاثر میں فرماتے ہیں غالب ما یروی عن الکلبی انساب واخبار من احوال الناس وایام العرب وسیرھم وما یجری مجری ذلک مما سمح کثیر من الناس فی حملہ عمن لا یحمل عنہ الاحکام وممن حکی عنہ الترخیص فی ذلک الامام احمد **ثالثاً** امام واقدی کو جمہور اہل اثر نے چنیں وچناں کہا جس کی تفصیل میزان وغیرہ کتب فن میں مسطور لاجرم تقریب میں کہا متروک مع سعۃ علمہ اگرچہ ہمارے علماء کے نزدیک اون کی توثیق ہی راجح ہے کما افادہ الامام المحقق فی فتح القدیر[۱] بایں ہمہ یہ جرح شدید ماننے والے بھی اونہیں سیر ومغازی واخبار کا امام مانتے اور سلفا وخلفا اون کی روایات سیر میں ذکر کرتے ہیں کما لا یخفی علی من طالع کتب القوم میزان میں ہے۔ کان الی حفظہ المنتہی فی الاخبار والسیر والمغازی والحوادث وایام الناس والفقہ وغیر ذلک **رابعاً** ہلال بن زید بن یسار بصری عسقلانی کو ابن حبان نے کہا۔ روی عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اشیاء موضوعۃ۔ حافظ الشان نے تقریب میں کہا متروک باوصف اس کے جب انہیں ہلال نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث فضیلت عسقلان روایت کی جسے حافظ ابو الفرج نے بعلت مذکورہ درج موضوعات کیا۔ اوسپر حافظ الشان ہی نے وہ جواب مذکور افادۂ نہم دیا۔ کہ حدیث فضائل اعمال کی ہے۔ سو اوسے طعن ہلال کے باعث موضوع کہنا ٹھیک نہیں ساامام احمد کا طریق معلوم ہے کہ احادیث فضائل میں تساہل فرماتے ہیں ۱۔ اور یہ بھی افادۂ نہم میں حافظ الشان ہی کی تصریح سے

[۱] حیث قال فی الباب الماء الذی یجوز بہ الوضوء عن الواقدی قال کانت بر بضاعۃ طریقا للماء الی البساتین وھذا تقوم بہ الحجۃ عندنا اذا وثقنا الواقدی اما عند المخالف فلا لتضعیفہ ایاہ وقال فی فصل الاسار وقال فی الامام جمع شیخنا ابو الفتح الحافظ فی اول کتابہ المغازی والسیر من ضعفہ ومن وثقہ ورجح توثیقہ وذکر الاجوبۃ عما قیل فیہ اھ ۱۲ منہ سلمہ ربہ

تا امر واقدی کی ثقاہت پر علماء کی تصریح ہے

گذر چکا۔ کہ متروک ایسا شدید الضعف ہے جس کے بعد بس متہم بالوضع و وضاع ہی کا درجہ ہے۔ اب یہ بات خوب محفوظ رہے۔ کہ خود امام الشان ہی نے ہلاک کو متروک کہا۔ خود ہی متروک کو اتنا شدید الضُعف بتایا۔ خود ہی ایسے شدید الضعف کی روائت کو دربارۂ فضائل مستحق تساہل رکھا۔ اِس سے زیادہ اور کیا دلیل ہوگی۔ کہ ضُعف کیسا ہی شدید ہو جب تک سرحد کذب و وضع تک نہ پہنچے۔ حافظ الشان کے نزدیک بھی فضائل میں قابل نرمی و گوارائی ہے وللہ الحجۃ السامیۃ

خامسًا۔ اور سُنئے۔ وضو کے بعد اِنَّآ اَنزَلْنٰہُ پڑھنے کی حدیثوں کا ضُعف نہایت قوت پر ہے۔ سخاوی نے مقاصد حسنہ میں اوسے بے اصل محض کہا۔ امام جلیل ابو اللیث سمرقندی نے اپنے مقدمہ میں اون حدیثوں کو ذکر فرمایا۔ امام الشان سے اس بارہ میں سوال ہُوا وہی جواب فرمایا۔ کہ فضائل اعمال میں ضِعاف پر عمل روا ہے۔ امام ابن امیر الحاج حلیہ میں فرماتے ہیں۔ قد سئل شیخنا حافظ عصرہ قاضی القضاۃ شہاب الدین شہیر بابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ عن ھٰذہ الجملۃ فاجاب بما کلفہ الاحادیث التی ذکرھا الشیخ ابو اللیث نفع اللہ تعالیٰ ببرکتہ ضعیفۃ والعلماء یتساھلون فی ذکر الحدیث الضعیف والعمل بہ فی فضائل الاعمال و لم یثبت منھا شیٔ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا من قولہ ولا من فعلہ اھ **سادسًا** یہ حدیث کہ چاند گہوارہ میں عرب کے چاند عجم کے سورج صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے باتیں کرتا حضور کو بہلاتا۔ انگشت مبارک سے جدھر اشارہ فرماتے اوسی طرف جُھک جاتا۔ کہ بیہقی نے دلائل النبوۃ امام ابو عثمٰن اسمٰعیل بن عبد الرحمٰن صابونی نے کتاب المائتین خطیب نے تاریخ بغداد ابن عساکر نے تاریخ دمشق میں سیدنا عباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے روایت کی۔ اوس کا مدار احمد بن ابراہیم حلبی شدید الضُعف پر ہے۔ میزان میں ہے۔ امام ابو حاتم نے کہا۔ احادیثہ باطلۃ تدل علی کذبہ۔ باوجود اس کے امام صابونی نے فرمایا۔ ھٰذا حدیث غریب الاسناد والمتن فی المعجزات حسن۔ اس حدیث کی سند بھی غریب۔ اور متن بھی غریب۔ (اور باب معجزات میں حسن ہے)۔ اون کے اس کلام کو امام جلال الدین سیوطی نے خصائص کبرےٰ امام احمد قسطلانی نے مواہب لدنیہ میں نقل کیا۔ اور مقرر رکھا۔ **سابعًا** حدیث۔ اَلدِّیکُ الابیض صدیقی وصدیق صدیقی وعدو عدو اللہ وکان رسول اللہ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یبیتہ معہ فی البیت مرغ سپید میرا
خیر خواہ اور میرے دوست کا خیر خواہ اور اللہ تعالے کے دشمن کا دشمن ہے۔ نبی صلی اللہ
تعالے علیہ وسلم اوسے شب کو مکان خواب گاہ اقدس میں اپنے ساتھ رکھتے تھے،
کہ ابوبکر برقی نے ابو زید انصاری رضی اللہ تعالے عنہ سے روایت کی۔ علامہ مناوی نے تیسیر
میں فرمایا۔ باسناد فیہ کذاب۔ (اس کی سند میں کذاب ہے)۔ باوصف اس
کے فرمایا۔ فیندب لنا فعل ذلک تاسیا بہ۔ جبکہ حدیث میں ایسا وارد ہوا۔ تو
ہمیں باقتدائے حضور پُر نور صلی اللہ تعالے علیہ وسلم مرغ سپید کو اپنے خواب گاہ میں اپنے
ساتھ رکھنا مستحب ہے۔ مثالیں اس کی اگر تتبع کیجے بکثرت لیجئے۔ وھذا الاخیر
قد بلغ الغایۃ وفیما ذکرنا کفایۃ لاھل الدرایۃ۔ **ثامنًا** احادیث و دلائل
مذکورہ افادات سابقہ بھی اسی اطلاق کی شاہد عدل ہیں خصوصًا لفظ حدیث وان کان الذی حدثہ
بہ کاذبا ظاہر ہے کہ احتمال صدق و نفع بضرر ہر ضعیف میں حاصل۔ تو فرق زائل۔ بالجملہ
یہی قضیہ دلیل ہے۔ اور یہی کلام و عمل قوم سے مستفاد۔ مگر حافظ الشان سے منقول ہوا۔ کہ شرطِ
عمل عدم شدت ضعف ہے۔ نقلہ تلمیذہ السخاوی وقال سمعتہ مرارًا
یقول ذلک۔ **اقول** یہاں شدت ضعف[له] میں حافظ سے نقل مختلف آئی۔
شامی نے فرمایا طحطاوی نے فرمایا۔ امام ابن حجر نے فرمایا۔ شدید الضعف ھو الذی لا
یخلو طریق من طرقہ عن کذاب او متھم بالکذب شدید الضعف وہ حدیث
ہے۔ جس اسنادوں سے کوئی اسناد کذاب یا متہم بالکذب سے خالی نہ ہو) یہاں صرف
انہیں دو کو شدت[ثه] ضعف میں رکھا۔ امام سیوطی نے تدریب میں فرمایا۔ حافظ نے فرمایا

[له] فی مستعبات الوضوء ۱۲ منہ [ثه] وھکذا عزا بعض العصریین وھو المولوی عبد الحی اللکنوی
فی ظفر الامانی الی التدریب والقول البدیع حیث قال الشروط للعمل بالحدیث الضعیف ثلث
شروط علی ما ذکرہ السیوطی فی شرح تقریب النووی والسخاوی فی قول البدیع فی الصلوٰۃ
علی الحبیب الشفیع وغیرھما الاول عدم شدۃ ضعفہ بحیث لا یخلو طریق من طرقہ من
کذاب او متھم بالکذب الخ **اقول** لکن ستسمعک نصی التدریب والقول البدیع
فیظھر لک ان وقع ھھنا فی النقل عنھما تقصیر شنیع فلیتنبہ، ۱۲ منہ
سلمہ ربہ

فائدہ تمییز شدید الضعف

ان یکون الضّعف غیر شدید فیخرج من انفرد من الکذّابین والمتھمین بالکذب ومن فحش غلطہ یہاں اُن دو کے ساتھ فحش غلط کو بھی بڑھایا۔ نسیم الریاض میں قول البدیع سے کلام حافظ بایں لفظ نقل کیا۔ ان یکون الضعف غیر شدید کحدیث من انفرد من الکذابین والمتھمین ومن فحش غلطہ یہاں کاف نے زیادت توسیع کا پتا دیا۔ تحدید اوّل پر امر سہل و قریب ہے۔ کہ ایک جماعتِ علما حدیث کذابین ومتہمین پر اطلاق وضع کرتے ہیں۔ تو غیر موضوع سے انہیں خارج کر سکتے ہیں۔ مگر ثانی تصریحات ومعاملات جمہور علماء وخود امام الشان سے بعید۔ اور ثالث بظاہرہ ابعد ہے۔ ہم ابھی روشن بیان سے واضح کر چکے ہیں۔ کہ خود حافظ نے متروک شدید الضّعف راوی موضوعات کی حدیث کو بھی فضائل میں محتمل رکھا۔ مگر بحمد اللہ تعالےٰ ہمارا مطلب ہر قول پر حاصل۔ ہم افادات سابقہ میں مبرہن کر آئے ہیں۔ کہ تقبیل ابہامین کی حدیثیں ہر گونہ ضُعفِ شدید سے پاک ومنزہ ہیں۔ اون پر صرف انقطاع یا جہالتِ راوی سے طعن کیا گیا۔ یہ ہیں بھی تو ضُعف قریب نہ ضعفِ شدید۔ والحمد للہ العلی المجید ھٰذا ورأیتنی کتبت لھھنا علی ھامش فتح المغیث کلامًا یتعلق بالمقام احببت ایرادہ اتمامًا للمرام فذکرت اوّلا ما عن الشامی عن الطحطاوی عن ابن حجر ثم ایدتہ باطلاق العلماء ثم اوردت ما عن النسیم عن السخاوی عن الحافظ ثم قلت ما نصہ **اقول** وھذا کما تری مخالف لاطلاق ما مر عن النووی عن العلماء قاطبۃ ولتحدید ما مرّ عن الطحطاوی عن شیخ الاسلام نفسہ لکن یظھر لی دفع لتخالف عن کلامی شیخ الاسلام بانہ ھھنا ذکر التفرد وفیما سبق قال لا یخلو طریق من طرقہ فیکون الحاصل ان شدید الضعف بغیر الکذب والتھمۃ لا یقبل عندہ فی الفضائل حین التفرد اما اذا کثرت طرقہ فیبلغ درجہ یسیر الضعف فی خصوص قبولہ فی الفضائل بخلاف شدید الضعف بالکذب والتُھمۃ فانہ وان کثر طرقہ اللتی لا تفوقہ بان لا یخلو شیئ منھا عن کذاب او متھم لا یبلغ تلک الدرجۃ ولا یعمل بہ فی الفضائل وھذا ھو الذی یعطیہ کلام السخاوی فیما مر حیث جعل قبول ما فیہ ضعف شدید

مطلقا ولو بغير كذب فى باب الفضائل موقوفا على كثرة الطرق
لكنه يخالفه فى خصلة واحدة وهو حكمه بالقبول بكثرة الطرق
فى الضعف بالكذب ايضا كما تقدم وهو كما ترى يخالف
لصريح ما نقل عن شيخ الاسلام وعلى كل فلم يرتفع مخالفة
نقل شيخ الاسلام عن العلماء جميعا لنقل الامام النووى عنهم
كافة فانهم لم يشرطوا للقبول فى الفضائل فى شديد الضعف
كثرة الطرق ولا غيرها سوى ان لا يكون موضوعا **فصريح** ما يعطيه
كلامهم قبول ما اشتد ضعفه لفسق او فحش غلط مثلا وان تفرد
ولم يكثر طرقه فافهم وتأمل فان المقام مقام خفاء وزلل والله
المسئول لكشف الحجاب وابانة الصواب اليه المرجع واليه
المآب اھ ما اردت نقله مما علقته على الهامش **فان قلت**
هذا قيد زائد افاده امام فليحمل اطلاقاتهم عليه دفعا
للتخالف بين النقلين **قلت** نعم لولا ان ما ذكروا من الدليل
عليه لا يلائم سريان التخصيص اليه وكيف نصنع بما نشاهدهم
يفعلون يرون شدة الضعف ثم يقبلون وبالجملة فالاطلاق
هو الاوفق بالدليل والالصق بقواعد الشرع الجميل فنود
ان يكون عليه التعويل والعلم بالحق عند الملك الجليل -
فائدة جليلة هذا الذى اشرت اليه من كلام السخاوى
المار المتقدم هو قوله مع متنه فى بيان الحسن ان يكن ضعف الحديث
لكذب او شذوذ بان خالف من هو احفظ او اكثر او قوى الضعف
بغيرهما فلم يجبر ولو كثرت طرقه لكن بكثرة طرقه يرتقى عن
مرتبة المردود المنكر الى مرتبة الضعيف الذى يجوز العمل
به فى الفضائل وربما تكون تلك الطرق الواهية بمنزلة الطريق
التى فيها ضعف يسير بحيث لو فرض مجيئ ذلك الحديث باسناد
فيه ضعف يسير كان مرتقيا بها الى مرتبة الحسن لغيره اھ ملخصا

ف قوله فصار اخص الخ اى ان اعم الضعف ... [illegible]

ورائتني علقت عليه هنا ما نصه اقول حاصل ما تقرر وتحرر ههنا
مع زيادات نفيسة منا ان الموضوع لا يصلح لشئ اصلاً ولا يلتئم
جرحه ابدا ولو كثرت طرقه ما كثرت فان زيادة الشر لا يزيد الشر
الا شرا وايضا الموضوع كالمعدوم والمعدوم لا يقوى ولا يتقوى
ومنه عند جمع منهم شيخ الاسلام ما جاء برواية الكذابين
وعند اخرين منهم خاتم الحفاظ ما اتى من طريق المتهمين
وسوّهما السخاوى بشديد الضعف الاتى لذهابه الى ان الوضع
لا يثبت الا بالقرائن المفردة ان تفرد به كذاب او وضاع كما نص
عليه فى هذا الكتاب وهو عندى مذهب قوى اقرب الى الصواب
اما الضعيف بغير الكذب والتهمة من ضعف شديد يخرجه عن
حيز الاعتبار كفحش غلط الراوى فهذا يعمل به فى الفضائل على
ما يعطيه كلام عامة العلماء وهو الاقعد بقضية الدليل
والقواعد لا عند شيخ الاسلام على احدى الروايات
عنه ومن تبعه كالسخاوى الا اذا كثرت طرقه الساقطة عن
درجة الاعتبار فح يكون مجموعها كطريق واحد صالح له فيعمل
بها فى الفضائل ولكن لا يحتج بها فى الاحكام ولا تبلغ بذلك درجة
الحسن لغيره الا اذا انجبرت مع ذلك بطريق اخرى صالحة للاعتبار
فان مجموع ذلك يكون كحديثين ضعيفين صالحين متعاضدين
فح ترتقى الى الحسن لغيره فتصير حجة فى الاحكام اما مطلقا
على ما هو ظاهر كلام المصنف اعنى العراقى او بشرط
تعدد الجابرات الصالحات البالغة مع هذه الطرق
القاصرة المتكثرة القائمة مقام صالح واحد حد الكثرة
فى الصالح على ما فهمه السخاوى من كلام النووى
وغيره الواقع فيه لفظ الكثرة مع نزاع لنا
فيه مؤيد بكلام شيخ الاسلام فى النزهة والنخبة

المکتفیتین[سلہ] بوحدۃ الجابر مع جواز ان تکون الکثرۃ فی کلام النووی بمعنی
مطلق التعدد وھو الاوفق بما رأینا من صنیعھم فی غیر مقام والضعیف
بضعف یسیر اعنی ما لم ینزلہ عن محل الاعتبار یعمل بہ فی الفضائل
وحدہ وان لم ینجبر فان انجبر ولو بواحد صار حسنا لغیرہ واحتج
بہ فی الاحکام علی تفصیل وصفنا لک فی الجابر فھذہ ھی انواع الضعیف
اما الذی لا نقص فیہ عن درجۃ الصحیح الا القصور فی ضبط الراوی غیر بالغ
الی درجۃ الغفلۃ فھو الحسن لذاتہ المحتج بہ وحدہ حتی فی الاحکام
وھذا اذا کان معہ مثلہ ولو واحدا صار صحیحا لغیرہ او دونہ
متابعیہ فلا الا بکثرۃ انتھی ما کتبت بتلخیص یہ چند جملے لوح دل پر نقش
کر لینے کے ہیں۔ کہ بعونہ تعالٰی اس تحریر نفیس کے ساتھ شاید اور جگہ نہ ملیں۔ وباللہ التوفیق
ولہ الحمد۔ الحمد للہ القادر القوی علی ما علم وصلی اللہ تعالٰی علی ناصر
الضعیف وآلہ وسلم قبول ضعیف فی فضائل الاعمال کا مسئلہ جلیلہ ابتداءً مسودۂ
فقیر میں صرف دو افادہ مختصر میں تین صفحہ کے مقدار تھا۔ اب کہ ماہ مبارک ربیع الاول ۱۳۱۳ھ
میں رسالہ بعونہ تعالٰی بمبئی میں چھپنا شروع ہوگیا۔ اثنائے تبییض میں بارگاہ مفیض
علوم ونعم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے بحمد اللہ تعالٰی نفائس جلیلہ کا افاضہ ہوا۔ افادہ
شانزدہم سے یہاں تک آٹھ افادات نافعہ اسی مسئلہ کی تحقیق میں القا ہوئے۔ قلم
روکتے روکتے اتنے اوراق املا ہوئے۔ امید کی جاتی ہے۔ کہ اس مسئلہ کی ایسی تسجیل

سلہ حیث قال ھی متی توبع سیئ الحفظ بمعتبر کان یکون فوقہ او مثلہ لا دونہ وکذا المختلط
الذی لا یتمیز والمستور والمرسل والمدلس اذا لم یعرف المحذوف صار حدیثھم حسنا
لا لذاتہ بل باعتبار المجموع لان کل واحد منھم ای ممن ذکر من سیئ الحفظ والمختلط الخ احتمل
کون روایتہ صوابا او غیر صواب علی حد سواء فاذا جاءت من المعتبرین روایۃ موافقۃ لاحدھم رجح احد الجانبین
من الاحتمالین المذکورین ودل ذلک علی ان الحدیث محفوظ فارتقی من درجۃ التوقف الی درجۃ القبول واللہ
اعلم اھ وانظر کیف اجتزی فی تقوی بجئ معتبر وفی الشرح بافرادہ وانہ وحکم بالارتقاء الی درجۃ القبول و
ما المراد بہ ھھنا الا القبول فی الاحکام فانہ جعل الضعیف صالحا للاعتبار من اول وھلۃ مقبولا فی الفضائل بالاجماع
ویظھر لی بالوجہ معھما اعنی العراقی وشیخ الاسلام لما بین فی تقریرہ من الدلیل اذ لا اقول انما علقتہ علی المغیث مھدیتھم

جلیل و تفصیل خوب اس تحریر کے سوا کہیں نہ ملے۔ مناسب ہے۔ کہ یہ افادے اِس مسئلہ خاص میں جدا رسالہ قرار دیئے جائیں۔ اور بلحاظ تاریخ **الہاد الکاف فی حکم الضعاف** لقب پائیں۔ وباللہ التوفیق ولہ المنۃ علی ما رزق من نعم تحقیق ما کنا لعشر معشار عشرھا نلیق والصلوٰۃ والسلام علی الحبیب الکریم والہٖ وصحبہ ھداۃ الطریق امین **افادۂ بست و چہارم**

(۲۴ حدیث کا کتب طبقہ رابعہ سے ہونا تو درکنار مستلزم مطلق ضعف بھی نہیں چہ جائیکہ ضعف شدید)

اقول وباللہ استعین۔ کسی حدیث کا کتب طبقۂ رابعہ سے ہونا موضوعیت بالائے طاق ضعف شدید درکنار مطلق ضعف کو بھی مستلزم نہیں۔ اون میں حسن صحیح صالح ضعیف باطل ہر قسم کی حدیثیں ہیں۔ ہاں بوجہ اختلاط و عدم بیان کہ عادت جمہور محدثین ہے۔ ہر حدیث میں احتمال ضعف قائم۔ لہٰذا غیر ناقد کو بے مطالعہ کلمات ناقدین اون سے عقاید و احکام میں احتجاج نہیں پہنچتا۔ قول شاہ عبدالعزیز صاحب این احادیث قابل اعتماد نیستند کہ در اثبات عقیدہ یا عملے بآنہا تمسک کردہ شود۔ کے یہی معنے ہیں۔ نہ یہ کہ ان کتابوں میں جتنی حدیثیں ہیں سب واہی ساقط ہیں۔ یا موضوع و باطل۔ اور اصلاً ندبارہ فضائل بھی ایراد و استناد کے ناقابل کوئی ادنےٰ ذی فہم و تمیز بھی ایسا ادعا نہ کرے گا۔ نہ کہ شاہ صاحب سا فاضل۔ ہاں متکلمان طائفہ وہابیہ اپنی جہالتیں جس کے سر چاہیں۔ دھریں۔ **اوّلا** خود شاہ صاحب اثبات عقیدہ و عمل کا انکار فرما رہے ہیں۔ اور وہ فضائل اعمال میں تمسک کے منافی نہیں۔ ہم افادۂ بائیس (۲۲) میں روشن کر آئے۔ کہ دربارۂ فضائل کسی حدیث ضعیف سے استناد کسی عقیدہ یا عمل کا اثبات نہیں۔ تو اس بات کو ہمارے مسئلہ سے کیا تعلق **ثانیًا** تصانیف خطیب و ابونعیم بھی طبقۂ رابعہ میں ہیں۔ اور شاہ صاحب بستان المحدثین میں امام ابونعیم کی نسبت فرماتے ہیں۔ از نوادر کتب او کتاب حلیۃ الاولیاء است۔ کہ نظیر آں در اسلام تصنیف نشدہ۔ اوسی میں ہے۔ کتاب اقتضاء العلم العمل از تصانیف خطیب است بسیار خوب کتابے است در بابِ خود۔ اوسی میں تصانیف امام خطیب کو لکھا۔ التصانیف المفیدۃ التی ھی بضاعۃ المحدثین وعروتھم فی فنھم فائدہ بخش تصنیفیں

۱؎ منفوض محلی باللام سے بھی حذف یا فصیح کلام میں شائع و ذائع ہے یوم التلاق یوم التناد الکبیر المتعال الی غیر ذلک امام ابن حجر عسقلانی کی کتاب ہے الکاف الشاف فی تخریج احادیث الکشاف ۱۲ منہ

کہ فن حدیث میں محدثین کے بضاعت و محل تمسک ہیں) پھر امام حافظ ابو طاہر سلفی سے اُن تصانیف کی مدح جلیل نقل کی۔ سبحان اللہ! کہاں شاہ صاحب کا یہ حسن اعتقاد۔ اور کہاں اون کے کلام کی وہ بیہودہ مراد کہ وہ کتب سراسر مہمل و ناقابل استناد **ثالثًا**۔ جناب شاہ صاحب مرحوم کے والد شاہ ولی اللہ صاحب کہ حجۃ اللہ البالغہ میں اس تقریر طبقات کے موجد اوسی حجت بالغہ میں اسی طبقہ رابعہ کی نسبت لکھتے ہیں۔ اصلح هٰذه الطبقة ما كان ضعيفا محتملا۔ یعنی اس طبقہ کی احادیث میں صالح تر وہ حدیثیں ہیں۔ جن میں ضعف قلیل قابل تحمل ہو۔ ظاہر ہے۔ کہ ضعیف محتمل ادنےٰ انجبار سے خود احکام میں حجت ہو جاتی ہے۔ اور فضائل میں تو بالاجماع تنہا ہی مقبول و کافی ہے پھر یہ حکم بھی بلحاظ انفراد ہوگا۔ ورنہ ان میں بہت احادیث منجبرہ حسان ملیں گی۔ اور عند التحقیق یہ بھی باعتبار غالب ہو۔ ورنہ فی الواقع اون میں صحاح حسان سب کچھ ہیں۔ كما ستسمع بعونه تعالیٰ **رابعًا**۔ یہی شاہ صاحب قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین میں لکھتے ہیں۔ چوں نوبت علم حدیث بطبقہ دیلمی و خطیب و ابن عساکر رسید۔ ایں عزیزان دیدند کہ احادیث صحاح و حسان را متقدمین مضبوط کردہ اند۔ پس مائل شدند بجمع احادیث ضعیفہ و مقلوبہ کہ سلف آنرا دیدہ و دانستہ گذاشتہ بودند و غرض ایشاں ازیں جمع آں بود کہ بعد جمع حفاظ محدثین دراں احادیث تامل کنند۔ و موضوعات را از حسان لغیرہا ممتاز نمائند۔ چنانکہ اصحاب مسانید طرق احادیث جمع کردند۔ کہ حفاظ صحاح و حسان و ضعیف از یکدگر ممتاز سازند۔ ظن ہر دو فریق را خدا تعالیٰ محقق ساخت۔ بخاری و مسلم و ترمذی و حاکم تمییز احادیث و حکم بصحت و حسن و متاخران در احادیث خطیب و طبقۂ او تصرف نمودند۔ ابن جوزی موضوعات را مجرد ساخت۔ و سخاوی در مقاصد حسنہ حسان لغیرہا از ضعاف و مناکیر ممیز نمود خطیب و طبقۂ او در مقدمات کتب خود بایں مقاصد تصریح نمودہ اند جزاهم الله تعالى عن امة النبي صلى الله تعالى عليه وسلم خيرا اه ملتقطًا۔ دیکھو کیسی صریح تصریح ہے کہ کتب طبقۂ رابعہ میں نہ صرف ضعیف محتمل بلکہ حسان بھی موجود ہیں۔ اگرچہ لغیرہا کہ وہ بھی بلا شبہ خود احکام میں حجت۔ نہ کہ فضائل۔ **خامسًا**۔ انہیں شاہ صاحب نے اسی

سلہ قسم دوم از فصل دوم در شبہات دراقان ۱۰۹۰ سمہ

حجت ہیں سنن ابی داؤد و ترمذی و نسائی کو طبقہ ثانیہ اور مصنف عبد الرزاق و ابوبکر بن ابی شیبہ و تصانیف ابی داؤد طیالسی و بیہقی و طبرانی کو طبقہ ثالثہ اور کتب ابونعیم کو طبقہ رابعہ میں گنا - امام جلیل جلال سیوطی خطبہ جمع الجوامع میں فرماتے ہیں - ورمزت للبخاری خ ولمسلم م - ولابن حبان حب - وللحاکم فی المستدرک ک - وللضیاء فی المختارۃ ض وجمیع ما فی ہذہ الکتب الخمسۃ صحیح سوی ما فی المستدرک من المتعقب فانبہ علیہ ورمزت لابی داؤد د فما سکت[1] علیہ فہو صالح وما بین ضعفہ نقلتہ عنہ و للترمذی ت وانقل کلامہ علی الحدیث وللنسائی ن ولابن ماجہ ہ - ولابی داؤد الطیالسی ط - ولاحمد حم - ولعبد الرزاق عب - ولابن ابی شیبہ ش - ولابی یعلی ع - وللطبرانی فی الکبیر طب - وفی الاوسط طس - وفی الصغیر طص - ولابی نعیم فی الحلیۃ حل - وللبیہقی ق - ولہ فی شعب الایمان ہب - وہذہ فیہا الصحیح والحسن والضعیف فابینہ غالبا اھ مختصرا دیکھو امام خاتم الحفاظ نے ان طبقات ثانیہ[2] و ثالثہ[3] و رابعہ[4] سب کو ایک ہی نسق میں گنا - اور سب پر یہی حکم فرمایا - کہ ان میں صحیح حسن ضعیف سب کچھ ہے + سادساً - خود جناب شاہ صاحب کی تصانیف تفسیر عزیزی و تحفہ اثنا عشریہ وغیرہما میں جا بجا احادیث طبقہ رابعہ سے بلکہ اون سے بھی اُتر کر استناد موجود - اب یا تو شاہ صاحب معاذ اللہ خود کلام اپنا نہ سمجھتے - یا یہ سفہا ناحق تحریف معنوی کرکے احادیث طبقہ رابعہ کو مہمل و معطل ٹھیرانا اون کے سر کئے دیتے ہیں - تمثیلاً چند نقول حاضر عزیزی آخر تفسیر فاتحہ میں ہے - ابو نعیم و دیلمی از ابو الدرداء روایت کردہ اند - کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمودہ - کہ فاتحۃ الکتاب کفایت میکند از آنچہ ہیچ چیز از قرآن کفایت نمیکند الحدیث یہیں اور روایات بھی ابن عساکر و ابو الشیخ و ابن مردویہ و دیلمی وغیرہم سے

---

[1] فی الاصل الذی وقفت علیہ بین لفظی فما وعلیہ کلمۃ لم تتبین فی الکتابۃ فکتبت مکانہا لفظۃ سکت اذ ہو المراد واذ کان لابد من التنبیہ نبہت علیہ ۱۲ منہ

مذکور ہیں۔ یہقیؔ میں ہے۔ ثعلبی از شعبی روایت کردہ است۔ کہ شخصے نزد او آمد۔ و شکایت درد گردہ کرد۔ شعبی باو گفت۔ کہ ترا لازم است۔ کہ اساس القرآن بخوانی۔ و بر جائے درد دم کنی او گفت۔ کہ اساس القرآن چیست شعبی گفت فاتحۃ الکتاب۔ عزیزی سورہ بقرہ ذکر بعض خواص سور و آیات میں ہے۔ ابن النجار در تاریخ خود از محمد بن سیرین روائیت کردہ کہ حدیثے از عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما شنیدم۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمودہ اند۔ ہر کہ در شب سی و سہ آئیت بخواند۔ او را دراں شب درندہ و دزدے ایذا نرساند الحدیث اھ مختصراً۔ اوسطؔ میں ہے۔ روی ابن جریر عن مجاھد قال قال سلمان رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم عن اولٰئک النصاری الحدیث عزیزی آخر و اللیل میں ہے۔ حافظ خطیب بغدادی از جابر رضی اللہ تعالےٰ عنہ روائیت میکند کہ روزے بخدمت آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم حاضر بودیم سار شاد فرمودند۔ کہ حالا شخصے مے آید۔ کہ حق تعالےٰ بعد از من کسے را بہتر از وے پیدا نہ کردہ است۔ و شفاعت او روز قیامت مثل شفاعت پیغمبراں باشد۔ جابر گوید۔ کہ مہلتے نہ گذشتہ بود کہ حضرت ابوبکر تشریف آوردند۔ تحفہؔ میں ہے۔ در روایات شیعہ و سنی صحیح و ثابت است۔ کہ ایں امر فیلے بر ابوبکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ شاق آمد۔ و خود را بر در سرائے زہرا رضی اللہ تعالےٰ عنہا حاضر آورد۔ و امیر المومنین علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ را شفیع خود ساخت۔ تا آنکہ حضرت زہرا رضی اللہ تعالےٰ عنہا از وے خوشنود شد۔ اما روایات اہل سنت۔ پس در مدارج النبوۃ و کتاب الوفا بیہقی و شروح مشکوٰۃ موجود است۔ بلکہ در شرح مشکوٰۃ شیخ عبدالحق نوشتہ است۔ کہ ابوبکر صدیق بعد ازیں قضیہ بخانہ فاطمہ رفت۔ و در گرمی آفتاب بر در

---

۵۱ و دریں بعض روایات افتراق دار قطنی یا طبرانی یا وکیع می الف را مسدود ند زیرا کہ ازیں رد چنانکہ احتمال ایں معنی رد نماید۔ کہ ہنادیا نہما مقرون بطبقہ ثالثہ است ہمچناں ایں امر بر منقدہ ثبوت نشیند کہ ہمہ احادیث طبقہ رابعہ ساقط از درجہ اعتبار نیست بلا احتمال مذکور بلا خطہ روایات دیگر کہ تنہا از طبقہ رابعہ است از ہم باشد و اینکہ ثابت شد زعم مخالف را بیخ کن باشد فافہم ۱۲ منہ ۵۲ زیر آیۃ ان الذین آمنوا والذین ھادوا او النصاری ۱۲ منہ ۵۳ شاہ صاحب در عجالہ نافعہ جائیکہ ذکر طبقات اربعہ کردہ است تفسیر ابن جریر را از ہمیں طبقہ رابعہ شمردہ است کما ذکرہ فی السیف المسلول علی من اکفر اثر قدم الرسول صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ۱۲ منہ ۵۴ در ردّ طعن دوازدہم از مطاعن مطاعنہ بر حضرت افضل الصدیقین رضی اللہ تعالےٰ عنہ ۱۲ منہ

باستناد - و عذر خواہی کرد - و حضرت زہرا ازو راضی شد - و در ریاض النضرہ ایں قصہ بتفصیل مذکور است - و در فصل الخطاب بروایت بیہقی از شعبی نیز ہمیں قصہ مروی است - و ابن السمان در کتاب الموافقہ از اوزاعی روائت کردہ - کہ گفت بیروں آمد ابوبکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ بر در فاطمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا در روز گرم الخ **سابعًا** طرفہ تر یہ کہ شاہ صاحب نے تصانیف حاکم کو بھی طبقہ رابعہ میں گِنا - حالانکہ بلاشبہ مستدرک حاکم کی اکثر احادیث اعلےٰ درجہ کی صحاح و حسان ہیں - بلکہ اوس میں صدہا حدیثیں بر شرط بخاری و مسلم صحیح ہیں قطع نظر اس سے کہ تصانیف شاہ صاحب میں کتب حاکم سے کتنے اسناد ہیں - اور بڑے شاہ صاحب کی ازالۃ الخفا و قرۃ العینین میں تو مستدرک سے تو دہ تو دہ احادیث نہ صرف فضائل بلکہ خود احکام میں مذکور کما لایخفیٰ علیٰ من طالعہما لطیفہ تر یہ ہے کہ خود ہی بستان المحدثین میں امام الشان ابو عبداللہ ذہبی سے نقل فرماتے ہیں - انصاف آنست کہ در مستدرک قدرے بسیار بر شرطِ ایں ہر دو بزرگ یافتہ میشود یا بشرط یکے ازینہا بلکہ ظن غالب آنست کہ بقدرِ نصف کتاب ازیں قبیل باشد و بقدر رُبع کتاب ازآں جنس است کہ بظاہر[ف] اسناد او صحیح است لیکن بر شرطِ ایں ہر دو نیست و بقدر رُبع باقی وہیات و مناکیر بلکہ بعضے موضوعات نیز ہست چنانچہ من در اختصار آں کتاب کہ مشہور بتلخیص ذہبی است خبردار کردہ ام انتہی (**تنبیہ**) بحمد اللہ ان بیانات سے واضح ہو گیا - کہ اس طبقہ والوں کی احادیث متروکہ سلف کو جمع کرنے کے معنے اِسی قدر ہیں کہ جن احادیث کے ایراد سے اُنہوں نے احتراز کیا - اونہوں نے درج کیں - نہ یہ کہ اُونہوں نے جو کچھ لکھا سب متروکِ سلف ہے مجرد عدم ذکر کو اس معنے پر محمول کرنا کہ ناقص سمجھ کر بالقصد ترک کیا ہے محض جہالت - ورنہ افراد بخاری متروکات مسلم ہوں - اور افراد مسلم متروکات بخاری اور ہر کتاب متاخر کی وہ حدیث کہ تصانیف سابقہ میں نہ پائی گئی - تمام سلف کی متروک مانی جائے - مصنفین میں کسی کو دعویٰ استیعاب نہ تھا - امام بخاری کو ایک لاکھ احادیث صحیحہ حفظ تھیں - صحیح بخاری میں کُل چار ہزار

ف لفظ بظاہر در تاریخ امام خاتم الحفاظ در تدریب از ذہبی آوردہ نیست لفظش ہمین است کہ فیہ جملۃ وافرۃ علی شرطھما وجملۃ کثیرۃ علی شرط احدھما لعل مجموع ذلک نحو نصف الکتاب وفیہ نحو الربع مما صح سندہ وفیہ بعض الشئ اولہ علۃ وما بقی وھو نحو الربع فھو مناکیر واھیات لایصح وفی بعض ذلک موضوعات ۱۲ منہ

بلکہ اس سے بھی کم ہیں۔ کما بینہ شیخ الاسلام فی فتح الباری شرح صحیح البخاری
ثامنًا۔ شاہ صاحب اس کلام امام ذہبی کو نقل کرکے فرماتے ہیں۔ ولہذا علمائے حدیث
قرار دادہ اند۔ کہ بر مستدرک حاکم اعتماد نہ باید کرد۔ مگر بعد از دیدن تلخیص ذہبی۔ اور اس سے
پہلے لکھا۔ ذہبی گفتہ است کہ حلال نیست کسے راکہ بر تصحیح حاکم غرہ شود۔ تاوقتیکہ تعقبات و
تلخیصات مرا نہ بیند۔ و نیز گفتہ است۔ احادیث بسیار ہست در مستدرک کہ بر شرط صحت
نیست۔ بلکہ بعضے از احادیث موضوعہ نیز ہست کہ تمام مستدرک بآنہا معیوب گشتہ۔ ان عبارات
سے ظاہر ہوا۔ کہ وجہ بے اعتمادی یہی اختلاط صحیح وضعیف ہے۔ اگرچہ اکثر[1] صحیح ہی ہوں جیسے
مستدرک جس میں تین ربع کتاب کی قدر احادیث صحیحہ ہیں۔ نہ کہ سب کا ضعیف ہونا چہ جائے
ضعف شدید یا بطلان محض کہ کوئی جاہل بھی اس کا ادعا نہ کرے گا۔ اور اس بے اعتمادی کے
یہی معنے اگر خود لیاقت نقد رکھتا ہو۔ آپ پرکھے۔ ورنہ کلام ناقدین کی طرف رجوع کرے۔
بے اس کے حجت نہ سمجھے۔ اب انصافًا یہ حکم نہ صرف کتب طبقۂ رابعہ بلکہ ثانیہ ثالثہ سب
پر ہے۔ کہ جب منشا اختلاط صحاح وضعیف ہے۔ اور وہ سب میں قائم۔ تو یہی حکم سب پر
لازم آخر نہ دیکھا۔ کہ ائمہ دین نے صاف صاف یہی تصریح سنن ابی داؤد و جامع ترمذی و
مسند امام احمد و سنن ابن ماجہ و مصنف ابوبکر بن ابی شیبہ و مصنف عبدالرزاق وغیرہا سنن
ومسانید کتب طبقۂ ثانیہ و ثالثہ کی نسبت بھی فرمائے جس کی نقل امام الشان و علامہ قاری
سے افادہ بست و یکم میں گذرے۔ یوں ہی امام شیخ الاسلام عارف باللہ زکریا انصاری و امام
سخاوی نے تنصیص[2] کی۔ امام خاتم الحفاظ کا قول ابھی سن چکے۔ کہ انہوں نے ان سب کتب
کو ایک سلک میں منسلک فرمایا۔ اب شاید سنرکج فہم ان نصوص ائمہ کو دیکھ کر سنن ابی داؤد

---

[1] اسی طرح عدم اعتبار کثرت و قلت کی دلیل واضح امام الشان کا یہ ارشاد منقول تدریب ہے۔ ما فی کتاب ابن الجوزی موضوع والذی ینتقد علیہ بالنسبۃ الی ما لا ینتقد قلیل جدا قال فیہ من الضرر ان یظن ما لیس بموضوع موضوعا عکس الضرر بمستدرک الحاکم فانہ یظن ما لیس بصحیح صحیحا قال ویتعین الاعتناء بانتقاد الکتابین فان الکلام فی تساہلہما اعدم الانتفاع بہما الا لعالم بالفن لانہ ما من حدیث الا ویمکن ان یکون قد وقع فیہ تساہل اھ ۱۲ منہ سلمہ ربہ۔

[2] ذکرنا نصہما فی رسالتنا مدارج طبقات الحدیث ۱۲ منہ سلمہ ربہ۔

و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ کی نسبت بھی یہی اعتقاد کرے گا کہ وہ بھی معاذ اللہ محض مہمل و بیکار واصلاً ناقابل استناد و اعتبار ہیں ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ **بالجملہ** حق یہ کہ مدار اسناد و نظر و انتقاد یا تحقیق نقاد پر ہے۔ نہ فلاں کتاب میں ہونے۔ فلاں میں نہ ہونے پر **قلم ضراعت رقم** جب اس محل پر آیا فیض کرم و کرم قدم نے جوشش فرمایا۔ اس مقام و مرام طبقات حدیث کی تحقیق جزیل و تدقیق جمیل فقیر ذلیل غفرلہ المولی الجلیل پر فائض ہوئے۔ کہ اگر یہاں ایراد کرتا۔ اطناب کلام و ابعاد مرام سامنے تھا لہٰذا اوسے بتوفیقہ تعالےٰ رسالہ[۵] مفردہ کیا اور بلحاظ تاریخ **مدارج طبقات الحدیث** [۱۳۱۳ھ] لقب دیا۔ وللہ المنۃ فیما الھم ولہ الحمد علی ما علم وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا ومولانا محمد وآلہ وصحبہ وسلم + (**افادہ بست وپنجم**) **اقول** کتابیں کہ بیان احادیث موضوعہ میں تالیف ہوئیں۔ دو قسم ہیں۔ ایک وہ جن کے مصنفین نے خاص ایراد موضوعات ہی کا التزام کیا ہے۔ جیسے موضوعات ابن الجوزی واباطیل جوزقانی و موضوعات صغانی ان کتابوں میں کسی حدیث کا ذکر بلاشبہ یہی بتلائے گا۔ کہ اس مصنف کے نزدیک موضوع ہے۔ جب تک صراحۃً نفی موضوعیت نہ کردی ہو۔ ایسی ہی کتابوں کی نسبت یہ خیال بجا ہے کہ موضوع نہ سمجھتے۔ تو کتاب موضوعات میں کیوں ذکر کرتے پھر اس سے بھی صرف اتنا ہی ثابت ہوگا۔ کہ زعم مصنف میں موضوع ہے۔ بہ نظر واقع عدم صحت بھی نہ ثابت ہوگا نہ کہ ضعف نہ کہ سقوط نہ کہ بطلان۔ ان سب کتب میں احادیث ضعیفہ درکنار بہت احادیث حسان وصحاح بھردی ہیں۔ اور محض بے دلیل اون پر حکم وضع لگادیا ہے

[فائدہ ۲۵) کتب موضوعات میں کسی حدیث کا ذکر مطلقاً ضعف کا بھی مستلزم نہیں +]

سلہ۵ الحمد للہ یہ عربی رسالہ مختصر عجالہ باوصف وجازت فوائد نفیسہ پر مشتمل اس میں اولاً طبقات اربعہ حدیث میں حجۃ اللہ البالغہ کا کلام نقل کیا۔ ثانیاً ایک سلسل بیان میں اس کی وہ تقریر ادا کی جس سے کلام منتظم ہوکر بہت شبہات کا ازالہ ہوگیا۔ ثالثاً پھر بہت ابحاث رائقہ مونقہ فائقہ ایراد کیں۔ جن سے روشن ہوگیا کہ طبقات اربعہ کی تحدید نہ جامع نہ مانع۔ نہ ناقد کے کام کی نہ مقلد کو نافع۔ رابعاً اپنی طرف سے ایک عام وشامل تام وکامل ضابطہ وضع کیا جس سے ہر گونہ کتب احادیث ناقد وغیر ناقد متوسط وعامی ہر قسم کے آدمی کو حد استناد وطریق احتجاج واضح ہوگیا۔ آخر میں اوسی کلمات علماء سے مؤید کیا۔ اوسکے ضمن میں صحاح ستہ وغیرہا کتب حدیث کا مرتبہ اور باہمی تفاوت اور بعض دیگر کتب صحاح کا شمار اور نیز یہ کہ ائمہ وعلماء میں کن کن کو دربارہ تصحیح احادیث تساہل اور کہیں درباب حکم وضع تشدد یا معاملہ جرح رجال میں تعنت تھا بیان کیا۔ جو کچھ دعوے کیا ہے اوس کا روشن ثبوت دیا ہے۔ وللہ الحمد ۱۳ صفر سلسلہ رہ

جسے ائمہ محققین ونقاد منقحین نے بدلائل قاہرہ باطل کردیا جس کا بیان مقدمہ امام ابن الصلاح و تقریب امام نووی والفیہ امام عراقی و فتح المغیث امام سخاوی وغیرہا تصانیف علماء سے اجمالاً اور تدریب امام خاتم الحفاظ سے قدرے مفصلاً اور انہیں کی تعقبات ولآلی مصنوعہ والقول الحسن فی الذب عن السنن وامام الشان کے القول المسدد فی الذب عن مسند احمد وغیرہا سے نہایت تفصیل واضح وروشن مطالعہ تدریب سے ظاہر کہ ابن الجوزی نے اون تصانیف درکنار خود صحاح ستہ ومسند امام احمد کی چوراسی حدیثوں کو موضوع کہدیا جن کی تفصیل یہ ہے۔ مسند امام احمد۔ صحیح بخاری شریف بروایت حماد بن شاکر۔ صحیح مسلم شریف۔ سنن ابی داؤد جامع ترمذی۔ سنن نسائی۔ سنن ابن ماجہ۔ دوم وہ جنکا قصد صرف ایراد موضوعات واقعیہ نہیں۔ بلکہ دوسروں کے حکم وضع کی تحقیق وتنقیح جیسے لآلی امام سیوطی یا نظر وتنقیح کے لئے اُن احادیث کا جمع کردینا جن پر کسی نے حکم وضع کیا۔ جیسے اونہیں کا ذیل اللآلی امام ممدوح خطبہ موضوعات کبرے میں فرماتے ہیں۔ ابن الجوزی اکثر من اخراج الضعیف بل والحسن بل والصحیح کما نبہ علی ذلک الائمۃ الحفاظ وطال ما اختلج فی ضمیری انتقاءہ وانتقادہ فاورد الحدیث ثم اعقب بکلامہ ثم ان کان متعقبا نبہت علیہ اھ ملخصا۔ ابن جوزی نے کتاب موضوعات میں بہت ضعیف بلکہ حسن بلکہ صحیح حدیثیں روایت کردی ہیں۔ کہ آئمہ حفاظ نے اسپر تنبیہ فرمائی۔ مدت سے میرے دل میں تھا۔ کہ اوس کا خلاصہ کروں۔ اور اوس کے حکم پرکھوں۔ تو اب میں حدیث ذکر کرکے ابن جوزی کا کلام نقل کروں گا۔ پھر اوس پر جو اعتراض ہوگا۔ بتاؤں گا۔ اوسی کے خاتمہ میں فرماتے ہیں۔ واذ قد اتینا علی جمیع ما فی کتابہ فنشرع الآن فی الزیادات علیہ ومنہا ما یقطع بوضعہ ومنہا ما نص حافظ علی وضعہ ولی فیہ نظر فاذکرہ لینظر فیہ۔ اب کہ ہم تمام موضوعات ابن الجوزی بیان کرچکے۔ تو اب اوس پر زیادتیں شروع کریں۔ ان میں کچھ وہ ہیں جنکا موضوع ہونا یقینی ہے۔ اور کچھ وہ جنہیں کسی حافظ نے موضوع کہا۔ اور میرے نزدیک اوس میں کلام ہے۔ تو میں اوسے نظر غور کے لئے ذکر کردوں گا)۔ پر ظاہر کہ ایسی تصانیف میں حدیث کا ہونا مصنف کے نزدیک بھی اوسکی موضوعیت نہ بتائے گا۔ کہ اصل کتاب کا موضوع ہی تنہا ایراد موضوع نہیں۔ بلکہ اگر کچھ حکم دیا۔ یا سند یا متن پر کلام کیا ہے۔ تو اوسے دیکھا جائے گا۔ کہ صحت یا حسن یا ثبوت یا صلوح یا ضعف یا سقوط یا بطلان کیا نکلتا ہے

مثلاً لا یصح یا لم یثبت یا سند پر جہالت۔ یا انقطاع سے طعن کیا۔ تو غایت درجہ ضعف
معلوم ہوا۔ اور اگر دفعہ کی قید زاید کردی۔ تو صرف مرفوع کا ضعف اور بنظر مفہوم موقوف
کا ثبوت مفہوم ہوا۔ علیٰ ہذا القیاس اور کچھ کلام نہ کیا۔ تو امر محتاج نظر و تنقیح رہے گا۔ کما
لا یخفیٰ۔ شوکانی کی کتاب موضوعات مسمّی بہ فوائد مجموعہ بھی اسی قسم ثانی کی ہے۔ خود اوس نے
خطبۂ کتاب میں اس معنی کی تصریح کی۔ کہ میں اس کتاب میں وہ حدیثیں بھی ذکر کروں گا۔
جنہیں موضوع کہنا ہرگز صحیح نہیں۔ بلکہ ضعیف ہیں۔ بلکہ ضعف بھی خفیف ہے۔ بلکہ اصلاً
ضعف نہیں حسن یا صحیح ہیں۔ کہ اہل تشدد کے کلام پر تنبیہ اور اوس کے رد کی طرف
اشارہ ہوجائے۔ عبارت اوس کی یہ ہے۔ وقد اذکر ما لا یصح اطلاق الموضوع
علیہ بل غایتہ ما فیہ انہ ضعیف بمرۃ وقد یکون ضعیفا ضعفا خفیفا
وقد یکون اعلیٰ من ذلک والحامل علیٰ ذکر ما کان ھکذا التنبیہ علیٰ انہ قد
عد ذلک بعض المصنفین موضوعا کابن الجوزی فانہ تساھل فی
موضوعاتہ حتی ذکر فیھا ما ھو صحیح فضلا عن الحسن فضلا عن
الضعیف وقد تعقبہ السیوطی بما فیہ کفایۃ وقد اشرت الی تعقباتہ الخ
تو متکلمین طائفہ کا یہ سفیہانہ زعم کہ حدیث تقبیل ابہامین شوکانی کے نزدیک موضوع نہ ہوتی
تو کتاب موضوعات میں کیوں ذکر کرتا کیسی جہالت فاحشہ ہے (تنبیہ) ہر چند یہ افادہ
اول گیارہ افادات سابقہ سے زیادہ متعلق تھا۔ جن میں حضرات طائفہ کے زعم موضوعیت
کا ابطال ہوا۔ مگر از انجا کہ ایسی پوچ بے معنی بات سے توہم موضوعیت کسی ذی علم کا کام
نہ تھا۔ لہٰذا ان افادات کے ساتھ منسلک کیا۔ کہ واضح ہو۔ کہ ذکر فی الموضوعات ضعف
شدید کو بھی مستلزم نہیں۔ جو ایک مسلک پر قبول فی الفضائل میں مخل ہو۔ بلکہ حقیقۃً نفس
ذکر بے ملاحظۂ حکم تو سفیہ مطلق ضعف بھی نہیں۔ کہ دونوں قسم میں صحاح و حسان تک موجود
ہیں۔ کما تبین **(لطیفہ)** اقول۔ حضرات وہابیہ کے پچھلے متکلم اگر موضوعات شوکانی
کا موضوع نہ سمجھے۔ تو کیا عجب کہ خود ان کے امام شوکانی کی سمجھ بھی ایسی ہی ناقص اور کافی تھی
یہیں خطبۂ موضوعات میں علمائے نافیان کذب کی دو قسمیں کیں۔ ایک وہ جنہوں نے
رواۃ ضعفا و کذابین وغیرہم کے بیان میں تصنیفیں کیں۔ جیسے کامل و میزان وغیرہما
وقسم جعلوا مصنفاتھم مختصۃ بالاحادیث الموضوعۃ دوسری

لطیفہ

وہ جنہوں نے اپنی تصانیف احادیث موضوعہ سے خاص کیں۔ جیسے ابن جوزی و صغانی وغیرہما۔ اور اسی قسم دوم میں مقاصد حسنہ امام سخاوی کو گن دیا۔ حالانکہ وہ ہرگز تصانیف مختصہ بموضوعات سے نہیں۔ بلکہ اوس کا مقصود اون احادیث کا حال بیان کرنا ہے۔ جو زباتوں پر دائر ہیں۔ عام ازیں کہ صحیح ہوں۔ یا حسن۔ یا ضعیف یا بے اصل یا باطل ولہذا اوس میں بہت احادیث کو ذکر کرکے فرماتے ہیں۔ یہ صحیح بخاری میں ہے۔ یہ صحیح مسلم کی ہے۔ یہ صحیحین دونوں کے متفق علیہ ہے۔ بھلے مانس نے اوس کے نام کو بھی خیال نہ کیا۔ المقاصد الحسنہ فی بیان کثیر من الاحادیث المشتہرۃ علی الالسنۃ۔ نہ اوس کو آنکھ کھول کر دیکھا۔ اوس کے پہلے ہی ورق کی چوتھی حدیث ہے۔ حدیث اٰیۃ المنافق ثلٰث متفق۔ وہیں ساتویں حدیث ہے۔ ابداء بنفسک مسلم فی الزکوٰۃ من صحیحہ طرفہ تریہ کہ انہیں میں تخریج الاحیاء للعراقی بھی گن دی۔ سبحان اللہ! کہاں تخریج احادیث کتاب کہاں تصنیف فی الموضوعات۔ اسی فہم پر ابو حنیفہ رح و شافعی رح سے دعوے مساوات۔ وَلَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ ۵

نتیجۃ الافادات

نتیجۃ الافادات ۔ الحمد للہ کلام اپنے ذروۂ اعلےٰ کو پہنچا۔ اور احقاقِ حق حدِ اقصےٰ کو۔ ان چودہ افادوں نے ماہِ شبِ چاردہ کی طرح روشن کر دیا۔ کہ تقبیلِ ابہامین کی حدیثیں اگر تعدد طرق و عملِ اہلِ علم سے متقوی نہ بھی ہوں۔ تو انتہا درجہ ضعیف بضعفِ خفیف اور فضائلِ اعمال میں باجماع علماء محدثین و فقہا مقبول و کافی اور ثبوتِ استحبابِ عمل کے لئے مفید و وافی ہیں۔ منکرین کی ساری چہ میگوئیاں کہ اون کے ابطال و اہمال کے لئے تھیں۔ بعونہٖ تعالےٰ اپنے سزائے کردار کو پہنچ گئیں۔ والحمد للہ رب العالمین۔ اب پھر دستِ استعانت قائدِ توفیق کے ہاتھ میں دیجئے۔ اور بعنایتِ الٰہی و عنایتِ حضرت رسالت پناہی علیہ الصلوٰۃ والسلام غیر المتناہی تحقیقِ مرام میں اس سے بھی وسیع تر تنزلی کلام۔ اور آخر میں ازالہ و ازہاقِ بقیہ اوہامِ منکرین لیا مکیجئے۔ وباللہ التوفیق

---

۵ افادۂ بست و چہارم میں شاہ ولی اللہ کا قول گذرا۔ کہ ابن جوزی موضوعات را مجرد ساخت و سخاوی در مقاصد حسنہ حسان الغیرہا از ضعاف و مناکیر ممیز نمود۔ یہیں سے ظاہر کہ مقاصد حسنہ کے مقاصد حسنہ۔ موضوع کتب موضوعات سے کتنے جدا ہیں ۱۲ منہ

افادۂ بست و ششم) اقول - بالفرض اگر ایسی جگہ ضعفِ سند ایسی ہی حد پر ہو کہ اصلاً قابلِ اعتماد نہ رہے - مگر جو بات اوس میں مذکور ہوئی - وہ علماء و صلحا کے تجربہ میں آچکی تو علمائے کرام اس تجربہ ہی کو سند کافی سمجھتے ہیں - کہ آخر ضعفِ سند کذب واقعی کو مستلزم نہ تھا - حاکم نے بطریق عمر بن ہارون بلخی سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے قضائے حاجت کے لئے ایک ترکیب عجیب مرفوعاً روایت کی جس کے آخر میں ہے - ولا تعلموھا السفھاء فانھم یدعون بھا فیستجابون بیوقوفوں کو یہ نماز نہ سکھاؤ - کہ وہ اس کے ذریعے سے جو چاہینگے - مانگ بیٹھیں گے - اور قبول ہوگی) ائمہ جرح و تعدیل نے عمر بن ہارون کو سخت شدید الطعن متروک بلکہ متہم بالکذب تک کہا امام احمد و امام نسائی و امام ابو علی نیشاپوری نے فرمایا - متروک الحدیث ہے - امام علی بن مدینی و امام دارقطنی نے کہا سخت ضعیف ہے - صالح جزرہ نے کہا - کذاب ہے - امام یحییٰ بن معین نے فرمایا محض لاشئے کذاب خبیث ہے - کل ذٰلک فی المیزان لاجرم حافظ الشان نے تقریب میں فرمایا - متروک وکان حافظا ذہبی نے میزان میں کہا - کان من اوعیۃ العلم علی ضعفہ وکثرۃ مناکیرہ وما اظنہ ممن یتعمد الباطل تذکرۃ الحفاظ میں آخر یہ کہا - لاریب فی ضعفہ - امام اجل ثقہ حافظ عبد العظیم زکی منذری نے کتاب الترغیب[1] میں یہ حدیث بروائت حاکم نقل کرکے عمر بن ہارون کے متروک و متہم ہونے سے اوسے معلول کیا - حیث قال قد تفرد بہ عمر بن ہارون البلخی وھو متروک متھم اثنی علیہ ابن مھدی وحدہ فیما اعلم[2] اھ **قلت**

---

[1] فی الترغیب فی صلوٰۃ الحاجۃ ۱۲ منہ [2] اقول ھذا عجیب من مثل الحافظ معقول نقصہ فی خاتمۃ الکتاب ضعفہ الجمھور ووثقہ قتیبۃ وغیرہ اھ وفی تذکرۃ الحفاظ عن الابار عن ابی غسان عن بھز بن اسد انہ قال اری یحیی بن سعید حسدہ قال وساق الخطیب باسنادہ عن ابی عاصم انہ ذکر عمر بن ھارون فقال عمر عندنا احسن اخذا للحدیث من ابن المبارک وقال المروزی سئل ابو عبد اللہ عن عمر بن ھارون فقال ما اقدر ان اتعلق علیہ بشیء کتبت عنہ کثیرا فقیل لہ قد کانت لہ قصۃ مع ابن مھدی فقال بلغنی انہ کان یحمل علیہ وقال احمد بن سیار کان کثیر السماع کان قتیبۃ یطریہ ویوثقہ الخ ثم ذکر تکذیبہ وترکہ وجرحہ عن ابن معین واٰخرین ثم قال قلت لاریب فی ضعفہ وکان لہ حافظا فی حروف القراٰت مات سنۃ اربع وتسعین ومائۃ اھ ۱۲ منہ

بل اختلف الروایۃ عن ابن مھدی ایضا فقال فی المیزان قال ابن مھدی واحمد والنسائی متروک الحدیث ثم قال وقال ابن حبان کان ابن مھدی حسن الرای فی عمر بن ھارون اھ فاللہ تعالی اعلم باایں ہمہ از آنجا کہ مستدرک میں تھا۔ قال احمد بن حرب قد جربتہ فوجدتہ حقا وقال ابراھیم بن علی الدیبلی[عہ] قد جربتہ فوجدتہ حقا وقال الحاکم قال لنا ابوزکریا قد جربتہ فوجدتہ حقا قال الحاکم قد جربتہ فوجدتہ حقا احمد بن حرب نے کہا۔ میں نے اس نماز کو آزمایا۔ حق پایا۔ ابراہیم بن علی دیبلی نے کہا۔ میں نے آزمایا۔ حق پایا۔ ہم سے ابوزکریا نے کہا۔ میں نے آزمایا۔ حق پایا۔ حاکم کہتے ہیں۔ خود میں نے آزمایا۔ حق[عہ] پایا۔) لہٰذا امام حافظ منذری نے فرمایا۔ الاعتماد فی مثل ھذا علی التجربۃ لا علی الاسناد ایسی جگہ اعتماد تجربہ پر ہے۔ نہ اسناد پر) امام ابن امیر الحاج حلیہ[عہ] میں حدیث کا وہ ضعف شدید اور امام ابن جوزی کا اوسے بالیقین موضوع[عہ] کہنا ذکر کرکے فرماتے ہیں۔ ومشی علی ھذا فی الحاوی القدسی فانہ ذکر ھذہ الصلوٰۃ للحاجۃ علی ھذا الوجہ من الصلوات المستحبۃ حاوی قدسی میں اسی پر عمل کیا کہ اونہوں نے حاجت کے لئے اس ترکیب کو مستحب نمازوں میں ذکر فرمایا۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ سے امام اجل سیدی شیخ اکبر محی الدین ابن عربی قدس سرہ الشریف کا ارشاد لطیف افادہ ۱۵

عہ نسبۃ الی دیبل بفتح الدال المھملۃ وسکون المثناۃ من تحت وضم الموحدۃ وآخر لام قصبۃ بلاد السند کما فی القاموس ۱۲ منہ سلمہ عہ اقول بحمد اللہ تعالٰی اس فقیر نے بھی کئی بار آزمایا حق پایا۔ بعض قریب ترا عزہ کو سخت ناسازی تھی طول ہوا۔ یہانتک کہ ایک روز حالت شل نزع طاری ہوئی۔ سب رونے لگے۔ فقیر مشغول نماز مذکور ہوا۔ پڑھکر آیا۔ تو عزیز مذکور کو بیٹھا باتیں کرتا پایا وللہ الحمد ۔ ۔ سال ہوتے آتے جب سے بحمد اللہ فضل الٰہی ہے۔ ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ ۱۲ منہ عمہ

عہ آخر الکتاب فی الفصل الثالث عشر فی صلوٰۃ الحاجۃ من فصول تکمیل الکتاب ۱۲ منہ سلمہ ربہ

عہ ہو آخر حدیث من باب الصلوٰۃ فی الموضوعات قال المخرج موضوع عمر بن ہارون کذاب قال خاتم الحفاظ عمر روی لہ الترمذی وابن ماجہ وقال فی المیزان کان من اوعیۃ العلم الی آخر یا نقنا قال وجدت للحدیث طریقا آخر فذکر ما اسندہ ابن عساکر عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ نحوہ وسکت علیہ خاتم الحفاظ واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ سلمہ ربہ

میں گذرا۔ کہ میں نے صحتِ حدیث کو اس جوان کی صحتِ کشف سے پہچانا۔ یعنی جب اوس کے کشف سے معلوم ہوا۔ کہ حدیث میں جو وعدہ آیا تھا۔ ٹھیک اوترا۔ معلوم ہوا۔ کہ حدیث صحیح ہے۔ اب صدرِ رسالہ میں امام سخاوی کے نقول دیکھ لیجیے۔ کہ اِس قبیلِ ابہامین کے کتنے تجربے علماء و صلحاء سے منقول ہوئے ہیں۔ لاجرم علامہ طاہر فتنی نے فرمایا۔ دوی تجربۃ ذلک عن کثیرین۔ اس کا تجربہ بہت لوگوں سے روایت کیا گیا)۔ تو عزیزو! اگر بالفرض غلط سند کسی قابل نہ سمجھو تاہم تجربۂ علماء کو سند کافی جانو۔ (**افادۂ بست وہفتم**) اقول بھلا یہاں تو طرق مسندہ باسانیدِ متعددہ کتبِ حدیث میں موجود۔ علمائے کرام تو ایسی جگہ صرف کلماتِ بعض علماء میں بلاسند مذکور ہوتا ہے۔ سند کافی سمجھتے ہیں۔ اگرچہ طبقۂ رابعہ وغیرہا کسی طبقۂ حدیث میں اوس کا نام و نشان نہ ہو۔ حضور اقدس سید المرسلین صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے وصالِ اقدس کے بعد امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا حضور والا کو ندا کرکے بأبی انت و اُمی یا رسول اللہ! میری ماں باپ حضور پر قربان۔ یا رسول اللہ! کہکر حضور کے فضائلِ جلیلہ و شمائلِ جمیلہ عرض کرنا۔ یہ حدیث امام ابو محمد عبد اللہ بن علی لخمی اندلسی رُشاطی نے کہ پانچویں صدی کے علماء سے تھے ۴۶۶ھ میں انتقال کیا۔ اپنی کتاب اقتباس الانوار والتماس الازہار اور ابو عبد اللہ محمد ابن الحاج عبدری مکی مالکی نے کہ آٹھویں صدی کے فضلا سے تھے ۷۳۷ھ میں وصال ہوا۔ اپنی کتاب مدخل میں ذکر کی۔ دونوں نے محض بلاسند۔ ائمہ کرام و علمائے اعلام نے اِس سے زائد اسکا پتہ نہ پایا۔ کتبِ حدیث میں اصلاً نشان نہ ملا۔ مگر از آنجا کہ مقام مقامِ فضائل تھا۔ اسی قدر کو کافی سمجھا۔ ان نادانوں کُندِ حواسوں فرقِ مراتب ناشناسوں کی طرح طبقۂ رابعہ میں ہونا درکنار اصلاً کسی طبقہ میں نہ ہونا بھی اونہیں اوس کے ذکر و قبول سے مانع نہ آیا۔ بلکہ اوس سے استناد فرمایا۔ علامہ ابو العباس قصّار نے اوسی شرح قصیدہ بُردہ شریف میں ذکر کیا۔ اور اونہیں رشاطی کا حوالہ دیا۔ پھر امام علامہ احمد قسطلانی نے مواہبِ لدنیہ میں بصیغۂ جزم ذکر کی۔ اور اسی شرح قصار و مدخل کی سند دی۔ اسی مواہب شریف و نسیم الریاض علامہ شہاب خفاجی مصری و مدارج النبوۃ شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی وغیرہا میں علمائے کرام نے اس حدیث کو زیر بیان آیۂ کریمہ لا اقسم بھذا البلد ۝ و انت حل بھذا البلد ۝ جس میں رب العزت جل وعلا نے شہر مصطفےٰ صلے اللہ تعالےٰ

۵۱ الفصل الاول من المقصد العاشر ۱۲ منہ

لہ بالفرض اگر کتب حدیث میں اصلاً پتہ نہ ہو تاہم تجربۂ علماء کی سند کافی ہے [margin note, partly illegible]

ف قرآن عظیم نے فضائل شہر مصطفےٰ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے لکھے ہیں [margin note, partly illegible]

علیہ وآلہ وسلم کی قسم یاد فرمائی ہے۔ محلِ استناد میں ذکر کیا۔ کہ قرآنِ عظیم نے حضور پُر نور سید المحبوبین صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی جانِ پاک کی بھی قسم کھائی۔ کہ لعمرك انھم لفی سکرتھم یعمھون ہ تیری جان کی قسم۔ یہ کافر اپنے نشے میں بہک رہے ہیں۔ اور حضور کے شہر مکہ معظمہ کی بھی قسم کھائی کہ لا اقسم بھذا البلد ہ مگر اس قسم میں اس قسم سے زیادہ حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی تعظیم ہے۔ جس طرح امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اِس طرف اشارہ کیا۔ کہ عرض کرتے ہیں۔ میرے ماں باپ حضور پر قربان یا رسول اللہ۔ اللہ عزوجل کے نزدیک حضور کا مرتبہ اس حد کو پہنچا۔ کہ حضور کے خاکِ پا کی قسم یاد فرمائی۔ لا اقسم بھذا البلد ہ نسیم[۱] کی دلکشا عبارت یہ ہے۔ قد قالوا ان ھذا القسم ادخل فی تعظیمہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من القسم بذاتہ وحیاتہ کما اشار الیہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بقولہ بابی انت و اُمی یارسول اللہ قد بلغت من فضیلۃ عندہ ان اقسم بتراب قدمیك فقال لا اُقسم بھٰذا البلد ہ مواہب[۲] میں ہے۔ علیٰ کلِّ حال فھذا متضمن للقسم ببلد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ولا یخفیٰ ما فیہ من زیادۃ التعظیم وقد روی ان عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال للنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بابی انت واُمی یا رسول اللہ لقد بلغ من فضیلتك عند اللہ ان اقسم بحیاتك دُون سائر الانبیاءِ ولقد بلغ من فضیلتك عندہ ان اقسم بتراب قدمیك فقال لا اُقسم بھٰذا البلد ہ مدارج[۳] میں اسے نقل کرکے فرمایا یعنی سوگند خوردن بلد کہ عبارت است از زمینے کہ پے سپر سید انام است سوگند بخاکِ پائے خوردن است۔ وایں لفظ در ظاہر نظر سخت مے در آید نسبت بجناب عزت چوں گویند کہ سوگند میخورد بخاکِ پائے حضرتِ رسالت صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم۔ و نظر بحقیقت معنے صاف و پاک است کہ غبار بے براں نہ۔ وتحقیق ایں سخن آنست کہ سوگند خوردن حضرت رب العزت جل جلالہ بچیزے غیر ذات وصفاتِ خود برائے اظہارِ شرف و فضیلت وتمیز آں

[۱] الفصل الرابع من الباب الاول ۱۲ منہ [۲] المقصد السادس النوع الثامن الفصل الخامس ۱۲ منہ [۳] قسم اول باب سوم فصل دوم ۱۲ منہ

چیز است نزدِ مردم و نسبت بایشاں تاباد انند۔ کہ آں امرے عظیم و شریف است۔ نہ آنکہ اعظم است نسبت بوے تعالےٰ الخ۔ میں ایک اسی حدیث بے سند کو گیا ذکر کرنا۔ کہ اس کی تو صدہا نظیریں کُتب علماء میں موجود ہیں۔ زیادہ جانے دیجئے۔ یہ پچھلے زمانہ کے بڑے محدث شاہ ولی اللہ صاحب بھی جابجا اپنی تصانیف میں ایسے کتب کی حدیثوں سے سند لاتے ہیں۔ جو نہ کسی طبقہ حدیث میں داخل۔ نہ ادن میں سند کا نام ونشان۔ قرۃ العینین میں روایاتِ مذکورہ تاریخ یافعی و روضۃ الاحباب و شواہد النبوۃ مولانا جامی قدس سرہ السامی سے استناد موجود۔ مثلاً لکھا۔ اما اتصاف شیخین بصفات کاملہ ملہمیہ پس بطریق اتم بود و ظہور خرق عوائد و تربیت الٰہی ایشاں را برؤیا ومانند آں از ایشاں بسیار مروی شدہ۔ حدیثے چند ازیں جملہ نیز روایت کنیم۔ در شواہد النبوۃ از ابومسعود انصاری منقول است۔ کہ گفتہ است۔ کہ اسلام ابوبکر شبیہ بوحی ست زیرا کہ وے گفتہ است کہ قبل پیش از بعثت رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم درخواب دیدم۔ کہ نورے عظیم از آسمان فرود آمد۔ و بربام کعبہ اُفتاد الخ و نیز در شواہد مذکور است۔ کہ امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ گفت است۔ کہ روزے در ایام جاہلیت در سایہ درختے نشستہ بودم۔ ناگاہ میل بمن کرد۔ آوازے ازاں درخت بگوش من آمد۔ کہ پیغمبرے درفلاں وقت بیروں خواہد آمد۔ می باید۔ کہ تو سعادت مند ترین مردماں باشی بوے الخ و نیز در شواہد از ابوبکر صدیق منقول است۔ کہ درمرض آخر خود گفت۔ کہ امشب در تفویض امر خلافت بتکرار استخارہ کردم الخ ملتقطاً اوسی میں ہے۔ چوں نوبت خلافت بفاروق رسید۔ سیاستے بردستِ او واقع شد۔ کہ غیر نبی برآں قادر نباشد۔ و اگر عقل سلیم را اعمال نمائیم در امورے کہ خلافت انبیاء راشاید بہتر از حالِ وے متصور نہ گردد۔ زیرا کہ حضرت پیغامبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بدو چیز مشغول بودند۔ یکے تعلیم علم و فاروق اعظم مسائل را تحمل کرد۔ و ترتیب کتاب و سنت و اجماع و قیاس آورد و سد مداخل تحریف نمود۔ چنانکہ علمائے صحابہ ہمہ گواہی دادند کہ وے اعلم زمان خود است۔ دیگر جہاد کفار و فاروق تحمل اعبائے جہاد بوجہے نمود۔ کہ خوب تر ازاں صورت نگیرد۔ قال الیافعی فی السنۃ الرابعۃ عشر فتحت دمشق الخ و در روضۃ الاحباب مذکور است۔ کہ در زمان خلافت وے ہزار و سی و شش شہر با نواح و لواحق آں فتح شد۔ و چہار ہزار مسجد ساختہ گشت۔ و چہار ہزار کنیسہ خراب گردید۔ و یک ہزار و نہ صد منبر بنا کردند اھ بالتقاط۔ یوں ہی تفسیر عزیزی وغیرہ

تصانیف مولانا شاہ عبد العزیز صاحب ہیں ایسے بہت استناد ملیں گے۔ اِسکا گننا ہی کیا تھا مجھے تو جہاں یہ نص قاہر و باہر سُنانا ہے۔ کہ حدیث مذکور فاروقی بابی انت و اُمی یا رسول اللہ[۲] کا ایک پارہ امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے بھی شفا شریف میں۔ یُوہیں بلا سند ذکر فرمایا۔ اوس پر امام خاتم الحفاظ جلال الملۃ والدین سیوطی نے مناہل الصفا[۱] تخریج احادیث الشفا پھر اون کے حوالہ سے علامہ خفاجی نے نسیم میں ارشاد کیا۔ لم اجدہ فی شیئٍ مِن کتب الاثر لکن صاحب اقتباس الانوار وابن الحاج فی مدخلہ ذکراہ فی ضمن حدیث وکفیٰ بذلک سند المثلہ فانہ لیس مما یتعلق بالاحکام۔ میں نے یہ حدیث کسی کتاب حدیث میں نہ پائی۔ مگر صاحب اقتباس الانوار اور ابن الحاج نے مدخل میں ایک حدیث طویل میں اوسے ذکر کیا۔ ایسی حدیث کو اتنی ہی سند بہت ہے۔ کہ وہ کچھ احکام سے تو متعلق نہیں)۔ فقیر بعونِ ربِ قدیر جل وعلا تنزل پر تنزل کرکے روشن تر سے روشن تر کلام کرے۔ مگر حضراتِ منکرین کی آنکھیں خدا ہی کھولے۔

افادہ بست وہشتم اقول

اچھا سب جانے دیجئے۔ اپنی خاطر پورا تنزل لیجئے۔ بالفرض حدیث موضوع و باطل ہی ہوا تا ہم موضوعیت حدیث عدم حدیث ہے۔ نہ حدیث عدم۔ اوس کا اصل صرف اِتنا ہوگا۔ کہ اِس بارہ میں کچھ وارد نہ ہوُا۔ نہ یہ کہ انکار و منع وارد ہوُا۔ اب اصل فعل کو دیکھا جائیگا۔ اگر قواعد شرع ممانعت بتائیں ممنوع ہوگا۔ ورنہ اباحت اصلیہ پر رہیگا۔ اور بہ نیت حسن حسن و مستحسن ہوجائیگا کما ھو شان المباحات جمیعًا کما نص علیہ[۳] فی الاشباہ وردالمحتار وانموذج العلوم وغیرھا من معتمدات الاسفار۔ حدیث کے موضوع ہونے سے فعل کیوں ممنوع ہونے لگا۔ موضوع خود باطل و مہمل و بے اثر ہے۔ یا نہی و ممانعت کا پروانہ لاجرم علامہ سیدی احمد طحطاوی مصری حاشیۂ در مختار میں زیر قول رملی واما الموضوع فلا یجوز العمل بہ بحال فرماتے ہیں

---

[۱] احادیث الفصل السابع من الباب الاول ۱۲ منہ [۳] قال فی الاشباہ من القاعدۃ الاولیٰ اما المباحات فانھا تختلف صفتھا باعتبار ما قصدت لاجلہ الخ وعنھا نقل فی اوائل نکاح ردالمحتار وفیہ ایضا من کتاب الاضحیۃ مسئلۃ العقیقۃ لنا وان قلنا انھا لکن یقصد الشکر تصیر قربۃ فان النیۃ تصیر العادات عبادات والمباحات طاعات اھ وکلام الانموذج مر فی الافادۃ الحادیۃ والعشرین ۱۲ منہ سلمہ ربہ

[۲] فی مستحبات الوضوء ۱۲ منہ سلمہ ربہ

۲۵ حدیث اگر موضوع بھی ہو تاہم فعل کی ممانعت لازم نہیں

ای حیث کان مخالفا لقواعد الشریعۃ واما اذا کان داخلا فی اصل عام فلا مانع منہ لجعلہ حدیثا بل لدخولہ تحت الاصل العام یعنی جس فعل کے بارے میں حدیث موضوع وارد ہو اوسے کرنا اوسی حالت میں ممنوع ہے کہ خود وہ فعل قواعدِ شرع کے خلاف ہو۔ اور اگر ایسا نہیں۔ بلکہ کسی اصلِ کُلّی کے نیچے داخل ہے تو اگرچہ حدیث موضوع ہو فعل سے ممانعت نہیں ہوسکتی۔ نہ اس لئے کہ موضوع کو حدیث ٹھیرائیں۔ بلکہ اسلئے کہ وہ قاعدہ کلیہ کے نیچے داخل ہے **اقول**۔ فقد افاد رحمہ اللہ تعالٰی بتعلیلہ ان المراد جواز العمل بما فی موضوع لا لکونہ فی موضوع وسنلقی علیک تحقیق المقام بتوفیق الملک العلام فانتظر۔ یہ تو تصریح کلی تھی۔ اب جزئیات پر نظر کیجیے۔ تو وہی باعلٰے ندا شہادت جواز دے رہے ہیں جس نے کلمات علمائے کرام کثر ہم اللہ تعالٰی فی زمرتہم کی خدمت کی۔ وہ جانتا ہے کہ ورود موضوعات و اباطیل اون کے نزدیک موجب منع فعل نہ تھا۔ بلکہ باوصفِ اظہار وضع و بطلان حدیث اجازت افعال کی تصریح فرماتے۔ یہاں بنظرِ اختصار چند امثلہ پر اقتصار (۱) امام سخاوی رحمہ اللہ تعالٰی مقاصدِ حسنہ میں فرماتے ہیں حدیث لبس الخرقۃ الصوفیۃ و کون الحسن البصری لبسہا من علی قال ابن دحیۃ وابن الصلاح انہ باطل وکذا قال شیخنا انہ لیس فی شیئ من طرقہا ما یثبت ولم یرد فی خبر صحیح ولا حسن ولا ضعیف ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم البس الخرقۃ علی الصورۃ المتعارفۃ بین الصوفیۃ لاحد من اصحابہ ولا امر احدا من اصحابہ بفعل ذلک وکلما یروی صریحا فی ذلک فباطل ثم ان ائمۃ الحدیث لم یثبتوا للحسن من علی سماعا فضلا عن ان یلبسہ الخرقۃ ولم ینفرد شیخنا بھذا بل سبقہ الیہ جماعۃ حتی من لبسہا والبسہا کالدمیاطی والذہبی والہکاری وابی حیان والعلائی ومغلطائی والعراقی وابن الملقن والابناسی والبرہان الحلبی وابن ناصر الدین ھذا مع الباسی ایاہا لجماعۃ من اعیان المتصوفۃ امتثالا لالزامہم لی بذلک حتی تجاہ الکعبۃ المشرفۃ تبرکا بذکر الصالحین واقتفاء لمن اثبتہ من الحفاظ المعتمدین اھ بتلخیص خرقہ پوشی صوفیہ کرام کی حدیث اور یہ

کہ حضرت حسن بصری قدس سرہ السری نے امیر المؤمنین مولی علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے خرقہ پہنا۔ امام ابن دحیہ وامام ابن الصلاح نے فرمایا باطل ہے۔ ایساہی ہمارے استاذ امام ابن حجر عسقلانی نے فرمایا۔ کہ اس کی کوئی سند ثابت نہیں۔ نہ کسی خبر صحیح نہ حسن نہ ضعیف میں آیا۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس صورت معمولہ صوفیۂ کرام پر کسی کو خرقہ پہنایا۔ یا اوسکا حکم فرمایا۔ جو کچھ اس بارہ میں صریح روایت کیا جاتا ہے۔ سب موضوع ہے۔ پھر ائمہ حدیث تو حضرت حسن کا حضرت مولے سے حدیث سُننا بھی ثابت نہیں کرتے۔ خرقہ پہننا تو بڑی بات ہے۔ اور یہ بات کچھ ہمارے شیخ ہی نے نہ فرمائی۔ بلکہ اون سے پہلے ایک جماعت ائمہ محدثین ایساہی فرماچکی۔ یہاں تک کہ وہ اکابر جنہوں نے خود پہنا پہنایا۔ جیسے امام دمیاطی امام ذہبی۔ امام شیخ الاسلام سیدنا ہکاری۔ امام ابو حیان۔ امام علاؤ الدین علائی۔ امام مغلطائی۔ امام عراقی۔ امام ابن الملقن۔ امام انباسی۔ امام برہان حلبی۔ امام ابن ناصر الدین دمشقی۔ یہ باآنکہ میں نے خود ایک جماعت عمدہ متصوفین کو خرقہ پہنایا۔ کہ مشائخ کرام نے مجھ پر لازم فرمایا تھا۔ یہاں تک کہ خاص کعبہ معظمہ کے سامنے پہنایا۔ ذکر اولیائے کرام سے برکت لینے اور حفاظ معتمدین کی پیروی کو جو اوسے ثابت کر گئے) رحمۃ اللہ تعالیٰ اجمعین دیکھو۔ یہ جماعت کثیرہ ائمہ دین وحملہ شرع متین باآنکہ احادیث خرقہ کو باطل محض جانتے پھر بھی خرقہ پہنتے پہناتے۔ اور اوسے باعث برکات مانتے ✦ **تنبیہ** ۔ یہ انکار محدثین اپنے مبلغ علم پر ہے۔ اور وہ اوس میں معذور۔ مگر حق اثبات سماع ہے۔ محققین نے اوسے بسند صحیح ثابت کیا۔ امام خاتم الحفاظ جلال سیوطی نے خاص اس باب میں رسالہ اتحاف الفرقہ بوصل الخرقہ تالیف فرمایا۔ اوس میں فرماتے ہیں۔ اثبتہ جماعۃ وھو الراجح عندی لوجوہ وقد رجحہ ایضا الحافظ ضیاء الدین المقدسی فی المختارۃ وتبعہ الحافظ ابن حجر فی اطراف المختارۃ حضرت حسن کا حضرت مولے سے سماع ایک جماعت محدثین نے ثابت فرمایا۔ اور یہی متعدد دلیلوں سے میرے نزدیک راجح ہے۔ اسی کو حافظ ضیاؤ الدین مقدسی نے صحیح مختارہ میں ترجیح دی۔ اور امام الشان ابن حجر عسقلانی نے اطراف مختارہ میں اون کی تبعیت کی)۔ پھر دلائل ترجیح لکھکر فرماتے ہیں۔ امام ابن حجر نے فرمایا۔ مسند ابی یعلیٰ میں ایک حدیث ہے۔ کہ حدثنا جویریۃ بن اشرس قال اخبرنا عقبۃ بن ابی الصھباء الباھلی قال سمعت

الحسن یقول سمعت علیا یقول قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مثل امتی مثل المطر الحدیث - ہمارے شیخ المشائخ محمد بن حسن بن صیرفی نے فرمایا - یہ حدیث نصِ صریح ہے - کہ حسن کو سوائے علی سے سماع حاصل ہے - اس کے رجال سب ثقات ہیں - جویریہ کو ابن حبان اور عقبہ کو امام احمد و یحیٰی بن معین نے ثقہ کہا - انتہی - **اقول** - یہ تو بطریق محدثین ثبوت صریح و صحیح ہے - اور حضرات صوفیۂ کرام کی نقل متواتر - تو موجب علم قطعی و یقینی ہے - جس کے بعد حصول سماع و لبس خرقہ میں اصلاً محلِ سخن نہیں - و بِلّٰہ الحمد - (۲) علامہ طاہر فتنی آخر مجمع بحار الانوار میں فرماتے ہیں - من شم الورد ولم یصل علی فقد جفانی ھو باطل وکذب وکذا من شم الورد الاحمر الخ ثم[1] قد کتبت فی شان الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عند شم الطیب لشیخنا الشیخ علی المتقی قدس سرہ ھل لہ اصل فکتب الجواب عن شیخنا الشیخ ابن حجر قدس سرہ او غیرہ بما نصہ اما الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عند ذلک ونحوہ فلا اصل لھا ومع ذلک فلا کراھۃ عندنا اھ ملخصاً - یہ حدیث کہ جس نے پھول سونگھا - اور مجھ پر درود نہ بھیجی - اوس نے مجھ پر ظلم کیا - باطل و کذب ہے - ایسی ہی وہ حدیث جو گلاب کا پھول سونگھنے میں آئی ہیں - انہوں نے اس باب میں اپنے شیخ حضرت شیخ علی متقی مکی قدس سرہ الملکی کو لکھا - کہ خوشبو سونگھتے وقت درود پڑھنے کی کچھ اصل ہے - اُنہوں نے ہمارے استاد امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ تعالٰی یا کسی اور عالم کے حوالہ سے جواب تحریر فرمایا - کہ ایسے وقت نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر درود پڑھنے کی کچھ اصل نہیں تاہم ہمارے نزدیک اوس میں کوئی کراہت بھی نہیں) - پھر امام مذکور بعد اوس تحقیق کے کہ اوس وقت غافلانہ بے نیتِ ثواب درود نہ پڑھنا چاہئے - ارشاد فرماتے ہیں - اما من استیقظ عند اخذ الطیب او شمہ الی ما کان علیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من محبتہ للطیب والکثارۃ منہ فتذکر

[illegible]

[1] الفتنی یکتب ثم علی ما یزید من عند نفسہ فلعلھا رمز لھٰذ زیادۃ ۱۲ منہ

ذلك الخلق العظيم فصلى عليه صلى الله تعالى عليه وسلم حينئذٍ لما وقر فی قلبه من جلالته واستحقاقه علی کل امته ان یلحظوه بعين نهاية الاجلال عند رؤية شئ من اثاره او ما يدل عليها فهذا الاکراهة فی حقه فضلا عن الحرمة بل هو ات بما فيه اکمل الثواب الجزيل والفضل الجميل وقد استحب العلماء لمن رای شيئا من اثاره صلی الله تعالی عليه وسلم ولاشك ان من استحضر ما ذکرته عند شمه الطيب يکون کالرای شئ من اثاره الشريفة فی المعنی فليس له الاکثار من الصلوۃ والسلام عليه صلی الله تعالی عليه واله وسلم ح اھ مختصرا۔ ہاں خوشبو لیتے یا سونگھتے وقت متنبہ ہو کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم اسے دوست رکھتے۔ اور بکثرت استعمال فرماتے تھے۔ اس خلق عظیم کو یاد کرکے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم پر درود بھیجے کہ حضور کی عظمت اور تمام امت پر حضور کا یہ حق ہونا اوس کے دل میں جا۔ کہ جب حضور کے آثار شریفہ یا اون پر دلالت کرنے والی کوئی چیز دیکھیں۔ تو نہایت تعظیم کی آنکھ سے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰے علیہ وآلہ وسلم کا تصور کریں۔ تو ایسے کے حق میں حرمت چھوڑ کراہت کیسی۔ اوس نے تو وہ کام کیا جس پر ثواب کثیر و فضل جمیل پائے گا۔ کہ زیارت آثار شریفہ کے وقت درود پڑھنا علماء نے مستحب رکھا ہے۔ اور شک نہیں کہ جس نے خوشبو سونگھتے وقت یہ تصور کیا۔ وہ گویا معنٰے بعض آثار شریفہ کی زیارت کر رہا ہے۔ اوسے تو اُس وقت حضور پُر نور صلی اللہ تعالٰے علیہ وآلہ وسلم پر درود وسلام کی کثرت سُنت ہے۔ دیکھو باآنکہ احادیث موضوع تھیں۔ اور خاص فعل کی اصلاً سند نہیں۔ پھر بھی علماء نے جائز رکھا۔ اور بہ نیت نیک باعث اجر عظیم و فضل کریم قرار دیا (۳۱) فتح الملك المجید کے باب ثامن عشر میں بعد ذکر احادیث ادعیہ واذکار صبح و شام ہے۔ ويشبهها ما يتداوله السادة الصوفية من قول لا اله الا الله سبعين الفا مرة يذكرون ان الله تعالٰے يعتق بها رقبة من قالها واشترى بها نفسه من النار و يحافظون عليها لانفسهم ولمن مات من احبابهم واخوانهم وقد ذکرها الامام اليافعی والعارف الكبير المحی ابن العربی واوصی بالمحافظة عليها وذکروا

انه قد ورد فیها خبر نبوی لکن قال بعض المشائخ لم ترد بہ السنۃ فیما اعلم وقد وقفت علیٰ صورۃ سؤال للحافظ ابن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن ھٰذا الحدیث وھو من قال لا الٰہ الا اللہ سبعین الفا فقد اشتری نفسہ من اللہ وصورۃ جوابہ الحدیث المذکور لیس بصحیح ولا حسن ولا ضعیف بل ھو باطل موضوع اھ ھکذا قال النجم الغیطی وعقب بقولہ لکن ینبغی للشخص ان یفعل ذلک اقتداء بالسادۃ وامتثالا لقول من اوصی بھا وتبرکا بافعالھم اھ ملخصا انہیں دعاؤں کا مشابہ ہے۔ وہ جو سادات صوفیائے کرام میں ستر ہزار بار لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کا رواج ہے۔ اور بیان کرتے ہیں کہ جو ایسا کہیگا۔ اللہ عزّ وجل آزاد فرمائے گا۔ اوس نے اپنی جان دوزخ سے بچالی۔ اور اوس پر اپنی اور اپنے اموات اقارب واحباب کے لئے محافظت فرماتے ہیں۔ اوسے امام یافعی اور عارف کبیر سیدی محی الدین ابن عربی قدس سرہما نے ذکر کیا۔ اور شیخ اکبر نے اوسپر محافظت کی تاکید فرمائی۔ صوفیائے کرام اس باب میں حدیث نبوی کا آنا بیان فرماتے ہیں۔ لیکن بعض مشائخ نے کہا۔ میری دانست میں کوئی حدیث اس میں وارد نہوئی۔ اور میں نے ایک فتوے دیکھا۔ کہ امام ابن حجر سے اس حدیث کی نسبت سوال ہوا تھا۔ کہ جو کوئی ستر ہزار بار لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کہے۔ اوس نے اپنی جان اللہ عزوجل سے خرید لی۔ امام نے جواب لکھا۔ کہ یہ حدیث نہ صحیح ہے۔ نہ حسن۔ نہ ضعیف۔ بلکہ باطل وموضوع ہے۔ علامہ نجم الدین غیطی نے اس فتوے کا ذکر کرکے فرمایا۔ کہ آدمی کو چاہئے۔ کہ اس عمل کو بجالائے۔ کہ اولیائے کرام کی پیروی اور اوس کے وصیت فرمانے والوں کا حکم ماننا اور ان کے افعال سے برکت لینا حاصل ہو۔ یہ علامہ نجم الدین محمد بن محمد غیطی۔ امام شیخ الاسلام فقیہ محدث عارف باللہ سیدی زکریا انصاری قدس سرہ الشریف کے تلمیذ اور امام حافظ الشان ابن حجر عسقلانی کے تلمیذ التلمیذ اور شاہ ولی اللہ وشاہ عبد العزیز صاحب کے استاذ سلسلہ حدیث ہیں۔ دیکھو انھوں نے امام ابن حجر کا وہ فتوے نقل کرکے حدیث کے باطل اور موضوع ہونے کو برقرار رکھا۔ پھر بھی فعل کی وصیت فرمائی۔ کہ اولیائے کرام کا اتباع اور اون کے حکم کا امتثال اور اون کے افعال سے تبرک نصیب ہو۔ و باللہ التوفیق۔ اسی طرح جناب شیخ مجدد صاحب نے بھی اوس کی ہدایت فرمائی۔ جلد

ثانی مکتوبات میں لکھتے ہیں۔ بیاران ودوستاں فرمایند۔ کہ ہفتاد ہزار بار کلمہ طیبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ بروحانیت مرحومی خواجہ محمد صادق وبروحانیت مرحومہ ہمشیرۂ او اُم کلثوم بنجوانند۔ وثواب ہفتاد ہزار بار را بروحانیت یکے بخشند وہفتاد ہزار بار دیگر را بروحانیت دیگرے از دوستاں دعاء و فاتحہ مسئول است۔ باقی اس باب میں مرقاۃ شرح مشکوٰۃ کی عبارت افادہ ۱۵ اور احادیث کریمہ حضرات اولیائے کرام کی تحقیق افادہ ۱۹ میں دیکھئے۔ (۴) مولانا علی قاری علیہ رحمۃ الباری نے موضوعات کبیر میں نقل فرمایا احادیث الذکر علی اعضاء الوضوء کلہا باطلۃ جن حدیثوں میں یہ آیا ہے۔ کہ وضوء میں فلاں فلاں عضو دھوتے وقت یہ یہ دعا پڑھے۔ سب موضوع ہیں) بااین ہمہ فرمایا۔ ثم اعلم انہ لایلزم من کون اذکار الوضوء غیر ثابتۃ عنہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان تکون مکروہۃ او بدعۃ مذمومۃ بل انہا مستحبۃ استحبہا العلماء الاعلام والمشائخ الکرام لمناسبۃ کل عضو بدعاء یلیق فی المقام۔ پھر یہ جان رکھ کہ ادعیہ وضو کا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ثابت نہ ہونا کچھ اسے مستلزم نہیں۔ کہ وہ مکروہ یا بدعت شنیعہ ہوں۔ بلکہ وہ مستحب ہیں۔ علمائے عظام واولیائے کرام نے ہر ہر عضو کے لائق دعا اوس کی مناسبت سے مستحب مانی ہے) ۔ اس عبارت سے روشن طور پر ثابت ہوا۔ کہ اباحت تو اباحت۔ موضوعیت حدیث استحباب فعل کی بھی منافی نہیں۔ اور واقعی ایسا ہی ہے۔ کہ موضوعیت عدم حدیث ہے۔ اور ورود حدیث بخصوص فعل

---

۵ شیخ اکبر قدس سرہ الاطہر کی روایت کہ مرقاۃ سے گذری فتح الملک المجید میں بھی نقل کی۔ طرفہ یہ کہ وہابیہ نانوتہ و دیوبند کے امام مولوی قاسم صاحب نے بھی اوسے نقل کیا۔ اور حضرت شیخ کی جگہ حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ تعالٰی عنہ کا نام پاک لکھا۔ اور ستر ہزار کا لاکھ یا پچھتر ہزار بنایا۔ شاید یہ دھوکا اونہیں سوم کی چنوں سے لگا ہو۔ تحذیر الناس میں لکھتے ہیں۔ حضرت جنید کے کسی مرید کا رنگ یکایک متغیر ہو گیا سبب پوچھا۔ تو بروئے مکاشفہ کہا۔ اپنی ماں کو دوزخ میں دیکھتا ہوں حضرت جنید نے لاکھ یا پچھتر ہزار بار کلمہ پڑھا تھا۔ یوں سمجھ کر کہ بعض روایتوں میں اسقدر کلمہ کے ثواب پر وعدۂ مغفرت ہے جی ہی جی میں اوسکو بخشدیا۔ بخشتے ہی کیا دیکھتے ہیں کہ وہ جوان خوش ہے۔ کہ اب میں والدہ کو جنت میں دیکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ اس جوان کے مکاشفہ کی صحت مجھ کو حدیث سے معلوم ہوئی۔ اور حدیث کی تصحیح اوس کے مکاشفہ سے ہو گئی ۱۲ منہ

لازم استحباب نہیں۔ کہ اوس کے ارتفاع سے اس کا انتفاء لازم آئے۔ کما لایخفے ❊

تنبیہ۔ اس بارہ میں سب احادیث کا موضوع ہونا ابن القیم کا خیال ہے۔ اسی سے مولانا علی قاری نے نقل فرمایا۔ اور ایسا ہی ذہبی نے ترجمہ عباد بن صہیب میں حسبِ عادت حکم کیا۔ مگر عند التحقیق اوس میں کلام ہے۔ اسباب میں ایک مفصل حدیث ابو حاتم اور ابن حبان نے تاریخ میں انس رضی اللہ تعالے عنہ سے روایت کی۔ انصافاً غایت اوس کی ضعیف ہے۔ اور مقام مقامِ فضائل داجع الحلیۃ شرح المنیۃ للامام ابن امیر الحاج تجد ما یرشدك الی المحقق بسراج وھاج فی لیل داج (۵) سب سے طرفہ تر یہ کہ حدیث مسلسل بالاضافہ کہ شاہ ولی اللہ صاحب نے اوس کی اجازت مع ضیافت آب وخرما اپنے شیخ علامہ ابو طاہر مدنی سے لی۔ اور اسی طرح مع ضیافت اپنے صاحب زادہ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب اور اونہوں نے اپنے نواسے میاں اسحاق صاحب کو دی۔

حدیث مسلسل بالاضافہ کا حال

اوس کا مدار عبداللہ بن میمون قداح متروک پر ہونے کے علاوہ خود الفاظِ متن ہی سخت منکر واقع ہوئے ہیں۔ بایں ہمہ اکابر محدثین کرام آج تک اس سے برکت تسلسل چاہا کئے ہیں جن کے اسمائے کرام سلسلہ سند سے ظاہر۔ شیخ شیخنا فی الحدیث مولانا عابد سندی مدنی رحمۃ اللہ تعالے علیہ اپنے ثبت حصر الشارد میں اوسے ذکر کر کے فرماتے ہیں ھذا مما تفرّد بہ عبد اللہ بن میمون القداح وصرح غیر واحد بانہ متھم بالکذب والوضع قال السخاوی لا یباح ذکرہ الا مع ذکر وضعہ لکن المحدثین مع کثرۃ کلامھم فیہ ومبالغتھم فیہ ورمیہ بالوضع لا یزالون یذکرونہ یتبرکون بالتسلسل اھ یہ حدیث صرف بروایت قداح آئی۔ اور متعدد ائمہ نے اوس کے متہم بکذب ووضع ہونے کی تصریح فرمائی۔ امام سخاوی فرماتے ہیں۔ اوس کا ذکر بے بیانِ موضوعیت روا نہیں۔ مگر محدثین باآنکہ بہ نہایت شدت قداح میں قدح کرتے اور اوس پر وضعِ حدیث کا طعن فرماتے ہیں۔ ہمیشہ اس حدیث کو ذکر کرتے۔ اور تسلسل کی برکت چاہتے رہے ہیں۔)

اقول۔ یہ حدیث ہمیں اپنے مشائخ کرام رضی اللہ تعالے عنہم سے دو طریق سے پہنچی۔ اول الطریق شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی بسندہ الی الامام ابی الخیر شمس الدین محمد بن محمد بن محمد ابن الجزری بسندہ الی ابی الحسن الصقلی بطریقہ الی القداح عن الامام جعفر الصادق عن ابائہ الکرام عن امیر المؤمنین

علی کرم اللہ تعالےٰ وجوھھم عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ دوسری بطریق شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی بسندہ الی ابی الحسن الی القداح الی امیر المؤمنین عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قداح رجال جامع ترمذی سے ہے۔ متروک سہی حد وضع تک منتہی نہیں متن طریق دوم میں مبالغات عظیمہ ہیں۔ اوس پر حکم بطلان بعیہ نہیں۔ شاہ ولی اللہ صاحب کی روائت وہی ہے۔ اور اوسی میں ہمارا کلام مگر طریق اوّل میں صرف اتنا ہے۔ کہ من اضاف مؤمنا فکانما اضاف ادم ومن اضاف اثنین فکانما اضاف ادم وحواء ومن اضاف ثلثۃ فکانما اضاف جبرئیل ومیکائیل واسرافیل۔ اوس میں کوئی ایسا امر نہیں کہ قلب خواہی نخواہی وضع پر شہادت دے۔ ولہذا امام ابن الجزری نے اسی قدر فرمایا۔ کہ حدیث غریب لم یقع لنا بھذا الوجہ الا بھذا الاسناد۔ ظاہر ہے۔ کہ تفرد متروک مستلزم وضع نہیں کما بیناہ فی الافادۃ التاسعۃ اما ما اعلہ الشیخ ابو محمد محمد بن محمد الامیر المالکی المصری المدرس بالجامع الازھر بعد ایرادہ فی ثبتہ بالمتن الثانی المذکور فیہ الاضافۃ الی تمام العشرۃ بذکر الملئکۃ فی الضیافۃ وھم لا یأکلون ولا یشربون قال فان صح فھو خارج مخرج الفض والتقدیر اھ کما انبانا بہ فی الجملۃ مرویاتہ شیخنا العلامۃ زین الحرم السید احمد بن زین بن دحلان المکی عن الشیخ عثمان بن حسن الدمیاطی عن مؤلفہ الشیخ الامیر المالکی فاقول لیس بالعجب منہ انبانا السید حسین بن صالح جمل اللیل المکی عن الشیخ محمد عابد السندی المدنی بسندہ المشہور الی صحیح مسلم بسندہ المعلوم الی ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالےٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان اللہ عز وجل یقول یوم القیٰمۃ یا ابن ادم مرضتُ فلم تعدنی الحدیث وفیہ یا ابنَ ادم استطعمتُک فلم تطعمنی۔ قال یارب! کیف اطعمک وانت رب العٰلمین قال اما علمت انہ استطعمک عبدی فلان فلم تطعمہ اما علمت انک لو اطعمتہ لوجدت ذلک عندی۔ یا ابن ادم!

استسقیتک فلم تسقنی الحدیث المعروف **ثم اقول** تحقیق مقام یہ ہے کہ عمل بموضوع وعمل بمافی موضوع میں زمین وآسمان کا فرق ہے کما یظہر مما قدمناہ فی الافادۃ الحادیۃ والعشرین ثانی مطلقاً ممنوع نہیں۔ ورنہ ایجاب وتحریم کی باگ مفتریانِ بیباک کے ہاتھ ہوجائے۔ لاکھوں افعال مباحہ جن کے خصوص میں نصوص نہیں۔ وضاعین اون میں سے جس کی ترغیب میں حدیث وضع کردیں۔ حرام ہوجائے جس سے ترہیب میں گھڑلیں۔ وہ واجب ہوجائے۔ کہ تقدیر اوّل پر فعل ثانی پر ترک مستلزم موافقت موضوع ہوگا۔ اور وہ ممنوع لطف یہ کہ اگر ترغیب وترہیب دونوں میں بنادیں۔ تو فعل ترک دونوں کی جان پر بنادیں۔ نہ کرتے بن پڑے۔ نہ چھوڑتے فاعلم وافھم ان کنت تفھم اور اوّل میں بھی حقیقۃ محذور نفس فعل میں نہیں۔ بلکہ نظر اشتمال واعتقاد ثبوت میں تو فرض وضع اس نظر سے منع ہے نہ اصل فعل سے یسفہائے وہابیہ ہمیشہ ذات وعارض میں فرق نہیں کرتے۔ ع ما علی مثلھم یعد الخطاء

(افادہ بست وہم)۔ بالفرض کچھ نہ سہی۔ تو اقل درجہ اس فعل کو اعمالِ مشائخ سے ایک عمل سمجھئے۔ کہ بغرضِ روشنائی بصر معمول ایسی جگہ ثبوت حدیث کی کیا ضرورت۔ صیغۂ اعمال میں تصرف واستخراجِ مشائخ کو ہمیشہ گنجائش ہے۔ ہزاروں عمل اولیائے کرام بتاتے ہیں کہ باعثِ نفع بندگانِ خدا ہوتے ہیں۔ کوئی ذی عقل حدیث سے اون کی سند خاص نہیں مانگتا۔ کتب ائمہ وعلماء ومشائخ واساتذہ شاہ ولی اللہ وشاہ عبد العزیز اور خود ان بزرگواروں کی تصانیف ایسی صدہا باتوں سے مالامال ہیں۔ اونہیں کیوں نہیں بدعت وممنوع کہتے ہیں۔ خود شاہ ولی اللہ ہوامع میں لکھتے ہیں[1]۔ اجتہاد را در اختراع اعمال نصر لیغیہ راہ کشادہ است مانند استخراج اطبا نسخہائے قرابادین را این فقیر را معلوم شدہ است۔ کہ در وقت اول طلوع صبح صادق تا اسفار مقابلِ صبح نشستن و چشم راباں نور دوختن یا نور را نگر گفتن تا ہزار بار کیفیت ملکیہ را قوت میدہد واحادیث نفس را می نشاند آہ ملخصاً۔ اوسی میں ہے[2] چند نوع کرامت از ہیچ ولی الا ماشاء اللہ منفک نمے شود۔ از انجملہ فراست صادقہ وکشف واشراف برخواطر وانا نجلہ ظہور تاثیر در دعا در رقے

فائدہ (۲۹۵) اعمال مشائخ محتاج سند نہیں۔ اعمال میں تصرف واستخراج مشائخ کو ہمیشہ گنجائش رہی ہے

[1] ہامعہ عاشرہ از ہوامع مقدمہ ۱۲ منہ [2] ہامعہ خامسہ تحت قول شیخ رضی اللہ تعالےٰ عنہ و ھب لنا من لدنک ریحًا طیبۃ الخ ۱۲ منہ

واعمالِ تصرفیہ او تا عالم بفیضِ نفس او منتفع شود آہ ملتقطاً۔ عزیزو خدارا انصاف ذرا شاہ ولی اللہ کے قولِ الجمیل دیکھو۔ اور اون کے والد و مشائخ وغیرہم کے اختراعی اعمال تماشا کرو۔ دردِ سر کے لئے تختہ پر ریتا بچھانا۔ کیل سے ابجد ہوز لکھنا۔ چیچک کو نیلے سوت کا گنڈا بنانا۔ پھونک پھونک کر گرہیں لگانا۔ اسمائے اصحابِ کہف سے استعانت کرنا اونہیں آگ لوٹ چوری سے امان سمجھنا۔ دیواروں پر اون کے لکھنے کو آدمِ جن کی بندش جاننا۔ دفعِ جن کو چار کیلیں گو شہائے مکان میں گاڑنا۔ عقیمہ کے لئے گلاب و زعفران سے ہرن کی کھال لکھنا۔ یہ کھال اوس کے گلے کا ہار کرنا۔ استقاطِ حمل کو کسم کا رنگا گنڈا نکالنا عورت کے قد سے ناپنا۔ گن کر نَو گرہیں لگانا۔ دردِ زہ کو آیاتِ قرآنی لکھ کر عورت کی بائیں ران میں باندھنا۔ فرزندِ نرینہ کے لئے ہرن کی کھال، اور وہی گلاب و زعفران کا خیال۔ بچہ کی زندگی کو اجوائین اور کالی مرچیں لینا۔ اون پر ٹھیک دوپہر کو قرآن پڑھنا۔ لڑکا نہ ہونے کو عورت کے پیٹ پر دائرے کھینچنا۔ ستر سے کم شمار نہ ہونا۔ دفعِ نظر کو چھری سے دائرہ کھینچنا۔ کنڈل کے اندر چھری رکھنا۔ عاین و ساحر کا نام لے کر بکارنا۔ ناپ کر تین گز ڈورا لینا۔ اوس پر شہرت بہت کیا کیا الفاظ غیر معلوم المعنی پڑھنا قنطاع النجا خدا جانے کون ہے۔ اوسے ندا کرنا۔ چور کی پہچان کا عمل نکالنا۔ یٰسٓ پڑھ کر لوٹا گھمانا۔ بخار کو عیسیٰ و موسیٰ و محمد صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی قسمیں دینا۔ مصروع کو تانبے کی تختی پر دو اسم کھدوانا پھر تعیین یہ کہ دن بھی خاص اتوار کا ہو۔ اوس کی بھی پہلی ہی ساعت میں کار ہو۔ اوس کے سوا صدہا باتیں ان میں کونسی حدیث صحیح یا حسن یا ضعیف ہے۔ آئیے قرونِ ثلاثہ میں کب تھیں۔ اور جب کچھ نہیں۔ تو بدعت کیوں نہ ٹھیریں۔ شاہ صاحب اور اون کے والد ماجد و فرزندِ ارجمند و اساتذہ و مشائخ معاذ اللہ بدعتی کیوں نہ قرار پائے۔ یہ سب تو بے سند حلال و نفائس اعمال مگر اذان میں حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کا نام پاک سنکر انگوٹھے چومنا آنکھوں سے لگانا۔ اُس سے روشنیٔ بصر کی امید رکھنا کہ اکابرِ سلف سے ماثور۔ علماء و صلحاء کا دستور کُتبِ فقہ میں مسطور۔ یہ معاذ اللہ حرام و وبال و موجبِ ضلال۔ تو کیا بات۔ یہاں نامِ پاک حضور سید المحبوبین صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم درمیان ہے۔ لہٰذا وہ دلوں کی دبی آگ کو بحیلۂ بدعت شعلہ فشاں ہی ہے ؎

بہر رنگے کہ خواہی جامہ مے پوش من اندازِ قدت را مے شناسم

یہ سب درکنار۔ شاہ صاحب اور اُن کے اسلاف واخلاف۔ یہاں تک کہ میاں اسمٰعیل دہلوی تک نے امر اعظم دین تقرب رب العالمین یعنی راہ سلوک میں صدہا نئی باتیں نکالیں طرح طرح کے ایجاد و اختراع کی طرحیں ڈالیں۔ اور آپ ہی صاف صاف تصریحیں کیں۔ کہ اُن کا پتہ سلف صالح میں نہیں۔ خاص ایجادِ بندہ ہیں۔ مگر نیک و خوب و خوش آئندہ ہیں۔ محدثات کو ذریعۂ وصول الی اللہ جانا۔ باعثِ ثواب و تقرب رب الارباب مانا۔ اسپر حضرات کو نہ کل بدعۃ ضلالۃ کا کلیہ یاد آتا ہے۔ نہ من احدث فی امرنا ما لیس منہ یہاں فھو رد کا خلعت پاتا ہے۔ مگر شریعت اپنے گھر کی ٹھیری کہ ع من کنم آنچہ من خواستم۔ تو مکن آنچہ خواستی ۔ ان امور کی قدرے تفصیل اور ان صاحبوں کی تصریحات جلیل فقیر کے رسالہ انہار الانوار من یم صلٰوۃ الاسرار[۱۳۰۵] میں مذکور اور عدم ورود کو ورود عدم جاننے کا قلع کافی و قمع وافی کتاب مستطاب اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد و کتاب لاجواب اذاقۃ الآثام لمانعی عمل المولد والقیام وغیرہما تصنیفاتِ شریفہ و تالیفاتِ منیفہ اعلیٰ حضرت تاج المحققین الکرام سراج المدققین الاعلام حامی السنن السنیہ ماحی الفتن الدنیہ بقیۃ السلف المصلحین حجۃ الخلف المفلحین سیدی و والدی و مولای و مقصدی حضرت مولانا مولوی محمد نقی علی خاں صاحب قادری برکاتی احمدی رضی اللہ تعالےٰ عنہ واجزل قربہ منہ اور بقدر حاجت باجمال و وجازت رسالہ اقامۃ القیامۃ علی طاعن القیام لنبی تہامہ وغیرہا رسائل و مسائل و مسائل فقیر میں مسطور والحمد للہ العزیز الغفور والصلوٰۃ والسلام علی منیر النور وعلی آلہ وصحبہ الی یوم النشور امین (افادہ بستم) اقول۔ ہمیں تو اس عمل تقبیل ابہامین کا جواز و استحباب ہی ثابت کرنا تھا کہ بعونہٖ عزوجل باحسن وجوہ نقش مراد کرسی نشین اور عرشِ تحقیق مستقر و تمکین ہوا وللہ الحمد علٰی ما اولٰی من نعم لاتحصٰی۔ مگر حضرات وہابیہ اپنے نئے اماموں کی خبرلیں۔ اون کے طور پر یہ فعل جائز کہاں کا مستحب کیسا۔ خاص سنتِ سنیہ بلند وبالا ہے۔ اور اوسکا منکر سنتِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا رد کرنیوالا بات بظاہر بہت چونکنے کی ہے۔ کہ کہاں وہابی کہاں یہ انکی مذہب بھرکی خرابی مگر نہ جانا کہ توہب و اضطراب و تقلب و انقلاب دونوں ایک پستان سے دودھ پیے ہیں۔

(۱) [illegible] ... تقبیل ابہامین خاص سنت ہے۔

رفاقتِ دائم کا عہد کئے ہیں ۔ ع گر براند نرود ور برود باز آید ۔ ناگزیر است تناقض سخن نجدی را +
طائفہ جدیدہ کے اوستاد رشید نے اپنی کتاب عجاب براہین قاطعہ ما امر اللہ بہ ان یوصل میں مسئلہ
قبول ضعاف فیما دون الاحکام کے آگو چہ بجمال سلیم القلبی و بصیر العینی وہ عجیب و غریب
معنے تراشے کہ جدت کی لہریں حدث کے تماشے ایک ایک ادا پر ہزار ہزار مکابرے ۔ اپنی
جانیں واریں عقل و ہوش چشم و گوش اپنے عدم ملکہ کو صدقے اُتاریں ۔ خادمانِ شریعت
چاکرانِ ملت ما لم تسمعوا انتم ولا اٰباؤکم پکاریں ۔ حضرت کی تمام سعی باطل تطویل
لاطائل کا یہ حاصل بے حاصل کہ ارشادات[ف۱] علماء کی یہ مراد کہ صرف[۱] وہ حدیث ضعیف قابلِ
قبول جس میں کسی عملِ صالح کی فضیلت اور اوس پر ثواب مذکور اگرچہ خاص اوس عمل میں حدیث
صحیح نہ آئی ہو ۔ جیسے روزہ ماہِ رجب وغیرہ ۔ اس کے بغیر اگرچہ حدیث[۲] میں عمل کی طلب نکلے ۔
جب کوئی خاص ثواب و فضیلت مذکور نہ ہو ۔ مقبول نہیں ۔ کہ یہ تو حدیث[۳] عمل کی ہوگی ۔ نہ فضائل
عمل کی ۔ پھر بشرطِ[ف۲] مذکور حدیث اگرچہ مقبول ہوگی ۔ مگر وہ عمل[۴] با وصفِ قبول حدیث و تسلیم
فضیلت مستحب ہرگز نہ ٹھیرے گا ۔ جب تک حدیث حسن لغیرہٖ نہ ہو جائے ۔ حدیث[۵] ضعیف
سے ثبوتِ استحباب محض اختراع و خلافِ اجماع ہے ۔ علماء نے جتنے[۶] اعمال کو بہ لحاظ ورود
احادیث مستحب مانا اون سب میں حدیث حسن لغیرہ ہو گئی ہے ۔ دلیل[۷] یہ کہ احادیث ادعیہ وضو
کو علامہ طحطاوی نے کہہ دیا کہ حسن لغیرہ ہیں ۔ بس معلوم ہو گیا ۔ کہ سب جگہ ایسے ہی ہیں ۔ آخر دیگ میں

ف۱ اقوال قبول ضعیف کہاں[۸] ۔ سب کا یہی مدعا ہے کہ فضائلِ اعمال میں ضعیف پر عمل درست ہے ۔ بھلا
لیلۃ الجمعہ شب برات عیدین کے صدقہ میں کونسی فضیلت و ثواب عظیم مذکور ہے جس پر عمل جائز ہو ۔ روایات میں کوئی ثواب
مذکور نہیں ۔ فقط روح کا آنا اور حسرتناک بات کرنا اور طلب صدقہ کرنا ہے ۔ یہ فضائلِ اعمال کس طرح ہوئے ۔ ہاں اعلام اون کے آنے کا ہے
یہ باب[۹] علم کا ہے نہ فضلِ عمل کا ۔ کیونکہ ان روایات میں عمل ہی نہیں بلکہ علم[۱۰] ہے ۔ اور اگر کوئی بپاسِ خاطر مؤلف عمل تسلیم بھی کرے
تو فقط عمل ہے نہ فضل عمل ۔ ہاں حدیث[۱۱] صوم رجب و صلوٰۃ الاوابین میں فضل عمل ہے اھ ملتقطاً منہ سلمہ

ف۲ انوار ساطعہ میں لکھا فقہا اوس عمل کو جو حدیث ضعیف سے ثابت ہو مستحسن لکھتے ہیں چنانچہ صلوٰۃ الاوابین گردان کاسح رجب کا
روزہ اسپر کہا ۔ یہ سرتا پا غلط ہے کسی نے یہ نہ کہا محض ایجاد ثواب ہے مستحب کا ثبوت صحیح یا حسن سے ہوتا ہی
ضعاف کہ ان ابواب میں ہیں تعدد طرق سے حسن لغیرہ ہو گئے ہیں ۔ قال الدر المختار رواہ ابن حبان وغیرہ من طرق فی رد المختار
فارتقی الی الحسن ط اقول لکن ہذا اذا کان ضعفہ لسوء ضبط او ارسال او تدلیس او جہالۃ حال اما لو لفسق او کذب فلا انتہی
پس جسقدر نظائر مؤلف نے لکھے اور جسقدر کتب فقہ میں ہیں سب حسن لغیرہ سے ثابت ہوئے ہیں ۱۲ ملخصاً منہ سلمہ

ایک ہی چاول دیکھتے ہیں - یہ تو لون کا حکم تھا - جو حدیثیں افعال متعلقہ بجوارح میں آئیں - اور جو کچھ متعلق بجوارح نہیں - وہ اگرچہ بشیر ہوں - خواہ مواعظ - خواہ معجزات - خواہ فضائل صحابہ و اہلبیت و سائر رجال جن میں قبول ضعاف کے علما کے برابر تصریحیں فرماتے آئے ہیں - خواہ خواہ کسی اور خبر زائد کا بیان جس میں کسی طرح کا اعلام و اخبار ہو - اگرچہ وہ نفیاً و اثباتاً عقاید میں اصلاً داخل نہ ہو - یہ سب کا سب باب عقاید سے ہے - جس میں ضعاف در کنار - بخاری و مسلم کی صحیح حدیثیں بھی مردود ہیں - جب تک متواتر و قطعی الدلالۃ نہ ہوں - مثلاً یہ حدیث کہ روحیں شب جمعہ اپنے مکانوں پر آتی اور صدقات چاہتی ہیں - بابِ عقاید سے ہے - اور بنظرِ طلب صدقہ اگر ہو - تو بابِ عمل سے - نہ یہاں کوئی فضیلتِ صدقہ تو مذکور نہ ہوئی - خلاصہ یہ کہ جو متعلق بجوارح نہیں - اوس میں صحاح احاد بھی بے اعتبار - اور متعلق بجوارح بے ذکرِ ثواب مخصوص میں خاص صحاح درکار ہاں ثواب بھی مذکور ہو - تو ضعاف مقبول - اور یہی مراد علما - مگر مستحب نہ ٹھیرے گا جب تک حسن لغیرہٖ نہ ہو - شروع صفحہ ۸۱ سے وسط صفحہ ۸۹ تک ان محدث محدث نے یہی قاعدہ حادثہ احداث کیا ہے - ان خرافات بے سر و پا کے ابطال میں کیا وقت ضائع کیجیے جس نے افادات سابقہ میں ہمارے کلمات رائقہ دیکھے - وہ اس تار و پود عنکبوت کو بعونہٖ تعالیٰ نیم جنبش نظر میں تار تار کر سکتا ہے - معہذا ہم نے یہاں بھی تلخیص تقریر میں اوس کے اجمالی ابطال کی طرف اشارے کئے - اور مواقع مواخذات پر ہندسے لگا دیئے - خیر یہ تو اُن کا نہیں اُن کی سمجھ کا قصور ہے - جب خدا فہم نہ دے بندہ مجبور ہے - مگر ہمیں یہاں یہ کہنا ہے - کہ تقبیل ابہامین کی سنیت ثابت ہو گئی - کہ اگر بنظرِ تعددِ طرق اوس کی حدیث کو حسن لغیرہٖ کہئے - فبہا ورنہ یہ تو آپ کی تفسیر پر بھی بابِ فضائل سے ہے - کہ متعلق بعمل جوارح بھی ہے - اور اسمیں ثوابِ خاص بھی مذکور - تو احادیث مفید استحباب نہ سہی - جواز تو ضرور ثابت کرینگے - قبولِ ضعاف فی الفضائل کا اجماعی مسئلہ یہاں تو آپ کو بھی جاری ماننا ہوگا - اب اس جواز کو

لـه شب جمعہ وغیرہ ارواح کے آنے اور صدقہ چاہنے کی احادیث کو کہا - ان روایات میں عمل ہی نہیں - بلکہ علم ہے عقیدہ کے باب میں یہ حدیث ہے - یہ مسئلہ عقائد کا ہے - اس میں مشہور و متواتر صحاح کی حاجت ہے - یہ اعتقادیات میں داخل ہے - کہ ارواح کا شب جمعہ کو گھر آنا اعتقاد کرے - اور اعتقاد میں قطعیات کا اعتبار ہے - نہ ظنیات صحاح کا ۱۲ اھ بالالتقاط ۱۲ منہ سلمہ ربہ

خواہ اِس حدیث سے مستفاد مانئے۔ کہ جو حدیث جس باب میں مقبول لاجرم وہ اس میں دلیل شرعی ہے۔ خواہ اجماعِ علماء سے۔ کہ ایسی جگہ ایسی حدیث معمول بہ خواہ قرآن عظیم و حدیث صحیح کیف و تذمیل و حدیث صحیح اتقوا مواضع الشبہات و احادیث مذکورہ افادہ ۱۸ وغیرہا سے کہ قبول و عمل کی طرف ہدایت فرماتے ہیں۔ خواہ قاعدہ مسلمہ شریعتِ محمدیہ علی صاحبہا افضل الصلوٰۃ والتحیۃ یعنے اخذ بالاحتیاط سے ہر طرح ایک دلیل شرعی اوس پر قائم۔ اور آپ کے نزدیک جس فعل کے جواز پر کوئی دلیل شرع صراحۃً دلالۃً کسی طرح دال ہو۔ اگرچہ وہ فعل خاص بلکہ اوس کی جنس کا بھی کوئی فعل قرونِ ثلاثہ میں نہ پایا گیا ہو۔ سب سُنّت ہے۔ تو اب اوس کی سُنّیت میں کیا کلام رہا۔ اسی براہین کے صفحہ ۲۸ و ۲۹ پر ارشاد ہوتا ہے۔ مؤلف اپنی خوب بے فہم سے معنی قرون ثلاثہ میں نہ موجود ہونے کی یہ سمجھ رہا ہے۔ کہ اگر جزئی خاص نے اون قرون میں وجود خارجی نہ پایا۔ اگرچہ دلیل جواز کی موجود ہو۔ تو وہ بدعتِ سیئہ ہے۔ مگر یہ بالکل غلط فاحش۔ اور کور علمی اور کج فہمی ہے۔ بلکہ معنے یہ ہیں۔ کہ جو شے بوجود شرعی قرون ثلٰثہ میں موجود ہو۔ وہ سُنّت ہے۔ اور جو بوجود شرعی موجود نہ ہو۔ وہ بدعت ہے۔ وجود شرعی اوس کو کہتے ہیں۔ کہ بدوں شارع کے بتلانے کے معلوم نہ ہو سکے۔ پس اوس شئے کا وجود شارع کے ارشاد پر موقوف ہوا۔ خواہ صراحۃً ارشاد ہو۔ یا اشارۃً و دلالۃً۔ جب کسی نوع ارشاد سے حکم جواز کا ہو گیا۔ وہ شئے وجود شرعی میں آگئی۔ اگرچہ اوس کی جنس بھی خارج میں نہ آئی ہو۔ پس جس کے جواز کا حکم کلیۃً ہو گیا۔ وہ جمیع جزئیات شرع میں موجود ہو گیا۔ اور جس کے عدم جواز کا حکم ہو گیا۔ تو شرع میں اوس کا عدم ثابت ہو گیا۔ پس یہ حاصل ہوا۔ کہ جس کے جواز کی دلیل قرون ثلٰثہ میں ہو۔ خواہ وہ جزئیہ بوجود خارجی اون قرون میں ہوا۔ یا نہ ہوا۔ اور خواہ اوس کی جنس کا وجود خارج میں ہوا ہو۔ یا نہ ہوا ہو۔ وہ سب سُنّت ہے۔ اور وہ بوجود شرعی اون قرون میں موجود ہے۔ اور جس کے جواز کی دلیل نہیں۔ تو خواہ وہ اون قرون میں بوجود خارجی ہوا۔ یا نہ ہوا۔ وہ سب بدعت ضلالہ ہے۔ اس قاعدہ کو خوب سمجھ لینا ضرور ہے۔ مؤلف اور اوس کے اشیاع نے اوس کی ہوا بھی نہ سونگھی۔ اس عاجز کو اپنے اساتذہ جہاندیدہ کی توجہ سے حاصل ہوا ہے۔ اس جوہر کو اس کتاب میں ضرورۃً رکھتا ہوں۔ کہ موافقین کو نفع۔ اور مخالفین کو شاید ہدایت ہو۔ الخ ملخصاً۔ **اقول**۔ ماشاء اللہ کیا چمکتا جوہر کتاب میں رکھا ہے۔ کہ آدھی وہابیت کے اپنے جوہر گر گئے۔ نجدیت بیچاری کے دو رگن ہیں شرک و

بدعت رکن پسین پر قیامت گذر گئی۔ کبرائے طائفہ کی برسوں کی مالا جسے جپتی بیتی جس کا لقب بحمد اللہ اب آپ ہی کی زبان سے غلط و فاحش و کور علمی و کج فہمی کہ فلاں فعل صحابہ نے نہ کیا۔ تابعین نے نہ کیا۔ فلاں صدی میں شائع ہوا۔ فلاں شخص بانی تھا۔ تم کیا صحابہ و تابعین سے بھی محبت و تعظیم میں زیادہ۔ کہ اُنہوں نے نہ کیا۔ تم کرنے پر آمادہ بہتر ہوتا تو وہی کر گذرتے۔ فعل میں اتباع ہے۔ ترک میں کیوں نہیں کرتے۔ نیم شوخی میں ساری بکھر گئی۔ صحابہ تابعین نے ہزار نہ کیا ہو۔ بلکہ اوس جنس کا بھی کوئی کار نہ کیا ہو۔ کچھ ضرر نہیں۔ اشارۃً دلالۃً جزئیۃً کلیۃً کسی طرح ارشاد شارع سے جواز نکلے۔ پھر سُنّت ماننے سے مفر نہیں ہے

طائفہ بھر کے خلاف آپ سبق کہتے ہیں ۔۔۔ بلکہ الحمد اسے ہیبتِ حق کہتے ہیں

طرفہ یہ کہ اب قرون ثلثہ کی وہ ہٹ نئی طائفہ کی پرانی رٹ جسے یہاں بھی نباہ رہی ہو۔ مہمل رہ گئی۔ لفظ کا سوار پکڑا کیجے معنی کی نیا اوس پار بہہ گئی۔ جب اون میں وجود سے سود نہ عدم سے زیان پھر اون کا قدم کیا درمیان۔ خود کہتے ہو۔ کہ وجود خارجی درکار نہیں۔ اور وجود شرعی بے ارشاد شارع محال تو کیا صحابہ تابعین پر کوئی نئی شریعت اُترے گی۔ کہ اون کے قرون میں وجود نوکا خیال ارشاد شارع سے جس کا جواز مستفاد وہ ہر قرن میں بوجود شرعی موجود۔ اور جس کا منع مقتضائے ارشاد وہ ہر قرن میں شرع مطہر سے معدوم و مفقود۔ پھر قرن و دون قرن سے کیا کام رہا محض ارشاد اقدس میں کلام رہا۔ یعنی فعل کبھی حادث ہوا ہو قواعد شرعیہ پر عرض کرینگے۔ اباحت سے وجوب یا ترک اولی سے حرمت تک جس اصل میں داخل ہو۔ وہی فرض کرینگے۔ یہی خاص مذہب مہذب ارباب حق ہے۔ صاف نہ کہدو۔ شرم نباہنے کو اگلے رٹ کا ناحق سبق ہے۔ تم سمجھنا کہ اب تو کہنی تھی۔ کہہ گئے۔ ہم جا ملینگے۔ تم جنم کے ایسے ہی تھے۔ چلو ہے

نہ ہم سمجھے نہ تم آئے کہیں سے ۔۔۔ پسینہ پونچھئے اپنی جبیں سے

طرفہ تر یہ کہ جس کا جواز دلیل شرع میں موجود۔ وہ سب سُنّت جس کا معدوم وہ سب بدعت ضلالت اب تیسری شق کی کونسی صورت۔ تمام افعال انہیں دو حکموں میں محصور ہو گئے۔ خصوصًا اباحت و استحباب و کراہت[ف۱] تنزیہ تین حکم شرع تو کافور ہو گئے۔ اساتذہ جہابذہ نے سوجھائی تو اچھی کہ

ف مولوی گنگوہی نے قرون ثلثہ کی تخصیص باطل کی * مولوی گنگوہی نے اباحت و استحباب و کراہت تنزیہ تینوں احکام شرعیہ باطل کر دیے ۱۲

ف۱ ظاہر ہے کہ ضلالت کا ادنےٰ درجہ کراہت تحریم ہے مکروہ تنزیہی ہرگز ضلالت نہیں۔ دلیل واضح یہ کہ ہر ضلالت میں باس ہے۔ اور مکروہ تنزیہی لا باس بہ ۱۲ منہ سلمہ دستبر د

کہ دُونی اُلجھ گئے۔ سلجھائی اچھی۔ اسی ہستی پر یہ ناز و غرور کہ لوگ تو اس کی ہوا سے دُور۔ حضرت یہ اپنی ہوا خود آپ ہی سُونگھیں۔ اہلِ حق کو معاف رکھیں۔ اچھی تعلیم بھلے تلامذہ زہے ملقنین خہے اساتذہ [۱] گر ہمیں مکتب وہمیں مُلا۔ کار طفلاں تمام خواہد شد۔ خیر یہ تو وہابیہ جدیدہ کا نامعتقد عقیدہ۔ کہ تقبیل ابہامین سنتِ مجیدہ پرانوں کی سُنیئے۔ تو اور ہی ہوا ہے کہ یہ فعل معاذ اللہ زنا و ربا و قذف محصنہ و قتل ناحق نفس مومنہ سب سے بدتر۔ بلکہ عیاذاً باللہ شرک کے انداز اصل ایمان میں خلل انداز۔ کہ آخر باجماع طائفہ بدعت حائفہ اور تقویت الایمان کا یہ عقیدہ زائفہ شرک و بدعت سے بہت بچے۔ کہ یہ دونوں چیزیں اصل ایمان میں خلل ڈالتی ہیں۔ اور باقی گناہ ان سے نیچے ہیں۔ کہ وہ ایمان میں خلل ڈالتے ہیں۔ آب خدا جانے اُنہوں نے سُنّت کو کُفر سے ملایا۔ یا انہوں نے قریب بہ کُفر کو سُنّت بنایا۔ خیر طویلہ کے لیتاڑ میں ہمیں کیا مقال۔ کفی اللّٰہ اہل الحق القتال والحمد للّٰہ المھیمن المتعال والصّلٰوۃ والسّلام علیٰ ذی الافضال وآلہ وصحبہ خیر صحب وآل امین ۔ حکم اخیر و خلاصہ تحریر ۔ بالجملہ حق اس میں اس قدر کہ فعلِ مذکور بحکمِ احادیث بتصریحِ کُتُب فقہیہ مستحب و مندوب و امید گاہِ فضل مطلوب و ثواب مرغوب۔ جو کتب علماء و عمل قدما و ترغیب وارد پر نظر رکھ کر اوسے عمل میں لائے۔ اوس پر ہرگز کچھ مواخذہ نہیں۔ بلکہ ثواب مرضی کی امید اور حسنِ ظن و صدقِ نیت باعثِ فضل جاوید اور جو اوسے مکروہ و ممنوع و بدعت بتائے مبطل و خاطی۔ علمائے کرام مقتدایان عام جب کسی منکر کو دیکھیں اوس کے سامنے ضرور ہی کریں۔ کہ بدمذہب کا رد اور اوس کے دل پر غیظ اشد ہو۔ جس طرح ائمہ کرام نے فرمایا۔ کہ وضو نہر سے افضل مگر معتزلی منکر[۱]۔ حوض کے سامنے حوض سے بہتر کما بینہ المولی المحقق فی فتح القدیر وغیرھا فی غیرہ[۲]۔ جب ترک افضل اس نیت سے افضل۔ تو مستحب مندوب تو آپ ہی افضل والحمد للّٰہ ولی الانعام وافضل الصّلٰوۃ واکمل السّلام علی سیّد الختام قمر التمام وآلہ وصحبہ الغر الکرام امین ۔

---

[۱] یہ لفظ یہاں عجیب لطیف واقع ہوا کہ معتزلہ حوض سے وضو نا جائز بتاتے ہیں۔ یہاں یہی معنی مراد اور وہ اشقیا حوض کوثر کے بھی منکر ہیں ۱۲ منہ سلمہ ربہ [۲] کالدر و حواشیہ و آخرین کلھم فی المیاہ ۱۲ منہ سلمہ ربہ ۔

خاتمہ - فوائد منثورہ میں - ایہا المسلمون! اس مسئلہ کا سوال فقیر کے پاس بلادِ نزدیک و دُور سے بار بار آیا - ہر دفعہ بمقتضائے حال کبھی مختصر - کبھی کچھ مطول - کبھی دو ایک صفحہ - کبھی دو چار ہی سطر جواب لکھتا رہا - بارِ آخر قدرے زیادہ تفصیل کی کہ ایک جُز تک پہنچکر صُورتِ رسالہ میں جلوہ گر ہوئی - سائل نے علمائے اعلام بدایوں و بریلی و رامپور وقیین عن الشرور ولقیین بالسرور سے مُہریں کرائیں - تصدیقیں لکھائیں اصل رسالہ منیر العین اوسی قدر تھا - اب کہ بفرمائش سید معظم مولانا مولوی غلام حسین صاحب جوناگڑھی نزیل بمبئی حفظہ اللہ عن شر کل بشر و دنی واہتمام تمام مولانا المکرم **مولوی محمد عمر الدین صاحب ہزاروی** - جعلہ اللہ کاسمہ عمر الدین وعمر بہ عمران الدین المتین وعلو ہمت سیٹھ **حاجی محمد بن حاجی محمد عبد اللطیف** لطف بہما المولی اللطیف ماہ مبارک اشرف وافضل شہر ربیع الاول ۱۳۱۳ھ میں چھپنا آغاز ہوا - سرکارِ مفیض سے مضامینِ کثیرہ کا القا و افاضہ دلنواز ہوا - اور اودھر کاپی کی تیاری اِدھر تصنیف جاری - جو جُز لکھا - روانہ کیا - یہاں تک کہ ایک جُز کا رسالہ دس جز تک پہنچا - الحمد للہ من جاء بالحسنۃ فلہ عشر امثالہا جس میں سے رسالہ عربیہ مدارج طبقات الحدیث جدا کر لیا - اودھر یہ تعجیل ادھر ورود فتاوے سے فرصت قلیل نظرِ ثانی کی بھی فرصت نہ ملی - بعض فوائد حاضرہ کی تحریر رہ گئی - بعض نے نظریا خاطر میں وقعت غابر میں تجلّی کی - ہنوز کہ سیارۂ طبع بذریعۂ حرکت بمعنی القطع مبدء کا تارک منتہی کا طالب ہے - نہ الحاق باقی - مواقع ماضیہ سے متیسر نہ اوس کا ترک ہی مناسب ہے - اور ائمہ تصنیف کا داب شریف کہ آخرِ کتاب میں کچھ مسائل تازہ کچھ متعلق بابواب سابقہ تحریر - اور انہیں مسائل شتّی یا مسائل منثورہ سے تعبیر فرماتے ہیں - لہٰذا اقتفائے بہم یہ فوائد منثورہ بعونہ تعالےٰ سلک تحریر میں انتظام پاتے ہیں + **فائدہ ۱ - نفیسہ جلیلہ** - فضیلت و افضلیت میں زمین آسمان کا فرق ہے - وہ اسی باب سے ہے جس میں ضعاف بالاتفاق قابل قبول اور یہاں بالاجماع مردود و نامقبول **اقول** - جس نے قبول ضعاف فی الفضائل کا منشار کہ افاداتِ سابقہ میں روشن بیانوں سے گذرا - ذہن نشین کر لیا ہے - وہ اس فرق کو بنگاہِ اولین سمجھ سکتا ہے - قبول ضعاف صرف محل نفع بے ضرر میں ہے - جہاں اون کے ماننے سے کسی تحلیل یا تحریم یا اضاعت حق

فائدہ ۱ نفیسہ جلیلہ فضیلت و افضلیت میں فرق ہے
دربارۂ افضلیت حدیث ضعیف ہرگز مقبول نہیں +

غیر غرض مخالفت شرع کا بوجہ من الوجوہ اندیشہ نہ ہو۔ فضائل رجال مثل فضائل اعمال ایسے ہی ہیں جن بندگان خدا کا فضل تفصیلی خواہ صرف اجمالی دلائل صحیحہ سے ثابت ہے اون کی کوئی منقبت خاصہ جسے صحاح و ثوابت سے معارضت نہو۔ اگر حدیث ضعیف میں آئے۔ اوس کا قبول۔ تو آپ ہی ظاہر کہ ان کا فضل تو خود صحاح سے ثابت۔ ضعیف اوسے مانے ہی ہوئے مسئلہ میں تو فائدہ زائدہ عطا کرے گی۔ اور اگر تنہا ضعیف ہی فضل میں آئے۔ اور کسی صحیح کی مخالفت نہ ہو۔ وہ بھی مقبول ہوگی۔ کہ صحاح میں تائید نہ سہی۔ خلاف بھی تو نہیں۔ بخلاف افضلیت کہ اس کے معنے ایک کو دوسرے سے عند اللہ بہتر و افضل ماننا۔ یہ جب ہی جائز ہوگا۔ کہ ہمیں خدا و رسول جل جلالہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے ارشاد سے خوب ثابت و محقق ہو جائے۔ ورنہ بے ثبوت حکم لگا دینے میں متحمل کہ عند اللہ امر بالعکس ہو۔ تو افضل کو مفضول بنایا۔ یہ صریح تنقیص شان ہے۔ اور وہ حرام تو مفسدہ تحلیل حرام و تضییع حق غیر دونوں درپیش کہ افضل کہنا اوس کا تھا دیا اسکو۔ یہ اوس صورت میں تھا۔ کہ دلائل شرعیہ سے ایک کی افضلیت معلوم نہ ہو۔ پھر وہاں کا تو کہنا ہی کیا ہے۔ جہاں عقائد حقہ میں ایک جانب کی تفضیل محقق ہو۔ اور اوس کے خلاف احادیث سقام و ضعاف سے استناد کیا جائے جس طرح آجکل کے جہال حضرات شیخین رضی اللہ تعالےٰ عنہما پر تفضیل حضرت مولیٰ علی کرم اللہ تعالےٰ وجہہ میں کرتے ہیں۔ یہ تصریح مضادت شریعت و معاندت سنت ہے۔ ولہذا ائمہ دین نے تفضیلیہ کو روافض سے شمار کیا۔ کما بیناہ فی کتابنا المبارک

مطلع القمرین[۱۲۹۷] فی ابانۃ سبقۃ العمرین

بلکہ انصافاً اگر تفضیل شیخین کے خلاف کوئی حدیث صحیح بھی آئے۔ قطعاً واجب التاویل ہے۔ اور اگر بفرض باطل صالح تاویل نہ ہو۔ واجب الرد کہ تفضیل شیخین متواتر و اجماعی ہے کما اثبتنا علیہ عرش التحقیق فی کتابنا المذکور اور متواتر و اجماع کے مقابل آحاد ہرگز نہ سنے جائینگے۔ ولہذا امام علامہ احمد قسطلانی ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں زیر حدیث عرض علی عمر بن الخطاب و علیہ قمیص یجرہ قالوا فما اولت ذلک یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) قال الدین فرماتے

ہیں - لئن سلمنا التخصیص بہ ای بالفاروق رضی اللہ تعالٰے عنہ
فھو معارض بالاحادیث الکثیرۃ البالغۃ درجۃ التواتر المعنوی
الدالۃ علیٰ افضلیۃ الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فلا تعارضھا
الاحاد ولئن سلمنا التساوی بین الدلیلین لکن اجماع اھل السنۃ
والجماعۃ علیٰ افضلیتہ وھو قطعی فلا یعارضہ ظنی بالجملہ مسئلہ افضلیت
ہرگز باب فضائل سے نہیں جس میں ضعاف سن سکیں - بلکہ مواقف وشرح مواقف میں
تو تصریح کی - کہ بابِ عقائد سے ہے - اور اس میں آحاد صحاح بھی نامسموع حیث قالا
لیست ھٰذہ المسألۃ متعلقۃ بھا عمل فیکتفی فیھا بالظن الذی
ھو کاف فی الاحکام العملیۃ بل ھی مسألۃ علمیۃ یطلب فیھا الیقین

فائدہ ۲ مہمہ عظیمہ - افادۂ ۲۳ پر نظر تازہ کیجئے - وہاں واضح ہو چکا ہے - کہ کتب سیر میں کیسے کیسے مجروحوں مطعونوں شدید الضعفوں کی روایات بھری ہیں - وہیں کلبی رافضی متہم بالکذب کی نسبت سیرت العیون الاثر کا قول گذرا - کہ اوس کی غالب روایات سیر و تواریخ میں ہیں - جنہیں علما ایسوں سے روائیت کر لیتے ہیں - وہیں سیرت انسان العیون کا ارشاد گذرا - کہ سیر موضوع کے سوا ہر قسم ضعیف وسقیم وبے سند حکایات کو جمع کرتی ہے - پھر انصافاً یہ بھی انھوں نے سیر کا منصب بتایا - جو اوسے لائق ہے - کہ موضوعات تو اصلاً کسی کام کے نہیں - او نہیں وہ بھی نہیں لے سکتے - ورنہ بنظر واقع سیر میں بہت اکاذیب واباطیل بھرے ہیں - کما لا یخفیٰ - بہر حال فرق مراتب نہ کرنا اگر جنون نہیں - تو بد مذہبی ہے - بد مذہبی نہیں - تو جنون ہے - سیر جن بالائی باتوں کے لئے ہے - اوس حد سے تجاوز نہیں کر سکتے - اوس کی روایاتِ مذکورہ کسی حیض ونفاس کے مسئلہ میں بھی سُننے کے لائق نہیں - نہ کہ معاذ اللہ ! اون واہیات ومعضلات وبے سر و پا حکایات سے صحابۂ کرام حضور سید الانام علیہ وعلیٰ آلہ وعلیہم افضل الصلوٰۃ والسلام پر طعن پیدا کرنا اعتراض نکالنا اون کی شانِ رفیع میں رخنے ڈالنا کہ اس کا ارتکاب نہ کرے گا - مگر گمراہ بد دین مخالف ومضادِ حق مبین آج کل کے بد مذہب مریض القلب منافق شعار ان خرافات سیر وخرافاتِ تواریخ وامثالہا سے حضراتِ عالیہ خلفائے راشدین وام المومنین وطلحہ وزبیر ومعاویہ وعمرو بن العاص ومغیرہ بن شعبہ

ف۔ فائدہ ۲ مہمہ عظیمہ - حضرات صحابہ میں قوادح تواریخ وسیر کی روایات قطعاً مردود ہیں ۔

وغیرہم اہلبیت وصحابہ رضی اللہ تعالٰے عنہم کے مطاعن مردودہ اوراون کے باہمی مشاجرات
میں موحش ومہمل حکایاتِ بیہودہ جن میں اکثر تو سرے سے کذب واضح اور بہت الحاقاتِ
ملعونۂ روافض چھانٹ لاتے - اوراون سے قرآن عظیم وارشاداتِ مصطفٰے صلے اللہ تعالٰی علیہ
وآلہ وسلم واجماعِ اُمت واساطین ملت کا مقابلہ چاہتے ہیں بیعلم لوگ اونہیں سُنکر پریشان
ہوتے - یا فکرِ جواب میں پڑتے ہیں - اُنکا پہلا جواب یہی ہے کہ ایسے مہملات کسی ادنٰی مسلمان
کو گنہگار ٹھیرانے کے لئے مسموع نہیں ہو سکتے - نہ کہ اون محبوبانِ خدا پر طعن جن کے مدائح تفصیلی
خواہ اجمالی سے کلام اللہ وکلام رسول اللہ مالا مال ہیں - جل جلالہٗ وصلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم - امام
حجۃ الاسلام مرشد الانام محمد محمد محمد غزالی قدس سرہ العالی احیاء العلوم شریف میں فرماتے ہیں :-
لا تجوز نسبۃ مسلم الی کبیرۃ من غیر تحقیق نعم یجوز ان یقال ان ابن ملجم قتل
علیا فان ذلک ثبت متواترا - کسی مسلمان کو کسی کبیرہ کی طرف بے تحقیق نسبت کرنا حرام ہے
ہاں یہ کہنا جائز ہے - کہ ابن ملجم شقی خارجی اشقی الآخرین نے امیر المؤمنین مولٰی علی کرم اللہ وجہہ کو شہید
کیا - کہ یہ بتواتر ثابت ہے) - حاش للہ ! اگر مؤرخین وامثالہم کی ایسی حکایاتِ ادنٰے قابلِ التفات
ہوں - تو اہلبیت وصحابہ درکنار - خود حضراتِ عالیہ انبیاء ومرسلین وملٰئکہ مقربین صلوات اللہ
تعالٰے وسلامہ علیہم اجمعین سے ہاتھ دھو بیٹھنا ہے - کہ ان مہملات مخذولہ نے حضرات سعادتنا
ومو الیناآدم صفی اللہ داؤد خلیفۃ اللہ وسلیمان نبی اللہ ویوسف رسول اللہ سے سید المرسلین
محمد حبیب اللہ صلی اللہ تعالٰے علیہ وعلیہم وسلم تک سب کے بارہ میں وہ وہ ناپاک بیہودہ
حکایاتِ موحشہ نقل کی ہیں - کہ اگر اپنے ظاہر پر تسلیم کی جائیں - تو معاذ اللہ ! اصل ایمان کو رو بیٹھنا
ہے - ان ہولناک اباطیل کے بعض تفصیل مع رد جلیل کتاب مستطاب شفا شریف قاضی
عیاض اور اوس کے شروح وغیرہا سے ظاہر لاجرم ائمہ ملت وناصحانِ اُمت نے تصریحیں فرمائیں
کہ ان جُہال وضلال کے مہملات اور سیر وتواریخ کی حکایات پر ہرگز کان نہ رکھا جائے - شفا و
شرح شفا ومواہب وشرح مواہب ومدارج شیخ محقق وغیرہا میں بالاتفاق فرمایا - جسے میں صرف
مدارج النبوت سے نقل کروں - کہ عبارت فارسی ترجمہ سے غنی اور کلمات ائمہ مذکورین کا خود
ترجمہ ہے - فرماتے ہیں - رحمہ اللہ تعالٰے - از جملہ توقیر وبر آنحضرت صلی اللہ تعالٰے علیہ وآلہ وسلم
توقیر اصحاب وبر ایشان است - وحسن ثنا ورعایت ادب بایشان ودعا واستغفار مر ایشان را
وحق است مر کسے را کہ ثنا کردہ حق تعالٰے بروے وراضی است از وے کہ ثنا کردہ شود بروے

وسبّ وطعن ایشاں اگر مخالفِ ادلّہ قطعیہ است۔ کفر است۔ والا بدعت وفسق۔ وہمچنیں امساک وکفِ نفس از ذکر اختلاف ومنازعات ووقایع کہ میانِ ایشاں شدہ وگذشتہ است واعراض واضراب از اخبار مورخین وجہلہ رواۃ وضلال شیعہ وغلاۃ ایشاں ومبتدعین کہ ذکر قوادح وزلّاتِ ایشاں کنند۔ کہ اکثرِ آں کذب وافترا است۔ وطلب کردن در آنچہ نقل کردہ شدہ است از ایشاں از مشاجرات ومحاربات احسن تاویلات واصوب مخارج وعدم ذکر ہیچ یکے از ایشاں بہ بدی وعیب بلکہ ذکرِ حسنات وفضائل وحمائد صفات ایشاں از جہت آنکہ صحبتِ ایشاں با آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم یقینی است۔ وماورائے آں ظنی است۔ وکافی است دریں باب کہ حق تعالےٰ برگزید ایشاں را برائے صحبت حبیبِ خود صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم طریقہ اہلِ سنت وجماعت دریں باب این است۔ در عقاید نوشتہ اند لا نذکر احدًا منہم الّا بخیر۔ وآیات واحادیث کہ در فضائلِ صحابہ عمومًا وخصوصًا واقع شدہ است دریں باب کافی است اھ مختصرًا امام محقق سنوسی وعلامہ تلمسانی پھر علامہ زرقانی شرحِ مواہب میں فرماتے ہیں ما نقلہ المؤرخون قلۃ حیاء وادب۔ (مورخین کی نقلیں قلتِ حیاء وادب سے ہیں)۔ امام اجل ثقہ ثبتِ حافظ متقن قدوہ یحییٰ بن سعید قطان نے کہ اجلۂ ائمہ تبع تابعین سے ہیں عبد اللہ قواریری سے پوچھا۔ کہاں جاتے ہو۔ کہا وہب بن جریر کے پاس سِیَر لکھنے کو۔ فرمایا تکتب کذبًا کثیرًا۔ بہت سا جھوٹ لکھو گے۔ ذکرہ فی المیزان[1] تفصیلِ اس مبحث کی اُن رسائلِ فقیر سے لی جائے۔ کہ مسئلہ حضرت امیر معویہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ میں تصنیف کئے۔ یہاں شاہ عبد العزیز صاحب کی ایک عبارت تحفہ اثنا عشریہ سے یاد رکھنے کی ہے۔ مطاعن افضل الصدیقین رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے طعن سوم تخلف جیش اسامہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی رد میں فرماتے ہیں۔ جملۂ لعن اللہ من تخلف عنہا ہرگز در کتب اہلسنت موجود نیست۔ قال الشہرستانی فی الملل والنحل انّ ہٰذہ الجملۃ موضوعۃ ومفتراۃ۔ بعضے فارسی نویساں کہ خود را محدثینِ اہلِ سنت شمردہ اند۔ در

---

[1] فی ترجمۃ محمد بن اسحاق حیث قال ما لہ عندی ذنب الا ما قد حشا فی السیرۃ من الاشیاء المنکرۃ المقطوعۃ والاشعار المکذوبۃ قال الفلاس سمعت یحیی القطان یقول لعبد اللہ القواریری الی این تذہب۔ قال الی وہب بن جریر یکتب السیرۃ قال تکتب کذبا کثیرا ۱۲ منہ

سیرِ خود ایں جملہ را آوردہ برائے الزام اہلسنت کفایت نمیکند۔ زیراکہ اعتبارِ حدیث نزدِ اہلِ سُنت بیا فتنِ حدیث درکتب مسندۂ محدثین است مع الحکم بالصحۃ۔ و حدیث بے سند نزدِ ایشاں شترِ بے مہار است۔ کہ اصلاً گوشش باں نے نہند + **(فائدہ ۳)** افادۂ دہم دیکھیے۔ جو حدیث اون پندرہ قرائنِ وضع سے منزہ ہو۔ ہم نے اوس کے بارے میں کلماتِ علماء تین طرز پر نقل کئے۔ اصلاً موضوع نہ کہیں گے۔ تفرد کذاب ہو تو موضوع۔ تفرد متہم ہو۔ تو موضوع۔ اور افادہ ۲۳ میں اشارہ کیا۔ کہ ہمارے نزدیک مسلک اول قوی اور اقرب بصواب ہے۔ افادۂ ۱۰ میں امام سخاوی سے اوس کی تصریح۔ اور کلام علی قاری سے نظیر صریح ذکر کی دوسری نظیر صاف وسفید حدیث مرغ سفید۔ کہ کلام علامہ سنادی سے افادۂ ۲۳ میں گذری۔ وہیں دلیل ثامن میں بشہادتِ حدیث وحکمِ عقل اوس کی تقویت کا ایما کیا۔ **والآن اقول**۔ یہی مذہب فقیر نے کلام امیر المؤمنین فی الحدیث شعبۃ بن الحجاج سے استنباط کیا۔ فائدہ تاسعہ میں آتا ہے۔ کہ اونہوں نے قسم کھاکر کہا۔ ابان بن ابی عیاش حدیث میں جھوٹ بولتا ہے۔ پھر خود ابان سے حدیث سنی۔ اسپر پوچھا گیا۔ فرمایا۔ اس حدیث سے کون صبر کرسکتا ہے۔ معلوم ہوا۔ کہ مطعون بالکذب کی ہر حدیث موضوع نہیں۔ ورنہ اوس کی طرف ایسی رغبت۔ اور وہ بھی ایسے امام اجل سے یعنی چہ۔ **ثم اقول** اور فی الواقع بھی اظہر ہے۔ کہ آخر الکذوب قد یصدق میں کلام نہیں۔ اور یہ بھی مسلم۔ کہ ایک شخص واحد کا روایت حدیث سے تفرد ممکن یہاں تک کہ غریب فرد میں صحیح حسن ضعیف بہ ضعف قریب وضعف شدید سب قسم کی حدیثیں مانی جاتی ہیں۔ تو یہ کیوں نہیں ممکن کہ کبھی موسوم بتکذیب بھی تفرد کرے۔ اور اس حدیث خاص میں سچا ہو۔ اس کے بطلان پر کیا دلیل قائم۔ لاجرم یہی مذہب مہذب مقتضائے ارشاداتِ امام ابن الصلاح و امام عراقی و امام قسطلانی وغیرہم اکابر ہے۔ ان سب ائمہ نے موضوع کی یہی تعریف فرمائی۔ کہ وہ

سلہ اقول یعنی در مثال باب تا باب احکام فاتا دون اوکہ باب تساہل است نقل معتمدے بسند است۔ اگرچہ بے سند است چنانکہ در افادۂ بست و ہفتم تحقیق نمودیم۔ خود شاہ صاحب درہمو مقام ہر بسیارے از روایات بے سند استناد کردہ است۔ کما لا یخفی علی من طالع کتبہ و سرانجام است کہ بکمالِ تحقیق ایں معنی در فائدہ النبہ گرایم ۱۲ منہ

حدیث کہ جو نری گھڑت اور افترا اور نبی صلے اللہ تعالٰے علیہ وآلہٖ وسلم پر جھوٹ بنائی گئی ہو۔ علوم الحدیث امام ابو عمرو و تقریب میں ہے۔ الموضوع ھو المختلق المصنوع۔ الفیہ میں ہے[۱]
شر الضعیف الخبر الموضوع الکذب المختلق المصنوع
ارشاد الساری میں ہے۔ الموضوع ھو الکذب علی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ویسمی المختلق۔ ہاں اس میں کلام نہیں۔ کہ حکم وضع کبھی قطعی ہوتا ہے۔ کبھی ظنی۔ جیسا کہ ہم نے شمار قرائن میں تبدیل اسلوب عبارت سے اوس کی طرف اشارہ کیا۔ اور حدیث مطعون بالکذب کو موضوع کہنے والے بھی اوس کی موضوعیت بالیقین کا دعوٰے نہیں فرماتے۔ بلکہ وضع ظنی میں رکھتے ہیں۔ کما صرح بہ شیخ الاسلام فی النزھۃ۔ شیخ محقق دہلوی قدس سرہ القوی مقدمہ لمعات التنقیح میں فرماتے ہیں۔ حدیث المطعون بالکذب یسمی موضوعا ومن ثبت عنہ تعمد الکذب فی الحدیث وان کان وقوعہ مرۃ لم یقبل حدیثہ ابدا فالمراد بالموضوع فی اصطلاح المحدثین ھذا لا انہ ثبت کذبہ وعلم ذلک فی ھذا الحدیث بخصوصہ والمسألۃ ظنیۃ والحکم بالوضع والافتراء بحکم الظن الغالب اھ ملخصا **اقول**۔ مگر محل تامل یہی ہے۔ کہ مجرد کذب فی بعض الاحادیث ہے کہ معاذ اللہ کسی طمع دُنیا یا تائید مذہب فاسد۔ یا غضب و رنجش وغیرہا کے باعث ہو۔ ظن غالب ہوجائے گا۔ کہ اب جتنی حدیثوں میں یہ متفرد ہو سب میں وضع وافترا ہی کرے گا۔ اگرچہ وہاں کوئی طمع وغیرہ غرض فاسد نہ ہو۔ شاہد زور اگر کسی طمع یا عداوت سے ایک جگہ غلط گواہی دے۔ تو اوس کی سب گواہیاں مردود ضرور ہوں گی۔ کہ فاسق ہے۔ مگر بے لاگ جگہ میں خواہی نخواہی یہ ظن غالب نہ ہوگا۔ کہ یہاں بھی جھوٹ ہی کہہ رہا ہے۔ وجدان صحیح اس پر شہادت کو بس ہے۔ اور اگر سند ہی چلئے تو امام ائمۃ الشان محمد بن اسمٰعیل بخاری علیہ رحمۃ الباری کا ارشاد سنئے۔ محمد بن اسحاق صاحب سیرت و مغازی کو ہشام بن عروہ پھر امام مالک۔ پھر وہب۔ پھر یحیی قطان

[۱] بناء علی ان ما وضع علی غیرہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فیقال لہ الموضوع علی فلان ومطلقہ لا یراد بہ الا المکذوب علی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وعلیہ یبتنی ما فی الارشاد وان اطلقت فانت فی سعۃ منہ کما ھو ظاھر کلام آخرین ۱۲ منہ

نے کذب کہا[۵]- اخرج ابن عدی عن ابی بشر الدولابی و محمد بن جعفر یزید عن ابی قلابۃ الرقاشی ثنی ابو داؤد سلیمٰن بن داؤد قال قال یحیی القطان اشھد ان محمد بن اسحٰق کذاب قلت وما یدریک قال قال لی وھب فقلت لوھب ما یدریک قال قال لی مالک بن انس فقلت لمالک وما یدریک قال قال لی ھشام بن عروۃ قلت لھشام بن عروۃ وما یدریک قال حدث عن امراتی فاطمۃ بنت المنذر وادخلت علی وھی بنت تسع وما راٰھا رجل حتی لقیت اللہ تعالٰے

---

[۵] وحل التفصی عن ہذا فی المیزان بقولہ قلت ومایدری ہشام بن عروۃ فلعلہ سمع منہا فی المسجد او سمع منہا وہو صبی او دخل علیہا فحدثتہ من وراء حجاب فای شئی فی ہذا وقد کانت امرأۃ قد کبرت واسنت اھ ثم قال افبمثل ہذا یعتمد علی تکذیب رجل من اہل العلم ہٰذا مردود۔ ثم قد روی عنہا محمد بن سوقۃ الخ اقول لقائل ان یقول ان الحفاظ الناقدین ربما یعرفون کذب الرجل بقرائن تلوح لہم ولقد نری قوما من الائمۃ یکذبون رجلا ولا یذکرون من السبب الا ما ہو قاصر عندنا لعدم علمنا بالقرائن فتبدو لنا احتمالات تنفی تعلل بالامر کذا عسی ان کذا وہی جمیعا مندفعۃ عندہم نص علی ذلک الامام النووی فی مواضع من شرحہ لصحیح مسلم فقال ہنا قاعدۃ تنبہ علیہا فیما بعد الثناء اللہ تعالٰے وہی ان عفان رحمہ اللہ تعالٰے قال انما ابتلی ہشام (وہو ابن زیاد الاموی) یعنی ضعفوہ من قبل ہذا الحدیث کان یقول حدثی یحیی عن محمد ثم ادعی بعد بانہ سمعہ من محمد وہذا القدر وحدہ لا یقتضی ضعفا لانہ لیس فیہ تصریح بکذب لاحتمال انہ سمعہ من محمد ثم نسیہ فحدث عن یحیی عنہ ثم ذکر سماعہ من محمد فرواہ عنہ ولکن انضم الٰی ہذا قرائن وامور اقتضت عند العلماء بہذا الفن الحذاق فیہ المبرزین من اہلہ العارفین بدقائق احوال رواتہ انہ لم یسمعہ من محمد فحکموا بذلک لما قامت الدلائل الظاہرۃ عندہم بذلک وسیاتی بعد ہذا اشیاء کثیرۃ من اقوال الائمۃ فی الجرح بنحو ہذا وکلہا یقال فیہا ما قلنا ہنا واللہ تعالٰے اعلم اھ وقال بعد ذلک معنی ہذا الکلام ان الحسن بن عمارۃ کذب فروی ہذا الحدیث عن الحکم عن یحیی عن علی وانما ہو عن الحسن البصری من قولہ وقد قدمنا ان مثل ہذا وان کان یحتمل کونہ جاء عن الحسن وعن علی لکن الحفاظ یعرفون کذب الکاذبین بقرائن وقد یعرفون ذلک بدلائل قطعیۃ یعرفہا اہل ہذا الفن فقولہم مقبول فی کل ہذا اھ اما قولک افبمثل ہذا یعتمد الخ اقول افتراہ جوز لا الائمۃ الجلۃ الاعاظم یشہدون جزافا من دون ثبت ثم ہذا کلہ انما ذکرناہ لیعرف ان الذہبی کیف یحتال لکذب عن قدری امرہ قد ظہر واذا وقع لبسی اشعری او ولی اللہ صوفی صار لا یبقی ولا یذر کما نبہ علیہ تلمیذہ الامام تاج الدین السبکی رحمہ اللہ تعالٰے فی الطبقات والافالراجح عند علمائنا ایضا ہو توثیق ابن اسحاق کما ستذکرہ ان شاء اللہ تعالٰے۔ واللہ تعالٰے اعلم ۱۲ منہ سلمہ ربہ۔

امام بخاری جزء القراءۃ خلف الامام میں توثیق[ع] ابن اسحاق ثابت فرمانے کو اُس سے جواب
دیتے ہیں رأیت علی بن عبد اللہ یحتج بحدیث ابن اسحاق وقال علی عن ابن عیینہ
ما رأیت احدا یتہم محمد بن اسحاق (الی ان قال) ولو صح عن مالک تناولہ
عن ابن اسحاق فلربما تکلم الانسان فیرمی صاحبہ بشئ واحد ولا یتہم
فی الامور کلہا الخ دیکھو صاف تصریح ہے۔ کہ ایک جگہ کاذب پانے سے ہر جگہ متہم سمجھنا
لازم نہیں آتا۔ لاجرم امام ابن عراق تنزیہ[۲] الشریعۃ میں فرماتے ہیں۔ قال الزرکشی فی نکتہ
علی ابن الصلاح بین قولنا موضوع وقولنا لا یصح بون کبیر فان الاول
اثبات الکذب والاختلاق والثانی اخبار عن عدم الثبوت ولا یلزم منہ
اثبات العدم وھذا یجیئ فی کل حدیث قال فیہ ابن الجوزی لا یصح ونحوہ
قلت وکان نکتۃ تعبیرہ بذلک حیث عبر بہ انہ لم یلح لہ فی الحدیث
قرینۃ تدل علی انہ موضوع غایۃ الامر انہ احتمل عندہ ان یکون موضوعا
لانہ من طریق متروک اوکذاب وھذا انما یتم عند تفرد الکذاب و
المتہم علی ان الحافظ ابن حجر خص ھذا فی النخبۃ باسم المتروک ولم ینظمہ
فی مسلک الموضوع۔ دیکھئے تفرد کذاب کو صرف احتمال وضع کا مورث بتایا۔ اور ابن الجوزی
نے موضوعات میں جہاں موضوع کہنے سے لا یصح وغیرہ کی طرف عدول کیا۔ اوسکا یہی نکتہ ٹھیرایا
کہ بوجہ تفرد کذاب یا متہم احتمال وضع تھا۔ اگر غلبہ ظن ہوتا۔ حکم بالوضع سے کیا مانع تھا۔ کہ
آخر صحیح موضوع وغیرہما تمام احکام میں غلبہ ظن کافی اور بلاشبہ حجت شرعی ہے۔ اقول

ع نقلہ الزیلعی فی نصب الرایہ قبیل کتاب الخنثی ۱۲ منہ سلمہ [۲] ہمارے علمائے کرام
قدست اسرارہم کے نزدیک بھی راجح محمد بن اسحاق کی توثیق ہی ہے محقق علی الاطلاق فتح میں زیر مسئلہ تیسنجب
تعجیل المغرب فرماتے ہیں۔ توثیق ابن اسحاق ھو الحق الابلج وما نقل عن کلام مالک
فیہ لا یثبت ولو صح لم یقبلہ اہل العلم کیف وقد قال شعبۃ فیہ ھو امیر المؤمنین
فی الحدیث وروی عنہ مثل الثوری وابن ادریس وحماد بن زید ویزید بن زریع
وابن علیۃ وعبد الوارث وابن المبارک واحتملہ احمد وابن معین وعامۃ اہل حدیث غفر اللہ تعالیٰ لہم وقد اطال البخاری فی توثیقہ
فی کتاب القراءۃ خلف الامام لہ وذکرہ ابن حبان فی الثقات وان مالکا رجع عن الکلام فی ابن اسحاق واصطلح معہ وبعث الیہ
ہدیۃ ذکرہ ۱۲ منہ [۳] فی الفصل الثانی من کتاب التوحید علی ما اثرہ فی السعی المشکور ۱۲ منہ

ف ابن الجوزی کا موضوع نہ کہنے اور صرف لا یصح وغیرہ کہنے کا نکتہ

والاشارۃ فی قولہ خص ھذا انما تلمح الی الاقرب وھو المتھم فھو الذی خص الحافظ باسم المتروک اما ما تفرد بہ الکذاب فھو عین الموضوع عندہ فانما عرفہ بھا فیہ المطعن یکذب الراوی فلیتنبہ ھذا کلہ ما ظھر لی والحمد للہ واحد العلی فقیر نے اپنی بعض تحریرات میں اس مسئلہ پر قدرے کلام کرکے لکھا تھا۔ ھذا ما یظھر لنا والمحل محل تامل فلیتامل لعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا۔ الحمد للہ اب بوجوہ کثیرہ اوسے تاکد و تائید حاصل ہوا۔ کلام امام سخاوی کی تصریح۔ کلام علامہ قاری و علامہ مناوی میں اوس کے نظائر صریح۔ کلام امام اجل شعبہ بن الحجاج سے استنباط صحیح تعریف امام ابن الصلاح و امام نووی و امام عراقی و امام قسطلانی کا اقتضائے صحیح حدیث سے تائید دلیل عقل سے تشئید کلام امام بخاری و علامہ ابن عراق سے تاکید الحمد للہ سرا و جھرا فقد حقق رجائی واحدث امرا **تنبیہ**۔ اس عبارت تنزیہ الشریعۃ سے ایک اور نفیس فائدہ حاصل ہوا۔ کہ کتب موضوعات قسم اول میں بھی لفظ حکم پر لحاظ چاہیے اگر صراحۃً موضوع یا باطل کہدیا۔ تو مؤلف کے نزدیک وضع ثابت ہوگی۔ اور اگر لایصح وغیرہ ہلکے الفاظ کی طرف عدول کیا۔ تو آخر یہ عدول بے چیزے نیست ظاہراً خود مؤلف کو اوس پر حکم وضع کی جرأت نہ ہوئی۔ صرف احتمالاً درج کتاب کیا۔ فافھم فلعلہ حسن وجیہ ولم ارہ لغیرہ فلیحفظ **(فائدہ ۳۴)**۔ افادۂ دوم میں گذرا۔ کہ امام نووی نے مجہول العین کا قبول بہت محققین کی طرف نسبت کیا۔ اور امام اجل ابوطالب مکی نے اوسی کو مذہب فقہائے کرام و اولیائے عظام قرار دیا۔ اور یہی مذہب ہمارے ائمہ اعلام کا ہے۔ رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین مسلم الثبوت و فواتح الرحموت میں ہے (لا) جرح (بان لہ راویا) واحدا (فقط) دون غیرہ (وھو مجھول العین باصطلاح) کسمعان لیس لہ راو غیر الشعبی فان المناط العدالۃ والحفظ لا تعدد الرواۃ وقیل لا یقبل عند المحدثین وھو تحکم اھ مختصرا پس دربارۂ مجہول قول مقبول یہ ہے۔ کہ مستور و مجہول العین دونوں حجت۔ ہاں مجہول الحال جس کی عدالت ظاہری بھی معلوم نہ ہو۔ احکام میں حجت نہیں۔ فضائل میں بالاتفاق وہ بھی مقبول (**تنبیہ**) مجہول جب مطلق بولا جاتا ہے۔ تو کلام محدثین میں غالباً اوس سے مراد مجہول العین ہے۔ امام سبکی شفاء السقام میں فرماتے ہیں جھالۃ العین ھو غالب

سلہ فی الباب الاول تحت حدیث الاول ۱۲ منہ سلمہ

ف۵ متعلق افادہ ۲۱ کہ فضائل میں حدیث ضعیف کیلئے صحیح کی حاجت نہیں

اصطلاح اھل ھذا الشان فی ھذا الاطلاق (فائدہ ۵) ہم نے افادہ ۲۱ میں روشن دلیلوں سے ثابت کیا۔ کہ مادون الاحکام میں ضعیف محتاج ورود صحیح نہیں۔ اور دلیل ثالث میں اِس کے دس نظایٔر کے بھی پتے دیئے۔ سب سے اجل واعظم یہ کہ اکابر ائمہ کرام اعاظم محدثین اعلام مثل امام ابن عساکر و امام ابن شاہین و ابوبکر خطیب بغدادی و امام سہیلی۔ و امام محب الدین طبری وعلامہ ناصرالدین ابن المنیر و علامہ ابن سید الناس و حافظ ابن ناصر و خاتم الحفاظ وعلامہ زرقانی وغیرہم نے حدیث احیاءِ ابوین کریمین کو باوصف تسلیم ضعف دربارۂ فضائل ایسا معمول ومقبول مانا کہ اوسے احادیث صحاح سے کہ بظاہر مخالف تھیں متاخر ٹھیراکر اون کا ناسخ جانا۔ تو خود اوس باب میں حدیث صحیح کی حاجت درکنار۔ اوس کے مقابل کے صحاح اوس سے منسوخ ٹھیرائیں۔ شرح مواہب لدنیہ ہے۔ قال السیوطی فی سبل النجاۃ مال الی ان اللہ تعالٰی احیاھما حتی اٰمنا بہ طائفۃ من الائمۃ وحفاظ الحدیث واستندوا الی حدیث ضعیف لا موضوع کالخطیب وابن عساکر وابن شاھین والسہیلی والمحب الطبری والعلامۃ ناصرالدین بن المنیر وابن سید الناس ونقلہ عن بعض اھل العلم ومشی علیہ الصلاح الصفدی والحافظ ابن ناصر وقد جعل ھؤلاء الائمۃ ھذا الحدیث ناسخا للاحادیث الواردۃ بما یخالفہ ونصوا علی انہ متاخر عنھا فلا تعارض بینہ وبینھا اھ وقال فی الدرج المنیفۃ جعلوہ ناسخا ولم یبالوا بضعفہ لان الحدیث الضعیف یعمل بہ فی الفضائل والمناقب وھذہ منقبۃ ھذا کلام ھذا الجھبذ وھو فی غایۃ التحریر اھ ملخصا

ف تنبیہ ضروری جو ہر مسئلہ کیلئے ضرور کام کی ہے

تنبیہ ضروری ۔ اقول۔ جب کسی اصل کا کلمات علماء سے اثبات منظور ہو۔ تو اوس کے لئے کافی ہے کہ اونہوں نے فلاں فلاں فروع میں اسپر مشی فرمائی۔ معلوم ہوا۔ کہ یہ اصل اون کے نزدیک متاصل ہے۔ اون کلمات کی نقل سے غرض مستدل اسی قدر امر سے متعلق اگرچہ وہ فرع خاص بنظر کسی اور وجہ کے اسکو مسلم نہو۔ مثلاً ہم نے افادہ بست وہشتم میں اس امر کے اثبات کو کہ موضوعیت مستلزم ممنوعیت نہیں کلام ائمہ سے چند نظایٔر نقل کئے کہ دیکھو حدیث کو موضوع اور فعل کو مشروع مانا۔ اسی قدر سے استدلال تمام ہو گیا۔ اگرچہ ہمیں اون بعض

احادیث کی وضع تسلیم نہ ہو۔ یوں ہی یہاں اتنی بات سے کام ہے کہ علمائے کرام نے ضعیف کو صحیح سے اتنا مستغنی مانا کہ ناسخ جانا۔ دعوی غنا مؤید و مشید ہو گیا۔ اگرچہ ہم قائلِ نسخ نہ ہوں۔ اور دوسرے طور پر صحاح کا معارضہ دفع کر کے اِن ضعاف کو قبول کریں۔ یہ نکتہ ہمیشہ ملحوظ رکھنے کا ہے۔ کہ متکلمین وہابیہ دھوکہ دیتے ہیں اور خارج از بحث اوس فرع کے ترجیح و تزییف کی طرف کترا جاتے ہیں۔ خاتمۃ المحققین سیدنا الوالد قدس سرہ الماجد نے قاعدۂ یازدہم اصول الرشاد شریف میں اُن سفہاء کے اس کید ضعیف کی طرف ایمائے لطیف فرمایا۔ یُوں ہی فقیر نے آخر نکتۂ جلیلہ فصلِ سیزدہم نوع اوّل مقصد سوم کتاب حیاۃ الموات[۱۳۰۵] فی بیان سماع الاموات میں اس کی نظیر پر تنبیہ کیا فلیحفظ

فائدہ ۶ ۔ افادۂ ۲۰ میں گذرا کہ فضائل تو فضائل بعض احکام میں بھی حدیث ضعیف مقبول ہے جبکہ محلِ احتیاط ہو۔ و نفع بے ضرر ہو۔ اوس کی ایک اور نظیر نیز علامہ حلبی کا فرمانا ہے۔ کہ نماز میں سُترہ کو سیدھا اپنے سامنے نہ رکھے۔ بلکہ داہنے یا بائیں ابرو پر ہو۔ کہ حدیث میں ایسا وارد ہوا۔ اور وہ اگرچہ ضعیف ہے۔ مگر ایسے حکم میں مقبول حیث قال[۱] ینبغی ان یجعلها حیال احد حاجبیه لما روی ابوداؤد من حدیث ضباعة بنت المقداد بن الاسود عن ابیها رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ قال ما رأیت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم یصلی الی عود ولا عمود ولا شجرة الا جعلہ علی حاجبہ الایمن او الایسر ولا یصمد لہ صمدا وقد اعل بالولید بن کامل وبجهالة ضباعة لکن ھذا الحکم مما یجوز العمل فیہ بمثل ھذا الاثر من الفضائل اھ باختصار

ایک اور اعلیٰ و اجل نظیر کلام امام حافظ محدث ابوبکر بیہقی و امام محقق علی الاطلاق امام ابن امیر الحاج و علامہ ابراہیم حلبی و علامہ حسن شرنبلالی و علامہ سید احمد طحطاوی و علامہ سید ابن عابدین شامی وغیرہم ائمہ اعلام رحمہم اللّٰہ تعالٰی سے یہ ہے کہ سنن ابی داؤد و ابن ماجہ میں بطریق ابوعمرو یا ابو محمد بن محمد بن حریث عن جدہ حریث رجل من بنی عذرة عن ابی ھریرة رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ عن ابی القاسم صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم در بارۂ سُترۂ نماز مروی ہوا فان لم یکن معہ عصا فلیخطط خطا۔ اگر پاس لکڑی نہ ہو۔ تو اپنے سامنے ایک خط کھینچ لے۔ امام ابوداؤد نے کہا۔ امام سفین بن عیینہ نے فرمایا لم نجد شیئا نشد بہ ھذا الحدیث ولم یجی الا من ھذا الوجہ۔ ہم نے کوئی چیز نہ پائی جس سے اِس حدیث کو قوت دیں۔ اور اس سند کے سوا دوسرے طریق سے نہ آئی،

فائدہ متعلقہ افادہ ۲۰ حدیث ضعیف بارۂ ستر کار عمل میں مقبول

---

[۱] آداخر کراہیۃ الصلٰوۃ قبیل انفرد ع ۱۲ منہ

یوں ہی امام شافعی و امام بیہقی و امام نووی وغیرہم ائمہ نے اوس کی تضعیف[۱] فرمائی باایں ہمہ ائمہ و علمائے مذکورین نے تصریح کی کہ حدیث ضعیف سہی ایسے حکم میں حجت و مقبول ہے کہ اوسمیں نفع بے ضرر ہے۔ مرقاۃ میں شرح مشکوۃ امام ابن حجر مکی سے منقول۔ قال البیہقی لا باس بالعمل بہ وان اضطرب اسنادہ فی مثل ھذا الحکم انشاء اللہ تعالیٰ۔ حلیہ میں فرمایا یظھر ان الاشبہ قول البیہقی ولا باس بالعمل بھذا الحدیث فی ھذا الحکم انشاء اللہ تعالیٰ وجزم بہ شیخنا رحمہ اللہ تعالیٰ فقال والسترۃ اولیٰ بالاتباع شنیہ میں ہے من جنرہ استدل بحدیث ابی داؤد وتقدم ما فیہ لکن قد یقال انہ یجوز العمل بمثلہ فی الفضائل کما مرانفا ولذا قال ابن الھمام والسترۃ اولیٰ بالاتباع اھ ملخصا نیز غنیہ پھر امداد الفتاح شرح نور الایضاح پھر حاشیہ طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے ان سلم انہ یعنی الخط غیر مفید فلا ضرر فیہ مع ما فیہ من العمل بالحدیث الذی یجوز العمل بہ فی مثلہ۔ رد المحتار میں ہے یسن الخط کما ھو الروایۃ الثانیۃ عن محمد لحدیث ابی داؤد فان لم یکن معہ عصا فلیخطط خطا وھو ضعیف لکن یجوز العمل بہ فی الفضائل ولذا قال ابن الھمام والسترۃ اولیٰ بالاتباع الخ **تنبیہ** ان دونوں نظیروں میں علامہ ابراہیم حلبی اور طیر انیہ میں علامہ شامی کا ان اقوال میں سترہ کو ابرو کے مقابل رکھنے یا خط کھینچنے کو فضائل سے بتانا اوس معنی کی صریح تصریح کر رہا ہے جو فقیر نے افادۂ ۲۱ میں ذکر کیا تھا۔ کہ فضائل اعمال سے مراد اعمال فضائل ہیں یعنی وہ اعمال کہ بہتر و مستحسن ہیں نہ خاص ثواب اعمال یہاں سے خیالات باطلہ گنگوہیہ کی تفضیح کامل ہوتی ہے۔ وللہ الحمد **(فائدہ ۷)** یہ عبارت رد المحتار کہ ابھی منقول ہوئی۔ بتا رہی ہے۔ کہ امثال مقام میں نہ صرف استحباب بلکہ سنیت بھی حدیث ضعیف سے ثابت ہو سکتی ہے۔ یوں ہی افادۂ ۲ میں علی قاری کا ارشاد گزرا۔ کہ حدیث ضعیف کے سبب ہمارے علما ہیچ گرو کو مستحب یا سنت انا۔ **اقول** لکن قال الامام ابن امیر الحاج فی الحلیۃ بعد ما ذکر حدیث ابن ماجہ عن الفاکہ وعن ابن عباس والبزار عن ابی رافع

[۱] قال فی الحلیۃ ثم فی رد المحتار وقد یعارض بتصحیح احمد وابن حبان وغیرہما لہ اھ وعقبہ فی الحلیۃ بما یاتی عنہا من قولہ ویظھر ان الاشبہ الخ وقال فی المرقاۃ قد اشار الشافعی الی ضعفہ واضطرابہ قال ابن حجر صححہ احمد وابن المدینی وابن المنذر و ابن حبان وغیرہم وجزم بضعفہ النووی اھ ملخصا قلت وھو ان فرض صحتہ لم یفتر فیما نحن بصددہ لما قدمنا آنفا فی التنبیہ ۱۲ منہ سلمہ ربہ

تنبیہ – فضائل اعمال ... فائدہ ۷ – حدیث ضعیف سے سنیت بھی ثابت ہو سکتی ہے یا نہیں

رضی اللہ تعالیٰ عنہم فی اغتسال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یوم العیدین وقال ان فی اسانید ہذہ ضعفاء ما نصہ واستنان غسل العیدین ان قلت بان تعدد الطرق الواردۃ فیہ یبلغ درجۃ الحسن والا فالندب وفی ذلک تامل اھ فقد اشار رحمہ اللہ تعالیٰ ان الضعیف لا یفید الاستنان ولک ان تقول ان السنۃ ربما تطلق علی المستحب وعکسہ کما صرحوا بہ ما فیتجہ کلام الشامی والقاری وبہ یحصل التوفیق بین الروایتین عن علمائنا فی المسئلۃ اعنی مسئلۃ الخط فمن اثبت اراد الاستحسان ومن نفی نفی الاستنان وقد کان متابعا فی الحلیۃ ہل یندب الخط بین یدیہ بہما فعن ابی حنیفۃ وھو احدی الروایتین عن محمد انہ لیس بشیٔ ای لیس بشیٔ مسنون اھ لولا انہ زاد بعدہ بل فعلہ وترکہ سواء انتہی ففیہ بعد بعد فافہم **فائدہ ۸** ہم نے افادہ ۱ میں بہت نصوص نقل کئے ۔ کہ بارہا محدثین کا کسی حدیث کو موضوع یا ضعیف کہنا ایک سند خاص کے اعتبار سے ہوتا ہے ۔ نہ اصل حدیث کے ۔ اونہیں حدیث صحیح زکوۃ حلی مروی سنن ابی داؤد ونسائی ۔ ان امرأۃ اتت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ومعہا ابنتہا وفی ید بنتہا مسکتان غلیظتان من ذہب فقال تعطین زکوۃ ھذا قالت لا قال ایسرک ان یسورک اللہ بہما یوم القیمۃ سوارین من نار قال فخلعتہما فالقتہما الی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقالت ہما للہ ورسولہ یعنی ایک بی بی خدمت اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر ہوئی ۔ اوس کی بیٹی اوس کے ساتھ تھی ۔ دختر کے ہاتھ میں سونے کے کڑے تھے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ ان کی زکوۃ دیگی عرض کی ۔ نہ ۔ فرمایا کیا تجھے یہ پسند ہے کہ اللہ عزوجل قیامت ان کے بدلے آگ کے کنگن پہنائے اوس بی بی نے اوتار کر ڈالدیے ۔ اور عرض کی ۔ یہ اللہ اور اللہ کے رسول کے لئے ہیں جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (جسے امام ابو الحسن ابن القطان وامام ابن الملقن وعلامہ سید میرک نے کہا اسنادہ صحیح ۔ اسکی سند صحیح ہے) ۔ امام عبد العظیم منذری نے مختصر میں فرمایا ۔ اسنادہ لا مقال فیہ اس کی سند میں کچھ گفتگو نہیں) ۔ محقق علی الاطلاق نے فرمایا ۔ لا شبہۃ فی صحتہ ۔ اس کی صحت میں کچھ شبہ نہیں) ۔ امام ترمذی نے جامع میں روایت کرکے فرمایا ۔ لا یصح فی ہذا الباب عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شیٔ ۔ اس باب میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کچھ صحیح نہ ہوا

فائدہ ۸ ۔ متنبہ اس پر کہ محدثین کا کسی حدیث کو ضعیف کہنا ایک سند خاص کے اعتبار سے ہوتا ہے نہ اصل حدیث کے

امام منذری نے فرمایا۔ لعل الترمذی قصد الطریقین اللذین ذکرھما والا فطریق ابی داؤد لا مقال فیہ۔ شاید ترمذی ان دو طریق کو کہتے ہیں۔ جو انہوں نے ذکر کئے۔ ورنہ سند ابی داؤد میں اصلا جائے گفتگو نہیں۔ ابن القطان نے فرمایا۔ انما ضعف ھذا الحدیث لان عندہ فیہ ضعیفین ابن لھیعۃ والمثنی بن الصباح۔ انہوں نے اس وجہ سے تضعیف کی۔ کہ ان کے پاس اس کی سند میں دو راوی ضعیف تھے۔ ذکرہ الامام المحقق فی الفتح ثم العلامۃ القاری فی المرقاۃ۔ اور سنئے حدیث رد شمس کہ حضور پرنور سید الانوار ماہ عرب مہر عجم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے لئے ڈوبا ہوا آفتاب پلٹ آیا۔ مغرب ہوکر پھر عصر کا وقت ہوگیا۔ یہاں تک کہ امیر المؤمنین مولی علی کرم اللہ تعالےٰ وجہہ الکریم نے نماز عصر ادا کی جسے طحاوی و امام قاضی عیاض و امام مغلطائی و امام قطب خیضری و امام حافظ الشان عسقلانی و امام خاتم الحفاظ سیوطی وغیرہم اجلۂ کرام نے حسن و صحیح کہا کما ھو مفصل فی الشفاء وشروحہ والمواھب وشرحھا۔ علامہ شامی اپنی سیرت پھر علامہ زرقانی شرح مواہب میں فرماتے ہیں۔ اما قول الامام احمد وجماعۃ من الحفاظ بوضعہ فالظاھر انہ وقع لھم من طریق بعض الکذابین والا فطرقہ السابقۃ یتعذر معھا الحکم علیہ بالضعف فضلا عن الوضع۔ تمام تر سنئے۔ امام شیخ الاسلام عمدۃ الکرام مرجع العلماء الاعلام تقی الملۃ والدین ابو الحسن علی بن عبد الکافی سبکی قدس سرہ الملکی کتاب مستطاب مظہر الصواب مرغم بدعنم[1] الایمان شفاء الاسقام فی زیارۃ خیر الانام علیہ و علی آلہ افضل الصلوٰۃ والسلام میں فرماتے ہیں۔ مما یجب ان یتنبہ لہ ان حکم المحدثین بالانکار والاستغراب قد یکون بحسب تلک الطریق فلا یلزم من ذلک رد متن الحدیث بخلاف اطلاق الفقیہ ان الحدیث موضوع فانہ حکم علی المتن من حیث الجملۃ۔ اس سے آگاہ رہنا واجب ہے۔ کہ محدثین کا کسی حدیث کو منکر یا غریب کہنا کبھی خاص ایک سند کے لحاظ سے ہوتا ہے۔ تو اس سے اصل حدیث کا رد لازم نہیں آتا۔ بخلاف فقیہ کے موضوع کہنے کے۔ کہ وہ بالاجمال اوس متن پر حکم ہے **لطیفہ جلیلہ منیفہ** ابوداؤد و نسائی کی یہ حدیث صحیح عظیم جلیل جس میں اوس بی بی نے گڑوں کے صدقہ میں اللہ عزوجل کے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا نام پاک بھی ملایا۔ اور حضور نے انکار نہ فرمایا۔ بعینہ یہی

لطیفہ جلیلہ منیفہ جان وہابیہ پر لکھ دین کو بہار ثر

[1] فی الباب الاول تحت الحدیث خامس من حج البیت ولم یزرنی فقد جفانی ۱۲ منہ

مضمون صحیح بخاری و صحیح مسلم نے حدیث توبہ کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں روایت کیا۔ کہ جب اون کی توبہ قبول ہوئی عرض کی۔ یا رسول اللہ ان من توبتی ان انخلع من مالی صدقۃ الی اللہ والی رسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ یارسول اللہ میری توبہ کی تمامی یہ ہے کہ میں اپنا سارا مال اللہ اور اللہ کے رسول کے لئے صدقہ کردوں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے انکار نہ فرمایا۔ یہ حدیثیں حضرات وہابیہ کی جان پر آفت ہیں۔ انہیں دو پر کیا موقوف فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ بجواب استفتائے بعض علمائے دہلی ایک نفیس و جلیل و موجز رسالہ مسمی بنام تاریخی الامن والعلی لناعتی المصطفٰی بدافع البلا ملقب بلقب تاریخی اکمال الطامہ علی شرک سوی بالامور العامہ تالیف کیا۔ اوس میں ایسی بہت کثیر و عظیم باتوں کا آیات و احادیث سے صاف و صریح ثبوت دیا۔ مثلاً قرآن و حدیث ناطق ہیں۔ کہ اللہ و رسول[۱] نے دولتمند کردیا۔ اللہ و رسول[۲] نگہبان ہیں۔ اللہ و رسول[۳] بے والیوں کے والی ہیں۔ اللہ و رسول[۴] مالوں کے مالک ہیں۔ اللہ اور رسول[۵] زمین کے مالک ہیں۔ اللہ و رسول[۶] کی طرف توبہ۔ اللہ و رسول[۷] کی دوہائی۔ اللہ و رسول[۸] دینے والے ہیں۔ اللہ و رسول[۹] سے دینے کی توقع۔ اللہ و رسول[۱۰] نے نعمت دی۔ اللہ و رسول[۱۱] نے عزت بخشی۔ حضور اقدس[۱۲] صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی امت کے حافظ و نگہبان ہیں۔ حضور کی طرف[۱۳] سب کے ہاتھ پھیلے ہیں۔ حضور[۱۴] کے آگے سب گڑگڑا رہے ہیں۔ حضور[۱۵] ساری زمین کے مالک ہیں۔ حضور[۱۶] سب آدمیوں کے مالک ہیں۔ حضور[۱۷] تمام امتوں کے مالک ہیں۔ ساری دنیا کی مخلوق حضور[۱۸] کے قبضہ میں ہے۔ مدد کی کنجیاں حضور[۱۹] کے ہاتھ ہیں نفع کی کنجیاں حضور[۲۰] کے ہاتھ میں ہیں۔ جنت کی کنجیاں حضور[۲۱] کے ہاتھ میں ہیں۔ دوزخ کی

---

۱ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ۱۲ منہ ۲ جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ۳ جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ۱۲ منہ ۴ جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ۱۲ منہ ۵ جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ۶ جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ۱۲ منہ ۷ جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ۱۲ منہ ۸ جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ۱۲ منہ ۹ جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ۱۲ منہ ۱۰ جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ۱۲ ۱۱ جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ۱۲ ۱۲ جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ۱۲ ۱۳ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ۱۲ ۱۴ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ۱۲ ۱۵ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ۱۲ ۱۶ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ۱۲ ۱۷ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ۱۲ ۱۸ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ۱۲ منہ ۱۹ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ۱۲ منہ ۲۰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ۱۲ ۲۱ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ۱۲ ۲۲ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ۱۲

کنجیاں حضور[1] کے ہاتھ ہیں۔ آخرت میں عزت دینا حضور[2] کے ہاتھ ہے۔ قیامت میں کل اختیار حضور[3] کے ہاتھ ہے۔ حضور[4] مصیبتوں کے دور فرمانے۔ حضور[5] سختیوں کے ٹالنے والے۔ ابوبکر صدیق عمر فاروق حضور[6] کے بندے۔ حضور[7] کے خادم نے بیٹا دیا۔ حضور[8] کے خادم رزق آسان کرتے ہیں۔ حضور[9] کے خادم بلائیں دفع کرتے ہیں۔ حضور[10] کے خادم بلندیِ مرتبہ دیتے ہیں۔ حضور[11] کے خادم تمام کاروبارِ عالم کی تدبیر کرتے ہیں۔ اولیاء کے سبب بلا دور ہوتی ہے۔ اولیا کے سبب رزق ملتا ہے۔ اولیاء کے سبب مدد ملتی ہے۔ اولیاء کے سبب مینہ اترتا ہے اولیا کے سبب زمین قائم ہے۔ یہ اور ان جیسے اور بیسیوں باتیں صرف قرآن وحدیث سے لکھی ہیں۔ وہابی صاحب شرک وغیرہ جو حکم لگانا چاہیں۔ اللہ و رسول کی جناب میں بکیں یا خدا و رسول سے لڑیں۔ اگر لڑ سکیں۔ اوس میں یہ بھی روشن دلیلوں سے ثابت کر دیا ہے کہ وہابی مذہب نے یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خود حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم۔ یہاں تک کہ خود رب العزت جل جلالہ کسیکو سخت شنیع الزام لگانے سے نہیں چھوڑا۔ ضمناً یہ بھی واضح دلائل سے بتادیا گیا۔ کہ وہابی صاحبوں کے نزدیک جناب شیخ مجدد صاحب و مرزا جان جاناں صاحب و شاہ ولی اللہ صاحب و شاہ عبدالعزیز صاحب۔ اور اون کے اساتذہ و مشائخ یہاں تک کہ خود میاں اسمٰعیل دہلوی سب کے سب پکے مشرک تھے۔ غرض وہابی مذہب پر شرک امور عامہ سے ہے جس سے معاذ اللہ ملٰئکہ سے لے کر رسولوں بندوں سے لے کر رب جلیل تک۔ شاہ ولی اللہ سے اون کے پیروں استادوں شاہ عبدالعزیز صاحب سے خود میاں اسمٰعیل تک کوئی خالی نہیں۔ وہابیت کا پھاگ نجدیت کی ہولی شرک کا رنگ تقویۃ الایمان کی پچکاری ہے۔ زور گھنگھور شراٹوں کا شور سنارا جہان شرابور پرنو کی قید نہ ماہ و سن پہ چھوڑ۔ یہ انوکھا پھاگن بارہ ماس جاری ہے ؎ اشراک بمذہبی کہ تا حق برسد، مذہب معلوم و اہلِ مذہب معلوم ؏ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ یہ مختصر رسالہ کہ چار جز سے بھی کم ہے۔ ایک سو تیس [۱۳۰] سے زیادہ فائدوں۔ اور تین

[1] صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ۱۲ [2] صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم ۱۲ [3] صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ۱۲
[4] صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ۱۲ [5] صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم ۱۲ [6] صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ۱۲
[7] صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ۱۲ [8] صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم ۱۲ [9] صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ۱۲
[10] صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم ۱۲ [11] صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم ۱۲ منہ

آیتوں اور ستر سے زیادہ حدیثوں پر مشتمل ہے۔ جو اس کے سوا کہیں مجتمع نہ ملیگے۔ بحمد اللہ تعالےٰ اُس کی نفاست اوس کی جلالت اوس کی صولت اوس کی شوکت دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ ذٰلک من فضل اللہ علینا وعلی الناس ولکن اکثر الناس لا یشکرون ۞ رب اوزعنی ان اشکر نعمتک التی انعمت علیّ وعلیٰ والدیّ وان اعمل صالحًا ترضیہ واصلح لی فی ذریتی انی تبت الیک وانی من المسلمین ۞ والحمد للہ رب العٰلمین ۞

(فائدہ ۹) ہم نے افادہ ۲۱ میں ذکر کیا کہ محدثین میں بہت کم ایسے ہیں جن کا التزام تھا کہ ثقہ ہی سے روایت کریں جیسے شعبہ بن الحجاج وامام مالک وامام احمد۔ اور افادہ دوم میں یحییٰ بن سعید قطان وعبد الرحمٰن بن مہدی کو گنا۔ اور انہیں سے ہیں امام شعبی و بقی بن مخلد و حریز بن عثمٰن و سلیمٰن بن حرب و مظفر بن مدرک خراسانی۔ و امام بخاری۔ مقدمہ صحیح مسلم شریف میں ہے حدثنی ابو جعفر الدارمی ثنا بشر بن عمر قال سألت مالک بن انس (فذکر الحدیث، قال) وسألتہ عن رجل اخر نسیت اسمہ فقال ھل رایتہ فی کتبی قلت لا قال لو کان ثقۃ لرأیتہ فی کتبی منہاج امام نووی میں ہے۔ ھذا تصریح من مالک رحمہ اللہ تعالٰی بان من ادخلہ فی کتابہ فھو ثقۃ فمن وجدناہ فی کتابہ حکمنا بانہ ثقۃ عند مالک وقد لا یکون ثقۃ عند غیرہ میزان میں ہے۔ ابراھیم بن العلاء ابو ھارون الغنوی وثقہ جماعۃ ووھاہ شعبۃ فیما قیل ولم یصح بل صح انہ حدث عنہ۔ اوسی میں ہے۔ عبد الاکرم بن ابی حنیفۃ عن ابیہ وعنہ شعبہ لا یعرف لکن شیوخ شعبۃ جیاد اھ **اقول** لکن قال یزید بن ھارون قال شعبۃ داری وحماری فی المساکین صدقۃ ان لم یکن ابان ابن ابی عیاش یکذب فی الحدیث قلت لہ فلم سمعت منہ قال ومن یصبر عن ذا الحدیث یعنی حدیثہ عن ابراھیم عن علقمۃ عن عبد اللہ عن امہ انھا قالت رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قنت فی الوتر قبل الرکوع کما فی المیزان **ولک** التفصی عنہ بان السماع شیئ والتحدیث شیئ والکلام فی الاخیر وان کان اسم الشیخ یتناول الوجھین وستذکر اخر ھذہ الفائدۃ ان الامام ربما حمل عمن شاء فاذا حدث ثبت **نعم** لعل الصواب التقیید بمن حدث عنہ فی الاحکام دون ما یتساھل فیہ لما تقدم فی الافادۃ الثالثۃ والعشرین من قول ابن عدی ان شعبۃ حدث عن الکلبی

افادہ ۹ - وہ محدثین جو ثقہ ہی سے روایت کرتے ہیں

ورضیہ بالتفسیر کما نقلہ فی المیزان وفیہ ایضا فی محمد بن عبد الجبار قال العقیلی مجھول بالنقل قلت شیوخ شعبۃ نقادۃ الا النادر منھم ھذا الرجل قال ابو حاتم شیخ اھ **قلت** وھذا الایفۃ فقد یکون الرجل ثقۃ عندہ و عند غیرہ مجروح او مجھول حتی ان من شیوخھم الذین وثقوھم وصرحوا بحسن الثناء علیھم جابر بن یزید الجعفی ذاک الضعیف الرافضی المتھم قال الامام الاعظم رضی اللہ تعالی عنہ ما رأیت فیمن رأیت افضل من عطاء ولا اکذب من جابر الجعفی وکذلک کذبہ ایوب وزائدۃ ویحیی والجوزجانی وترکہ القطان وابن مھدی والنسائی واٰخرون۔ شفاء السقام شریف میں ہے۔ احمد رحمہ اللہ تعالی لم یکن یروی الا عن ثقۃ وقد صرح الخصم (یعنی ابن تیمیۃ) بذلک فی الکتاب الذی صنفہ فی الرد علی البکری بعد عشر کراریس منہ قال ان القائلین بالجرح والتعدیل من علماء الحدیث نوعان منھم من لم یرو الا عن ثقۃ عندہ کمالک وشعبۃ ویحیی بن سعید وعبد الرحمن بن مھدی واحمد بن حنبل وکذلک البخاری وامثالہ اھ تہذیب التہذیب امام ابن حجر عسقلانی میں ہے خارجۃ بن الصلت البرجمی الکوفی روی عن الشعبی وقد قال ابن ابی خیثمۃ اذا روی الشعبی عن رجل وسماہ فھو ثقۃ یحتج بحدیثہ تدریب[1] میں ہے۔ من لا یروی الا عن عدل کان مھدی ویحیی بن سعید اھ **اقول** ولا یعکر علیہ بما فی المیزان عن عباس الدوری عن یحیی بن معین عن یحیی بن سعید لو لم اروالا عمن ارضی ما رویت الا عن خمسۃ اھ فان رضی یحیی غایۃ لا تدرک وکیف یظن بہ ان الخلق کلھم عندہ ضعفاء الا خمسۃ وانما المرضی لہ جبل ثبت شامخ راسخ لم یزل ولم یتزلزل ولا فی حرف ولا مرۃ۔ تہذیب التہذیب میں ہے۔ سلیمن بن حرب بن بجیل الازدی الواشحی قال ابو حاتم امام من الائمۃ کان لا یدلس وقال ابو حاتم ایضا کان سلیمن بن حرب قل من یرضی من المشائخ فاذا رأیتہ قد روی عن شیخ فاعلم انہ ثقۃ اھ ملتقطا۔ تقریب التہذیب میں ہے منظر بن مدرک الخراسانی ابو کامل ثقۃ متقن کان لا یحدث الا عن ثقۃ

---

[1] فی الباب الاول تحت حدیث الاول ۱۲ منہ [2] فی ترجمۃ اسرائیل بن یونس ۱۲ منہ

نافعہ جامعہ - امام سخاوی فتح المغیث میں فرماتے ہیں۔ تتمۃ من کان لا یروی الا عن ثقۃ الا فی النادر الامام احمد وبقی بن مخلد وحریز بن عثمٰن وسلیمٰن بن حرب وشعبۃ والشعبی وعبد الرحمٰن بن مہدی ومالک ویحیی بن سعید القطان وذلک فی شعبۃ علی المشہور فانہ کان یتعنت فی الرجال ولا یروی الا عن ثبت والا فقد قال عاصم بن علی سمعت شعبۃ یقول لو لم احدثکم الا عن ثقۃ لم احدثکم الا عن ثلثۃ وفی نسخۃ ثلثین وذلک اعتراف منہ بانہ یروی عن الثقۃ وغیرہ فینظر وعلٰی کل حال فہو لا یروی عن متروک ولا عمن اجمع علٰی ضعفہ واما سفیٰن الثوری فکان یترخص مع سعۃ علمہ وشدّۃ ورعہ ویروی عن الضّعفاء حتّٰی قال فیہ صاحبہ شعبۃ لا تحملوا عن الثوری الا عمن تعرفون فانہ لا یبالی عمن حمل و قال الفلاس قال لی یحیی بن سعید لا تکتب عن معتمر الا عمن تعرف فانہ یحدث عن کلّ اھ **اقول** ما ذکر عن عاصم فیجوز بل یجب حملہ علی مثل ما قدمنا فی کلام یحیی کیف وان للثقۃ اطلاقا اخر اخص واضیق کما قال فی التدریب ان ابن مہدی قال حدثنا ابو خلدۃ فقیل لہ اکان ثقۃ فقال کان صدوقا وکان مأمونا وکان خیرا الثقۃ شعبۃ وسفین قال وحکی المروزی قال سألت ابن حنبل عبد الوہاب بن عطاء ثقۃ قال تدری ما الثقۃ انما الثقۃ یحیی بن سعید القطان اھ فعلیک بالتثبت فان الامر جلل وامھم **ثم اقول** انہیں ائمہ محتاطین سے ہیں علم اعلم امام اعظم سیدنا ابو حنیفۃ النعمان انعم اللہ تعالٰی علیہ بانعام الرضوان ونعمہ بانعم نعم الجنان یہاں تک کہ اگر بعض مختلطین سے روایت فرمائیں۔ تو اخذ قبل التغیر پر محمول ہوگا جس طرح احادیث صحیحین میں کرتے ہیں۔ محقق علی الاطلاق فتح میں فرماتے ہیں۔ قال محمد بن الحسن رضی اللہ تعالٰی عنہ فی کتاب الاثار اخبرنا ابو حنیفۃ ثنا لیث بن ابی سلیم عن مجاھد عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ قال لیس فی مال الیتیم زکوٰۃ ولیث کان احد العلماء العباد وقیل اختلط فی اٰخر عمرہ لا

لہ فی معرفۃ من تقبل روایتہ ۱۲ منہ

ف ہمارے امام اعظم جس سے روایت فرمائیں اس کی ثقاہت ثابت ہوگئی۔

ومعلوم ان اباحنيفة لم يكن ليذهب فيأخذ عنه فى حال اختلاطه و يرويه وهو الذى شدد فى امر الرواية ما لم يشدده غيره على ما عرف اه

(تنبيه) **قلت** هذا التوسع وقلة المبالاة فى الاخذ قد حدث فى العلماء من لدن التابعين الاعلام اخرج الدارقطنى عن ابن عون قال قال محمد بن سيرين اربعة يصدقون من حدثهم فلا يبالون ممن يسمعون الحسن وابو العالية وحميد بن هلال ولم يذكر الرابع ذكره غيره فسماه انس بن سيرين ذكره الامام الزيلعى فى نصب الراية وقال على بن المدينى كان عطاء يأخذ عن كل ضرب مرسلات مجاهد احب الىّ من مرسلاته بكثير وقال احمد بن حنبل مرسلات سعيد بن المسيّب اصح المرسلات ومرسلات ابراهيم النخعى لا بأس بها وليس فى المرسلات اضعف من مرسلات الحسن وعطاء بن ابى رباح فانهما كانا يأخذان عن كل. وقال الشافعى فى مراسيل الزهرى ليس بشئ لانا نجده يروى عن سليمن بن الارقم ذكرها فى التدريب **قلت** ومراسيل الائمة الثقات مقبولة عندنا و عند الجماهير ولا شك ان عطاء والحسن والزهرى منهم وقلة المبالاة عند التحمل لا يقتضيها عند الاداء فقد يأخذ الامام عمن شاء ولا يرسله الا اذا استوثق وقد وافقنا على قبول مراسيل الحسن ذاك الورع الشديد عظيم التشديد قدوة الشان يحيى بن سعيد القطان وذاك الجبل العلى على بن المدينى الذى كان البخارى يقول ما استصغرت نفسى الا عنده وذاك الامام الاجل نقاد العلل ابو زرعة الرازى وناهيك بهم اما القطان فقال ما قال الحسن فى حديثه قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم الا وجدنا له اصلا الا حديثا اوحديثين واما على فقال مرسلات الحسن البصرى التى رواها عنه الثقات صحاح ما اقل ما يسقط منها واما ابو زرعة فقال كل قال الحسن قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم وجدت له اصلا ثابتا ما خلا اربعة احاديث نقلها فى التدريب

ف: تنبيه — قلة المبالاة فى الاخذ عمن حدث من لدن التابعين

ف مرسل الحسن

سلہ فصل نواقض الوضوء ۱۲ منہ

قلت وعدم الوجدان لا یقتضی عدم الوجود فلم یفت یحیی الا واحدا و
اثنان ولعل غیر یحیی وجد ما لم یجدہ وفوق کل ذی علم علیم ونقل
فی مسلم الثبوت عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ انہ قال متی قلت لکم حدثنی
فلان فھو حدیثہ ومتی قلت قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فعن سبعین
اھ وفی التدریب قال یونس بن عبید سألت الحسن قلت یا ابا سعید
انک تقول قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وانک لم تدرکہ
فقال یا ابن اخی لقد سألتنی عن شیئ ما سألنی عنہ احد قبلک ولولا
منزلتک منی ما اخبرتک انی فی زمان کما تری وکان فی زمن الحجاج
کل شیئ سمعتنی اقولہ قال رسول اللہ تعالٰی علیہ وسلم فھو عن
علی بن ابی طالب غیر انی فی زمان لا استطیع ان اذکر علیا اھ واللہ تعالٰی اعلم

(**فائدہ ۱۰**) سفہائے زمانہ نے احادیث طبقۂ رابعہ کو مطلقاً باطل وبے اعتبار محض قرار
دیا۔ جو شانِ موضوع ہے جس کا ابطال بین باین وجہ افادہ ۲۴ میں گذرا۔ یہاں اتنا اور
سُن لیجئے۔ کہ برعکس اس کے مولانا علی قاری علیہ رحمۃ اللہ الباری نے اون کی روایت کو
دلیل عدم موضوعیت قرار دیا ہے۔ موضوعات کبیر میں زیر حدیث من طاف بالبیت
اسبوعا ثم اتی مقام ابراھیم فرکع عندہ رکعتین ثم اتی زمزم فشرب
من مائھا اخرجہ اللہ من ذنوبہ کیوم ولدتہ امہ ۔ جو سات پھیرے طواف
کرکے مقام ابراہیم پیس دو رکعت نماز پڑھے۔ پھر زمزم شریف پر جاکر اس کا پانی پیئے۔ اللہ
عزوجل اوسے گناہوں سے ایسا پاک کردے۔ جیسا جس دن ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا)
فرماتے ہیں۔ حیث اخرجہ الواحدی فی تفسیرہ والجندی فی فضائل
مکۃ والدیلمی فی مسندہ لا یقال انہ موضوع غایتہ انہ ضعیف
جبکہ اوسے واحدی نے تفسیر اور جندی نے فضائل مکہ اور دیلمی نے مسند میں روایت کیا
تو اوسے موضوع نہ کہا جائے گا۔ نہایت یہ کہ ضعیف ہے) **اقول** وجہ یہ ہے۔ کہ اصل
عدم وضع ہے۔ اور بوجہ خلط صحاح وسقام وثابت وموضوع جس طرح وضع ممکن یونہی صحت
محتمل۔ تو جب تک خصوص متن وسند کے لحاظ سے دلیل قائم نہ ہو احد الاحتمالین خصوصاً
خلاف اصل کو معین کرلینا محض ظلم وجزاف ہے۔ تو اون کی حدیث قبل تبین حال جس طرح

ف۱۰ - متعلق افادہ ۲۴ در بارۂ احادیث طبقۂ رابعہ

بسبب احتمالِ ضُعف وسقوطِ احکام میں مستند ومعتبر نہ ہوگی۔ یُوں ہی بوجہ احتمالِ صحت وحسن وضُعف محض موضوع وباطل وساقط بھی نہ ٹھیر سکے گی۔ لاجرم درجۂ توقف میں رہیگی اور یہی مرتبہ ضعیف محض کا ہے جس طرح وہاں توقف مانع تمسک فی الفضائل نہیں یُوں ہی یہاں بھی کما لا یخفٰی علٰی اولی النھٰی۔ فواتح الرحموت میں ہمارے علمائے کرام رضی اللہ تعالٰے عنہم سے ہے۔ الراوی وان کان غیر معروف بالفقاہۃ ولا بالروایۃ بل انما عرف بحدیث او حدیثین فان قبلہ الائمۃ او سکتوا عنہ ظہور الروایۃ او اختلفوا کان کالمعروف وان لم یظہر منہم غیر الطعن کان مردودًا وان لم یظہر شیٔ منہ لم یجب العمل بلہ یجوز فیعمل بہ فی المندوبات والفضائل والتواریخ **فائدہ** ۱۱

اون ضروری فوائد سے کہ بوجہ تعجیل ہنگام تبییض تحریر سے رہ گئے تذکرۃ الموضوعات علامہ محمد طاہر فتنی رحمہ اللہ تعالٰے کا حال ہے۔ کہ اس میں مجرد ذکر سے موضوعیت پر استدلال تو بڑی بھاری ہنگامہ آرائی منکرین نے کیا۔ حالانکہ محض جہالت وبیرہی یا دیدہ ودانستہ مغالطہ دہی تذکرۂ مذکورہ بھی کتب قسم ثانی سے ہے۔ اوس میں ہر طرح کی احادیث لاتے۔ اور کسیکو موضوع کسیکو لم یوجد۔ کسیکو منکر۔ کسیکو لیس بثابت۔ کسیکو لا یصح کسیکو ضعیف۔ کسی کو مؤول۔ کسی کو رجالہ ثقات۔ کسی کو لا بأس بہ۔ کسی کو صحیح۔ کسی کو صحیح فرماتے ہیں۔ حدیث تقبیل ابہامین اونہیں میں ہے۔ جنہیں ہرگز موضوع نہ کہا۔ بلکہ صرف لا یصح پر اقتصار اور تجربۂ کثیرین سے استظہار کیا۔ خاتمہ مجمع بحار الانوار میں فرماتے ہیں **فصل** فی تعیین بعض الاحادیث المشتہرۃ علی الالسن والصواب خلافہا علی نمط ذکرتہ فی التذکرۃ **فیہ** من عرف نفسہ عرف ربہ لیس بثابت **ح** رأیت ربی فی صورۃ شاب لہ وفرۃ صحیح محمول علی رؤیۃ المنام اومؤول **ح** المؤمن غرکریم والمنافق خب لئیم موضوع[۲] **ح** ما شہد رجل علی رجل بکفر الا باء بہ

---

[۱] فی مسئلۃ معرفۃ العدالۃ ۱۲ منہ [۲] اقول ھذا عجیب فقد اخرجہ ابوداؤد والترمذی والحاکم عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالٰے عنہ بلفظ الفاجر مکان المنافق واسنادہ کما قال المناوی جید ۱۲ منہ

ف۔ اللہ تذکرۃ الموضوعات محمد طاہر فتنی میں ذکر مستلزم گمان قدح نہیں ۲

ف خاتمہ مجمع البحار سے بعض احادیث پر نقل احکام اور حاشیہ میں اوس پر نفیس کلام

احدهما ضعيف[١] فيه طلب العلم فريضة على كل مسلم
طرقها واهية[٢] ح من ادى الفريضة وعلم الناس الخير كان فضله
على العابد الحديث ضعيف اسناده لكنهم يتساهلون فى الفضائل
ح الوضوء على الوضوء نور على نور لم يوجد[٣] فيه مسح العينين
بباطن السبابتين بعد تقبيلهما لا يصح وساوى تجربة ذلك عن
كثيرين فيه الصلوٰة عماد الدين ضعيف وصلوٰة التسبيح
ضعيف[٤] - الدارقطنى اصح شئ فى فضل الصلوٰت صلوٰة التسبيح
فيه طعام الجواد دواء وطعام البخيل داء فى المقاصد[٥] رجاله
ثقات وفى المختصر منكر فى المقاصد ماء زمزم لما شرب له ضعيف[٦]
لكن له شاهد فى مسلم ح ان الله يبعث لهذه الامة على رأس كل
مائة من يجدد لها دينها صححه[٧] الحاكم ح مثل اُمتى كالمطر لا يدرى
اوله خير ام اخره موضوع[٨] فى الوجيز انا وابوبكر وعمر خلقنا من
تربة واحدة فيه مجاهيل قلت له طريق اخر وله شاهد
فى اوليس حديث فى ورقتين قال ابن حبان باطل قلت الوقف اولى فان

---

[١] اقول بل صحيح من اعلى الصحاح فلمالك والشيخين وغيرهما عن ابن عمر رضى الله تعالى عنهما رفعه اذا
قال الرجل لاخيه يا كافر فقد باء بها احدهما وللبخارى عن ابى هريرة رضى الله تعالى عنه رفعًا من قال لاخيه يا كافر فقد باء
بها احدهما ولابن حبان عن ابى سعيد رضى الله تعالى عنه بسند صحيح مرفوعًا ما اكفر رجل رجلًا قط الا باء بها احدهما
وفى الباب غير ذلك فان اراد خصوص اللفظ فقليل الجدوى ١٢ منه سلمه [٢] اقول والصحيح انه لا ينزل عن الحسن كما
تبينته فى النجوم الثواقب فى تخريج احاديث الكواكب ١٢ منه [٣] بل اخرجه رزين وان قال المنذرى ثم العراقى
لم نقف عليه ١٢ منه [٤] الحق انه حديث حسن صحيح لا شك حسن لذاته صحيح لغيره ان لم يكن لذاته والتفصيل فى اللآلى
١٢ منه [٥] اقول كذا قال المناوى وبالغ الذهبى كعادته فقال كذب ١٢ منه [٦] اقول بل نص الحافظ
انه حجة بطرقه وحسنه المناوى وصححه الامام سفين بن عيينه والدمياطى والمنذرى وابن الجزرى ١٢ منه [٧]
رواه ابو داؤد وقال المناوى الاسناد صحيح ١٢ منه [٨] اقول هذا عجيب بل اخرجه احمد والترمذى فى الجامع عن انس
رضى الله تعالى عنه وحسنه وفى الباب عن عمران بن حصين رضى الله تعالى عنهما واخرجه البزار قال السخاوى بسند
حسن وفيه عن على وعن عمار وعن عبد الله بن عمر رضى الله تعالى عنهم وقال ابن عبد البر ان الحديث حسن وقال ابن القطان لا نعلم

له طرق عديدة لا بأس ببعضها ح من اخلص لله اربعين يوما سنده ضعيف وله شاهد ح يكون في آخر الزمان خليفة لا يفضل عليه ابوبكر ولا عمر موضوع قلت بل سؤول الى شئ ما في المتذكرة اه ملتقطا ۔

(فائدہ ۱۲) **اقول** وباللہ التوفیق اذہان اکثر قاصرین زمان میں سند کی فضیلتیں اور کلام اثریین میں اتصال کی ضرورتیں دیکھ کر مرتکز ہو رہا ہے۔ کہ احادیث بے سند اگرچہ کلمات ائمہ معتمدین میں بصیغہ جزم مذکور ہوں مطلقاً باطل ومردود وعاطل۔ کہ احکام تو احکام کسی باب میں اصلاً سننے کے لائق نہ ماننے کے قابل۔ حالانکہ یہ محض اختراع ہیں۔ الا نہ قاطع مشاہیر محدثین وجماہیر فقہا دونوں فریق کے مخالف اجماع ہے۔ غیر صحابی جو قول یا فعل یا حال حضور سید عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی طرف۔ بے سند متصل نسبت کرے محدثین کے نزدیک باختلاف حالات واصطلاحات مرسل منقطع معلق معضل ہے۔ اور فقہا واصولیین کی اصطلاح میں سب کا نام مرسل اصطلاح حدیث پر تعلیق واعضال۔ یا اصطلاح فقہ و اصول پر ارسال میں کچھ بعض سند کا ذکر ہرگز لازم نہیں۔ بلکہ تمام وسائط حذف کرکے علمائے مصنفین جو قال یا فعل رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم وامثال ذلک کہتے ہیں۔ یہ بھی معضل ومرسل ہے۔ امام اجل ابن الصلاح کتاب معرفت انواع علم الحدیث میں فرماتے ہیں۔ المعضل عبارة عما سقط من اسناده اثنان فصاعدا ومثاله ما يرويه تابعي التابعي قائلا فيه قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم وكذلك ما يرويه من دون تابعي التابعي عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم او عن ابي بكر وعمر وغيرهما غير ذاكر للوسائط بينه وبينهم وذكر ابو نصر السجزي الحافظ قول الراوي بلغني نحو قول مالك بلغني عن ابي هريرة ان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال للمملوك طعامه وكسوته الحديث وقال اصحاب الحديث يسمونه المعضل قلت وقول المصنفين من الفقهاء وغيرهم قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم كذا وكذا ونحو ذلك كله من قبيل المعضل لما تقدم وسماه الخطيب ابوبكر الحافظ في بعض كلامه مرسلا وذلك على مذهب من يسمي كل ما لا يتصل مرسلا كما سبق اه بالختصار

قولہ ۱۲ - حدیث بے سند مذکور علمائے کرام سے قول میں نقص ہی احقاف
اس اوہام قاصرین زمان کا ابطال ہے اور ارزہ ۱۲

توضیح میں ہے الارسال عدم الاسناد هو ان یقول الراوی قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من غیر ان یذکر الاسناد۔ علامہ تفتازانی تلویح پھر محقق علائی صاحب درمختار افاضۃ الانوار علی اصول المنار میں فرماتے ہیں۔ ان لم یذکر الواسطۃ اصلاً فمرسل۔ مسلم الثبوت و فواتح الرحموت میں ہے۔ (المرسل قول العدل قال علیہ) وعلی الہ واصحابہ الصلوٰۃ و (السلام) کذا وعند اھل الحدیث المرسل قول التابعی قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و الہ واصحابہ وسلم کذا والمعلق ما رواہ من دون التابعی من دون سند والکل داخل فی المرسل عند اھل الاصول اھ مختصراً۔ پھر باجماع علما محدثین وفقہا یہ سب انواع نوع موضوع سے بیگانہ ہیں۔ اور مادون الاحکام مثل فضائل اعمال ومناقب رجال وسیر و احوال میں سلفاً وخلفاً ماخوذ ومقبول رجملہ مصنفین علوم حدیث موضوع کو شر الانواع بتاتے اور انہیں اُس سے جدا شمار فرماتے آئے۔ اور تمام مولفین سیر بلانکیر منکر مراسیل ومعضلات کا ذکر و اثبات کرتے رہے۔ افادہ ۲۳ میں علامہ حلبی کا ارشاد گذرا۔ کہ سیر بلاغ ومرسل ومنقطع ومعضل غرض ماسوائے موضوع ہر قسم حدیث کو جمع کرتی ہے۔ کہ ائمہ کرام نے ماورائے احکام میں مسالمت فرمائی ہے۔ یہ عبارت دونوں مطلب میں نص ہے معضل کا موضوع نہ ہونا اور اس کا مادون الاحکام میں مقبول ہونا خود صحیح بخاری وصحیح مسلم وصحیح موطا میں معضلات وبلاغات موجود ہیں۔ موطا میں بلفظت طرقین میں بکثرت خصوصاً بعض بلاغات مالک وہ ہیں۔ کہ اُن کی اسناد اصلاً نہ ملیں۔ تدریب میں امام ابوالفضل زین الدین عراقی سے ہے۔ ان مالکا لم یفرد الصحیح بل ادخل فیہ المرسل والمنقطع والبلاغات ومن بلاغاتہ احادیث لا تعرف کما ذکرہ ابن عبد البر۔ وہیں امام مغلطائی سے ہے مثل ذٰلک فی کتاب البخاری۔ وہیں امام حافظ الشان سے ہے کتاب مالک صحیح عندہ وعند من یقلدہ علی ما اقتضاہ نظرہ من الاحتجاج بالمرسل والمنقطع وغیرھما۔ اسناد کی سنت مطلوبہ وفضیلت مرغوبہ

سلہ فی الشائبۃ من مسائل الصحیح ۱۲ منہ

وخاصۂ امت مرحومہ ہونے میں کیسے کلام ہے۔ محققین قابلین مراسیل ومعاضیل بھی مسانید کو اون پر تفضیل دیتے۔ اور منقطع سے متصل کا نسخ نہیں مانتے ہیں کما نص علیہ فی المسلم وغیرہ۔ تاکید اثر ہین بجائے خود ہے اور قول بقیہ بن ولید ذاکرت حماد بن زید باحادیث فقال ما اجود ھا لو کان لھا اجنحۃ یعنی الاسناد قطع نظر اس سے کہ عین لا عموم لھا۔ ممکن کہ وہ احادیث دربارۂ احکام ہوں۔ یوں بھی صرف نفی جودت کریگا وہ بطور محدثین مطلقاً مسلم کہ معضل ضعیف ہے۔ اور ضعیف جید نہیں۔ قول امام سفیان ثوری الاسناد سلاح المؤمن فاذا لم یکن معہ سلاح فبای شئ یقاتل صراحۃً دربارۂ عقائد واحکام ہے۔ فان الحاجۃ الی القتال انما ھی فیما یجری فیہ التشدید والتماکس دون دون ما احمعوا علی التسامح فیہ۔ یوں ہی ارشاد امام مبارک عبداللہ بن مبارک لولا الاسناد لقال من شاء ما شاء۔ کہ جب قبول ضعاف فی الفضائل میں دخول تحت اصل خود مشروط اور امر عمل قواعد مقررۂ شرعیہ مثل مثل احتیاط واختیار نفع بے ضرر سے منوط۔ تو ضعیف اثبات جدید نہ کرے گی۔ اور من شاء ما شاء صادق نہ آئے گا۔ کما قدمنا بیانہ فی الافادۃ الثانیۃ والعشرین پر ظاہر کہ یہ اور اون کی امثال جتنے کلمات محدثین کرام سے ضرورت اسنادیں ملیں گے۔ سب کا مفاد ضرورت خاص اتصال ہے۔ کہ نامتصل بجمیع اقسامہ اون کے نزدیک ضعیف۔ اور ضعیف خود مجروح ہے۔ نہ کہ سلاح۔ وصالح قتال یوں ہی ایک راوی بھی ساقط۔ تو اون کے طور پر وہی من شاء ما شاء کا احتیاطی احتمال ولہذا وہ بالاتفاق منقطع ومعضل اور معضل دون معضل میں اصلاً فرق حکم نہیں کرتے۔ اسی لئے فواتح الرحموت میں اصطلاحات مرسل ومعضل ومنقطع ومعلق بیان کرکے فرمایا۔ لم یظھر للتکثیر الاصطلاح والاسامی فائدۃ۔ بالجملہ جب اتصال نہ ہو۔ تو بعض سند کا ذکر ہونا سب یکساں۔ اگر نہ دیکھا کہ انہیں امام ابن المبارک رحمہ اللہ تعالے نے حدیث ابن خراش عن الحجاج بن دینار قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالے علیہ کی نسبت کیا

فرمایا - اخرج مسلم فی مقدمة صحیحه قال قال محمّد یعنی ابن عبد اللہ بن قہزاذ سمعت ابا اسحٰق ابراھیم بن عیسی الطالقانی قال قلت لعبد اللہ بن المبارک یا ابا عبد الرحمٰن الحدیث الذی جاء ان من البر بعد البر ان تصلّی لابویک مع صلٰوتک وتصوم لھما مع صومک قال فقال عبد اللہ یا ابا اسحاق عن من ھٰذا قال قلت له ھٰذا من حدیث شھاب بن خراش فقال ثقة عمن قال قلت عن الحجاج بن دینار قال ثقة عن من قال قلت قال رسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیه وسلّم قال یا ابا اسحٰق ان بین الحجاج بن دینار وبین النّبی صلّی اللہ تعالیٰ علیه وسلّم مفاوز تنقطع فیھا اعناق المطی ولکن لیس فی الصّدقة اختلاف - امام نووی شرح میں فرماتے ہیں - معنی ھٰذہ الحکایة انه لا یقبل الحدیث الّا باسناد صحیح اب اگر ان کلمات کو عموم پر رکھیے - مرسل منقطع معلّق معضل ہر نامتصل باطل و ملتحق بالموضوع ہوئی جاتی ہے - اور وہ بالاجماع باطل - افادۂ سوم میں ابن حجر مکی شافعی وعلی قاری حنفی سے گذرا - المنقطع یعمل به فی الفضائل اجماعا لاجرم واجب کہ یہ سب عبارات صرف باب اہم واعظم یعنی احکام میں ہیں - اگرچہ ظاہر اطلاق و ارسال ہو - نہ کہ جب نفس کلام تخصیص پر دال ہو - کما قررنا فی الکلمات المذکورة اور واقعی در بارۂ رد وقبول غالب محاورات علما صرف نظر بہ باب احکام ہوتے ہیں - کہ وہی اکثر محط انظار نخبہ ونزہہ وغیرہما میں دیکھیے کہ حدیث کی دو قسمیں کیں مقبول ومردود مقبول میں صحیح وحسن کو رکھا - اور تمام ضعاف کو مردود میں داخل کیا حالانکہ ضعاف فضائل میں اجماعاً مقبول ھٰکذا ینبغی التحقیق واللہ ولی التوفیق - یہ سب کلام بطور محدثین تھا - اور جماہیر فقہائے کرام کے نزدیک تو معضلات مذکورہ فضائل درکنار - خود باب احکام میں حجّت ہیں جبکہ مرسل امام معتمد محتاط فی الدین عارف بالرجال البصیر بالعلل غیر معروف بالتساہل ہو - اور مذہب مختار امام محقق علی الاطلاق وغیرہا اکابر میں کچھ تخصیص قرن غیر قرن نہیں - ہر قرن کے ایسے عالم کا قال رسول اللہ صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کہنا حجت فی الاحکام ہے

قابل حجت ہونا بے قرینہ غیر مرسل حنفیہ کے ترک اتفاق کی بے غیب و عدتیں و صیانت اور اکابر ہی کی حجت ہیں۔

کما نص علیہ فی المسلّم[ف] وشروحہ وغیرھا۔ **اقول** - انصافاً غیر ناقد کے لئے مراسیل مذکورہ سے احتجاج فی الاحکام اثر بین پر بھی لازم آخر اوس کی سبیل یہی قول ناقد پر اعتماد ہے۔ نہ نقد کہ تکلیف مالایطاق ہے۔ تو اوس کے لئے ذکر و عدم ذکر سند دونوں یکساں۔ اور بلاشبہ قول ناقد محتاط۔ قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم تصحیح صریح والتزامی سے اعلیٰ نہیں تو کم بھی نہیں۔ اور جو احتمالات مساہلت و تحسین ظن و خطا فی النظر یہاں ہیں۔ وہاں بھی حاصل بلکہ مجرب و مشاہد۔ بایں ہمہ امام ابن الصلاح و امام کیا طبری و امام نووی و امام زرکشی و امام عراقی و امام عسقلانی و امام سخاوی و امام زکریا انصاری و امام سیوطی وغیرہم نے تصریحیں فرمائیں کہ اگر امام معتمد نے کسی حدیث کی صحت پر تنصیص کی۔ یا کتاب ملتزم الصحۃ میں اوسے روایت کیا۔ اسی قدر اعتماد کے لئے بس ہے۔ اور احتجاج روا کما ذکرنا نصوصھم فی مدارج طبقات الحدیث وقد تقدم نص القاری عن شیخ الاسلام فی الافادۃ الحادیۃ والعشرین تو کیا وجہ کہ یہاں اوس پر اعتماد نہ ہو۔ لاجرم جس طرح امام احمد یا یحیٰی کا ھذا الحدیث صحیح فرمانا۔ یا بخاری یا مسلم یا ابن خزیمہ یا ضیاء کا صحاح میں لانا۔ یوں ہی منذری کا مختصر میں ساکت رہنا۔ یوں ہی ابن السکن کا صحیح۔ یا عبد الحق کا احکام میں وارد کرنا یوں ہی امام معتمد ناقد محتاط کا کہنا۔ قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فعل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الیٰ غیر ذلک من احکامہ

ف: تحقیق مصنف کہ غیر ناقد کے لئے اقوال محدثین پر بھی لازم

سلہ المرسل ان کان من الصحابی یقبل مطلقاً اتفاقاً و ان من غیرہ فالاکثر ومنھم الامام ابو حنیفۃ والامام مالک والامام احمد رضی اللہ تعالٰے عنھم قالوا یقبل مطلقاً اذا کان الراوی ثقۃ۔ وقال ابن ابان رحمہ اللہ تعالٰے من مشائخنا الکرام یقبل من القرون الثلثۃ مطلقاً ومن ائمۃ النقل بعد تلک القرون وقال طائفۃ من المتاخرین منھم الشیخ ابن حاجب المالکی والشیخ کمال الدین بن الھمام منا یقبل من ائمۃ النقل مطلقاً من ای قرن کان اعتضد بشیئ ام لا ویتوقف فی المرسل من غیرھم وھو المختار قیل و بہ المراد الائمۃ الثلاثۃ والجمھور اذ لا یقبل احد توثیق من لیس لہ معرفۃ فی التوثیق والتجریح وعلی ھذا خلاف ابن ابان فی عدم اشتراط ھذا الشرط فی القرون الثلٰثۃ لزعمہ عدم الحاجۃ الی التوثیق فی تلک القرون لانہ الرواۃ فیھا کانوا اھل بصیرۃ فی التوثیق والتجریح ۱۲ من مسلم الثبوت و فواتح الرحموت ملخصا ۱۲ منہ سلمہ تعالٰے۔

واحواله ونعوت جماله وشیون جلاله وصفات کماله صلوات
الله تعالیٰ وسلامه علیه وعلیٰ اٰله صلی الله تعالیٰ علیه وعلیهم
وبارک وسلم وشرف ومجد وعظم وکرم اٰمین ۰ الحمد للہ کہ اس جواب
کی ابتدا بھی حضور اقدس واکرم سید عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے نامِ پاک اور
حضور پر درود سے ہوئی - اور انتہا بھی حضور ہی کے نام محمود و درود مسعود پر ہوئی -
امید ہے - کہ مولےٰ عزوجل اس نام کریم وصلوٰۃ وتسلیم کی برکت سے قبول
فرمائے - اور انارتِ عیون وتنویر قلوب وتکفیر ذنوب وسلامتِ ایمان و
امن وامان وتنعیم قبر ونجات فی الحشر کا باعث بنائے - فانہ تعالیٰ بکرمہ
یقبل الصلوٰتین وھو اکرم من ان یدع ما بینھما وکان
ذلک للیلۃ التالیۃ یوم الاثنین لعلھا الثامنۃ
عشر من الشھر الفاخرۃ شھر ربیع اٰخر من شھور
السنۃ الثالثۃ عشر من المائۃ الرابعۃ عشر
من ھجرۃ الحبیب سید البشر صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وعلیٰ اٰلہ وصحبہ واولیائہ اجمعین
واٰخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب
العٰلمین ۰ سبحٰنک اللّٰھم و
بحمدک اشھد ان
لا الٰہ الا انت
استغفرک
واتوب
الیک
و
اللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ
اتم واحکم

تمت

عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی
کتبہ
عفی عنہ بمحمدن المصطفیٰ النبی الامی
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

محمدی سنی حنفی قادری ۱۳۰۱ھ
عبدالمصطفیٰ احمد رضا خان

تصدیق ومواہیر علمائی بریلی وغیرہ

الحمد للہ ما اجاب بہ مولانا المحقق واستاذنا المدقق دام فضلہ ومد ظلہ فھو الحق بلا فریۃ وخلافہ باطل بلا مریۃ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الفقیر عبداللہ بن احمد القریشی غفر اللہ تعالیٰ لہ

عفی عنہ ۱۲۹۴ عبداللہ

الحق ان ھذا کتاب من احل ما یکون لو تر مثلہ العیون ۵

کتاب لو تامّلہ ضریر لعاد کریمتاہ بلا ارتیاب
ولو مرّت حواصلہ بقبر لعاد المیت حیا فی التراب

واللہ تعالیٰ اعلم

۱۳۰۰ھ محمد نصیر الدین حسین

ھذا ھو الحق فماذا بعد الحق الا الضلال

محمد اللہ عنہ اشکالا عفی

ان ھذا ھو الحق المبین
والحمد للہ رب العلمین

۱۲۹۰ھ محمد یقین الدین

ربی لک الحمد ان ادنی ما یقال فی حق ھذا الجواب الحق الصواب
الذی ھو رشحة من بحار علوم مولانا البحر الطمطام
ولمعة من انوار فھوم استاذنا البدر التام انر اسعد
السعود وقاتل النحوس وبھجة النفوس ولاعطر
بعد عروس

١٣٠٩ھ

علمای کرام بدایون وغیرہ

اصاب من اجاب حررہ الفقیر عبد القادر القادری عفی عنہ

١٢٩١ھ
محب الرسول قادری
عبد القادر

الجیب مصیب ومصاب والجواب صحیح وصواب
حررہ الفقیر الحقیر المفتقر مطیع رسول اللہ القادر المدعو
بمحمد عبد المقتدر العثمانی القادری الحنفی غفر اللہ
تعالی لہ بجاہ نبیہ الکریم علیہ الصلوۃ والتسلیم

١٢٥٨
عبد المقتدر
مطیع الرسول

صح الجواب بلا ارتیاب — قد اصاب من اجاب — للہ در المجیب المصیب

١٢٩٠ھ
محمد احمد قادری
عبد الرسول

١٣٠٠ھ
حافظ محمد بخش

عبد الرزاق
الصمد

علمائی مصطفی آباد رامپور وغیرہ

١٣١٨
احمد
محمد ارشاد حسین

للہ در المجیب المثاب حیث افاد واطاب واجاد واباد اھل الجحود المستحقین للعقاب
ذلک الجواب العجاب ھو الصواب لاریب فیہ ولا ارتیاب
فللہ در المجیب المثاب حیث اتی بالتحقیق فیما اجاب
الجواب صواب

١٢٩٩

١٢٨٥ھ
محمد امداد حسین

نعم الجواب وحبذا التحقیق للصدق والصواب ولعمری انہا العروة الوثقی لطالب الرشد والہدی یستغنی بہا عما سوی کیف لا ومن لم ادنی بصیرة وروی فانہ یریہا اجدی من تفاریق العصا ویہتدی بہا الی صراط مستقیم وطریق سوی ومن جعل اللہ انوارا ونور عین بصیرة لہ ہکحل الانصاف والتقی فانہ لاحمد رضا للفاضل المجیب الذی بذل جہدہ للحق والسعی وجمیع الادلة واوفی واتی بتحقیق مرضی واستقصی حتی صار بمقابلة اہل الضلال مصداقا للقول الدائر وللمثل السائر لکل فرعون موسی و کذلک یحق اللہ الحق ولیقذف علی الباطل فیدمغہ فاذا ہو زاہق واہوی ومن کان فی ہذہ الوریقہ اعمی فہو فی الاخرة اعمی واضل سبیلا و ربکم اعلم بمن ضل عن سبیلہ وہو اعلم بمن اہتدی ۔ لقط العبد الاثیم الاواہ

مہر: احمد اللہ ۱۲۹۶ھ — التزین محمد سلامت سراج ابو البرکات

علمائے بمبئی

حامدا ومصلیا ۔ قد نورت عیونی بمطالعة ہذا الکتاب فوجدتہ نورا منیرا للحق والصواب نور اللہ بہ عیوننا عن الحق فی حجاب وجزی اللہ مولانا المجیب جزیل الاجر وجمیل الثواب حررہ واملاہ العبد المفتقر الی مولاہ محمد عبید اللہ رزقہ اللہ نور الایمان وحلاہ وحلاہ بحلاہ ۔

ما اجاب بہ مولینا المحقق فہو الحق لا شک فیہ ولا ارتیاب واللہ اعلم بالصواب ۔

نمقہ المفتقر الی اللہ الشکور عبد الغفور صانہ اللہ عن الآفات والشرور

المجیب مصیب ولہ ثواب عظیم ومن انکرہ فقد ضل وغوی ۔ فقط

حررہ احقر العباد حسن بن نور محمد عفی عنہما

الجواب صحیح والرای نجیح ۔ کتبہ العبد الفقیر میر عبد الرحمن عفا اللہ تعالی عنہ

من اجاب فقد اصاب ۔ حررہ المسکین السید یاسین عفا اللہ جرائمہ

الجواب صحیح ۔ کتبہ فرید احمد عفی اللہ عنہ

الامر کما ذکر کتبہ خادم الشرع قاضی شیخ محمد مرگے عفی اللہ عنہ وعن جمیع المسلمین آمین

مہر: شیخ محمد مرگے خادم الشرع قاضی

الجواب صحیح ومعتمدہ کتبہ خادم الشرع القاضی اسمٰعیل الجمانی الشافعی
عفا اللہ تعالیٰ عنہ وعن والدیہ وعن
استاذیہ وعن جمیع المؤمنین امین یارب العلمین

نعم صح الجواب واللہ اعلم بالصواب
حررہ احقر الآفاق محمد اسحاق عفی عنہ

فی الجملہ تقبیل الابہامین اذان میں کرنا دین کی معتبر کتابوں سے ثابت ہے بمعہ بیان فوائد اس عمل مبارک کے چند تفصیلی حقیقت واصلیت اس عمل کی مولانا فاضل جلیل زبدۃ العلماء مولوی احمد رضا خاں صاحب قدس اللہ سرہ نے اپنی کتاب میں فرمادی ہے۔ علاوہ اس کے اور بہت معتمد کتابوں سے یہ مسئلہ پایہ صحت وثبوت کو پہنچ چکا ہے۔ فتاویٰ خزانۃ الروایات میں مقدمۃ الصلوٰۃ سے منقول ہوا۔

؎ چو نام نبی اندر وبشنود ۔ دو ابہام بوسد دو دیدہ نہد ✣ اور فتاویٰ جواہر میں بھی آیا ہے۔ کہ ان آدم اشتاق لقاءِ محمد حین کان فی الجنۃ فاوحی اللہ تعالیٰ لہ ھو من صلبک ویظھر فی اٰخر الزمان فسئل اللہ تعالیٰ لقائہ فاظھر اللہ تعالیٰ وجہ محمد فی صفار ظفری اٰدم مثل المرأۃ فاذا نظر فی صفار ظفری ابھامیہ رأی وجہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم) فقبل ظفریہ ومسح علی عینیہ لم یعم ابداً انتہٰی اور اسی طرح فتاویٰ سراج المنیر وفتاویٰ مفتاح الجنان وکتاب نعم الانتباہ میں مذکور ہوا۔ اور روایت چومنے کی شامی شارح درمختار نے بھی باب الاذان میں فرمائی ہے۔ اور فائدے اور منافع بھی عمل مذکور کے حضرات محدثین نے بہت لکھے ہیں پس اہل دین کے واسطے یہ کتاب منیر العینین فی حکم تقبیل الابہامین کافی ووافی ہے۔ اور بے دین کور باطن کو دفتر عظیم بھی سودمند نہیں۔ کہ تمام فاجرین وہابیین اس معنی سے غافل اور اس تحقیق سے جاہل۔ کہ صدہا محدثین محققین صاحب وقار گذرچکے ہیں۔ کوئی قائل موضوعیت اس حدیث کا نہ ہوا۔ بخلاف ایں وہابیان گستاخ بیباک منکران کہ اقوال ہمہ را برطاق نسیان گذاشتہ در وادی ضلالت وجہالت افتادند۔ ونیز بر

اجرائے لفظ لا یصح بشوخ چشمی دلیر و مستعد اند۔ و ظاہر است کہ لا یصح مستلزم کذب نیست پس بایں چنیں اغلوطات در میان آوردن و مردمان نادان را در دام فریب آوردن سوائے منکر شرع و خیال نمے آید۔ و گاہے بحدیث مذکور بہ تضعیف لسانی مے کنند قوم جہلوں نمے دانند کہ تمامی فقہا رحمہم اللہ آں عملے را کہ از حدیث ضعیف ثابت است مستحب مے نویسند۔ چنانچہ صلوٰۃ الاوابین کہ ثبوت او از حدیث منکر است فقہا او را از مستحبات و مندوبات مے نویسند۔ ہکذا مسح گردن در وضو حدیث ضعیف است۔ و ملا علی قاری میفرمایند۔ الاحتمال ان یکون الحدیث موضوعًا من طریق صحیحًا من آخر و شامی شارح در مختار از علامہ ابن حجر نقل میکنند یعمل بالحدیث الضعیف فی فضائل الاعمال لانہ کان صحیحًا فی نفس الامر فقد اعطی حقہ من العمل والا لم یترتب علی العمل بہ مفسدۃ تحلیل ولا تحریم ولا ضیاع حق الغیر و فی حدیث ضعیف من بلغہ عنی ثواب عمل فعملہ حصل لہ اجرہ وان لم اکن قلتہ انتہی کلام۔ و در تفسیر روح البیان جلد دوم آمدہ است۔ وان کانت ضعیفۃ الاسانید فقد اتفق المحدثون علیٰ ان الحدیث الضعیف یجوز العمل بہ فی الترغیب و الترہیب۔ علاوہ اس کے فتح المبین مؤلفہ علامہ ابن حجر میں ہے۔ اتفق العلماء علیٰ جواز العمل بالحدیث الضعیف فی فضائل الاعمال انتہی۔ و در شستن اعضائے وضو او را د دعا کہ واردات صاحب مختار نوشتہ کہ آں ہمہ ضعیف است فیعمل بہ فی فضائل الاعمال لیس ایں فرقہ مبطلہ وہابیہ در ادائے نوافل و ادعیات کہ اثبات اوست بہ احادیث ضعیفہ سعی مے نمایند۔ و از ادائے تقبیل الابہامین قاصر و مانع۔ ایں سوائے از منکر تعظیمات نبویہ علیہ الصلوٰۃ والتحیہ و مکائد نجدیہ و عقائد وہابیہ کہ بفحوائے کل اناء یترشح بما فیہ و دیگر چہ فہمیدہ مے شود سود اللہ تعالےٰ وجوہہم فی الدنیا والآخرہ

کتبہ احقر العباد ابو سعید غلام رسول ڈسکوی گلی تار والی ضلع سیالکوٹ
